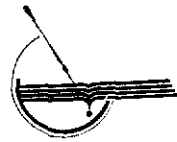


اہل ذکر....؟

ڈاکٹر محمد تیمجانی سماوی

ترجمہ

نثار احمد زین پوری



انتشارات انصاریان

قم - خیابان شهدا - ص - پ ۱۸۷ - تلفن ۲۱۷۴۴

نام کتاب	_____	اهل ذکر...؟
تالیف	_____	ڈاکٹر محمد تیمجانی سہادی
ترجمہ	_____	نثار احمد زین پوری
کتابت	_____	رضوان حیدر ہندی
کتابت سرورق	_____	پنغیر عباس نوگانی
ناشر	_____	انتشارات انصاریان قم ایران
تعداد	_____	تین ہزار ۳۰۰
تاریخ	_____	سنہ ۱۳۷۱ھ شمس

پانچویں فصل

خلفائے ثلاثہ سے متعلق

جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اہلسنت والجماعت رسول کے صحابہ میں سے کسی بھی صحابی پر تنقید و برسرہ برداشت نہیں کرتے ہیں اور سب کو عادل قرار دیتے ہیں اور اگر کوئی وسیع النظر بعض صحابہ کے افعال کو تنقید کا نشانہ بنا رہا ہے تو اہلسنت اس پر لعنت علامت کرتے ہیں، بلکہ اسے کافر قرار دیتے ہیں اگرچہ اس تنقید کرنے والے کا تعلق انھیں کے علماء سے ہو جیسا کہ مصر وغیرہ کے بعض وسیع النظر علماء کے ساتھ پیش آیا ہے، مثلاً شیخ محمود البوریہ، صاحب ”اضواء علی السنة المحمدیہ“ اور شیخ مصیرہ، تاضی شیخ محمد امین انطاکی صاحب ”لماذا اخترت مذهب اهل البيت“، اور سید محمد ابن عقیل جن کی کتاب ”النصائح الکافیہ لمن یتولی معاہیہ“، بلکہ مصر کے کچھ صاحبان قلم نے تو جامو ازہر کے وائس چانسلر شیخ محمود شلتوت کو بھی اس وقت کافر قرار دے دیا تھا۔ جب انھوں نے یہ فتوے دیا تھا کہ مذہب جعفری کو اختیار کرنا جائز ہے۔

جب جامعہ ازہر کے وائس چانسلر اور مصر کے مفتی پر صرف اس بات کی بنا پر طعن و تشنیع کی جاسکتی ہے کہ جنھوں نے اس مذہب شیعہ کو برحق قرار دیا تھا۔ جو استاذ الائمہ جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہے تو اس شیعہ کا کیا حال ہوگا جس نے اس مذہب کو تحقیق اور اپنے آباء و اجداد کے مذہب پر تنقید کے بعد اختیار کیا ہو، ظاہر ہے کہ اہلسنت اس کو ہرگز برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اسے تو دین سے خارج اور اسلام کا باغی قرار دیں گے، ان کے گمان میں گویا مذاہب اربعہ ہی اسلام ہے۔ اس کے علاوہ باطل ہی باطل ہے۔ ان لوگوں کی عقلیں منجمد اور ان پر پتھر پڑے ہیں یہ وہ عقلیں ہیں جن کے بارے میں ہمیں قرآن یہ بتاتا ہے کہ جب نبیؐ نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے ان سے سخت لڑائی لڑی کیونکہ نبیؐ نے انھیں ایک خدا کی دعوت دی اور متعدد خداؤں کی پوجا سے منع کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے :

﴿وَعَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ، أَجْعَلُ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ سورہ ص، آیت ۴۴
اور انھیں تعجب ہے کہ انھیں میں سے ڈرانے والا کیسے آگیا، اور کافروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے کیا اس نے سارے خداؤں کو جوڑ کر ایک خدا بنا دیا ہے یہ تو انتہائی تعجب خیز بات ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مجھ کو ان دشواریوں کا مقابلہ کرنا ہوگا کہ جو ان متعصب افراد کی طرف سے پیدا کی جائیں گی جنھوں نے اپنے کو دوسروں کا حاکم بنا رکھا ہے اور ان کے نزدیک کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ صحابہ کی مدح کو ترک

کر کے ان پر تنقید کرے جبکہ صحابہ کی مدح کا دین سے کوئی ربط نہیں ہے۔ اور جب یہ دین سے مربوط نہیں ہے تو کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ صحابہ کے اعمال پر تنقید کرنے والوں کو دین سے خارج قرار دے اور اسے کافر شمار کرے۔ کیونکہ دین کے اصول و فروع میں اس کا کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔

بعض متعصبین اپنے حلقوں میں اس بات کو رواج دے رہے ہیں کہ میری کتاب ”ثم اھتدیت“ ایسی ہے جیسی سلمان رشدی کی ”شیطانی آیات“ اس پر دیپنڈے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ لوگ میری کتاب کا مطالعہ نہ کریں اور مجھ پر لعنت و ملامت کرنے لگیں۔

جب کہ یہ دھوکہ اور عظیم بہتان ہے عنقریب رب العالمین اس کا حساب لے گا۔ یہ لوگ کیسے میری کتاب ”ثم اھتدیت“ کو کہ جو عصمت رسول کو قبول کرنے کی اور ائمہ اہلبیت کی اقتدار کی دعوت دیتی ہے کہ جنھیں خدا نے ہر قسم کے جس سے محفوظ اور طیب و طاہر رکھا ہے ”شیطانی آیات“ سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں اسلام اور نبی اسلام پر سب دشم مندرج ہے۔ جس کا مصنف اسلام کو شیطانی چھونک تصور کرتا ہے؟؟
خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ

لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ﴾ سورہ نساء، آیت ۱۳۵

اے ایمان والو وعدل و انصاف کے ساتھ قیام کرو

اور اللہ کے لئے گواہ بنو جاہے اپنی ذات ہی کے خلاف کیوں

نہ ہو۔

اسی آیت کی وجہ سے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں تو

خدا کی رضا کا خواستگار ہوں مجھے اس وقت تک کسی علامت گمر کی علامت کی کوئی پرواہ نہیں ہے جب تک میں صحیح اور خالص اسلام کا دفاع کر رہا ہوں اور نبی گوہر خطا سے محفوظ ثابت کر رہا ہوں خواہ یہ کام بعض مقرب صحابہ پر تنقید ہی کے ساتھ انجام پذیر ہو رہا ہو۔ خواہ وہ صحابہ خلفائے راشدین ہی میں سے کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ رسول کا خطاؤں سے منزہ ہونا تمام لوگوں سے اولیٰ ہے۔ میرے محترم و ذہین قارئین میری تالیفات سے یہ بات سمجھتے ہیں کہ میرا مقصد کیا ہے میرا مقصد صحابہ کی شان گھٹانا اور ان کی عظمت کم کرنا نہیں ہے بلکہ رسول اور آپ کی عصمت کا دفاع کرنا ہے۔ اور ان شبہات کو دور کرنا ہے جو امویوں اور عباسیوں نے ابتدائی صدیوں میں اسلام اور نبی اسلام سے جوڑ دیئے ہیں۔ جو زبردستی مسلمانوں کے حاکم بن بیٹھے تھے۔ جو اپنے پست اغراض اور اپنی بے نتیجہ سیاست کے تحت دین خدا میں من مانی رد و بدل کر لیا کرتے تھے۔ ان کی اس گھناؤنی سازش کا مسلمانوں پر بہت بڑا اثر ہوا۔ مسلمانوں نے حسن نیت کی بنا پر ان (امویوں اور عباسیوں) کا اتباع کیا۔ ان کی روایت کردہ احادیث کو بے چوں و چرا حقیقت سمجھ کر قبول کیا اور یہ تصور کیا کہ یہی اسلام ہے لہذا مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے اور ان کی چھان بین کرنا صحیح نہیں ہے۔

اگر مسلمانوں کو حقیقت معلوم ہو جاتی تو کبھی ان کا اتباع نہ کرتے اور نہ ان کی نقل کی ہوئی احادیث کا اعتبار کرتے، پھر اگر تاریخ ہمیں یہ بتائی کہ صحابہ نے رسول کے ادا کردہ احادیث کی اطاعت کی، آپ کے احکام پر کوئی مناقشہ و اعتراض نہیں کیا ہے اور رسول کی آخری حیات میں آپ کے حکم سے سرکشی نہیں کی تو ہم ان سب کو عادل مسلم کر لیتے اور پھر ہمارے لئے اس سلسلہ میں بحث کی گنجائش نہ رہتی لیکن قرآن و حدیث کی نص سے ان میں سے کچھ گھروغ گو، کچھ منافق اور کچھ فاسق ہیں۔

انہوں نے آپ کے سامنے اختلاف کیا، آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی یہاں تک کہ آپ پر ہذیان کا بہتان لگایا نوشتہ نہ لکھنے دیا اور حبش اسامہ میں شریک نہ ہو کر۔ آپ کے حکم سے سرکشی کی ہنسی کے خلیفہ کے بارے میں اس قدر اختلاف کیا کہ آپ کو بے غسل و کفن چھوڑ دیا اور خلافت کے بارے میں جھگڑنے لگے کوئی اس پر راضی ہوا اور کسی نے انکار کر دیا۔ آپ کی وفات کے بعد ہر شے میں اختلاف پیدا کیا یہاں تک کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے، ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے کسی نے کسی سے برکت اختیار کی اور ایک دین خدا متعدد مذہبوں اور سکھوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کیفیت کے پیش نظر ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس کی علت تلاش کریں اور یہ دیکھیں کہ لوگوں کے لئے بہترین امت کس سبب سے ہستی میں گری پڑی، ذلیل و حقیر ترین اور کلی طور پر جاہل امت قرار پائی کہ جس کی ہتک حرمت کی جا رہی ہے جس کے مقدسات کو پامال کیا جا رہا ہے جس کے قبیلوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ جسے وطن سے بے وطن کیا جا رہا ہے، تجاوز کرنے والوں کے مقابلہ کی بھی اس میں سکت نہیں ہے اور نہ ہی تنگ دھار کے داغ کو پیشانی سے الگ کرنے کی صلاحیت ہے۔

میرے عقیدے کے لحاظ سے اس مرض کا واحد علاج ذاتی تنقید ہے اور ان کو چاہیے کہ وہ اپنے گریبان میں جھانکے۔ اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کرتے ہوئے فخر و مباہات نہ کرے۔ حقیقت معصومین ہیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم اپنے امراض اور غرقہ بازی، تخلف اور ناکامی کے اسباب تلاش کریں اور جب ہم مرض کا انکشاف کر لیں تو پھر شفایابی کے لئے اس کی دوا کی تشخیص کر لیں قبل اس کے کہ ہم گنہگار بنیں اور دوسری نسل آجائے۔

یہی اصل مقصد ہے اور صرف خدا ہی لائق عبادت ہے وہی اپنے

بندوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔

اور جب تک ہمارا مقصد صحیح رہے گا اس وقت تک اعتراض کرنے والوں کے اعتراض اور وہ متعصب لوگ جو صحابہ سے دفاع کے نام پر سب و شتم کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہیں ان کی کوئی قیمت نہیں رہے گی۔ اور ہم ان پر ملامت نہیں کرتے ہیں نہ ہی ان کی طرف سے کدورت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے حال پر گریہ کرتے ہیں اس لئے کہ وہ مجبور ہیں، انھیں صحابہ کا حسن ظن حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا، انہی کے مثل یہود و نصاریٰ کی اولاد ہیں جو اپنے آباء و اجداد کی طرف سے حسن ظن رکھتی ہیں اور اپنے نفسوں کو اسلام کی تحقیق کی زحمت نہیں دیتی، اپنے اسلاف کی اکبات پر اعتقاد رکھتی ہیں کہ محمد (معاذ اللہ) کذاب ہیں اور وہ نبی نہیں ہیں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا

جاءَ نَبَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ سورہ، بینہ، آیت ۳

اور یہ اہل کتاب متفرق نہیں ہوئے مگر اس وقت جب ان کے پاس کھلی ہوئی دلیل آگئی۔

مدیوں کے گزرنے کے سبب مسلمانوں کے لئے یہودیوں اور نصاریٰ کو عقیدہ اسلام سے مطمئن کرنا مشکل ہو گیا ہے اس شخص کا کیا قصور ہے جو ان سے یہ کہتا ہے کہ توریت و انجیل جن پر تم اہل ہودہ تحریف شدہ ہیں اور اپنے اس مدعا پر وہ قرآن سے استدلال کرتا ہے۔ پس کیا یہ (استدلال کرنے والا) مسلمان انھیں مطمئن کر رہا ہے؟

بالکل یہی حالت اس ضعیف العقل مسلمان کی ہے جو تمام صحابہ کی عدالت کا قائل ہے آیا اسے کوئی اس بات سے مطمئن کر سکتا ہے کہ کل صحابہ عادل نہیں ہیں

اور جب وہ معادیہ اور اس کے بیٹے یزید وغیرہ پر تنقید کو برداشت نہیں کر سکتے کہ جنہوں نے اسلام کو اپنے قبیح اعمال سے داغدار بنادیا تو ظاہر ہے کہ وہ آپ کی بات کو ابو بکر، عمر اور عثمان، صدیق، فاروق اور جن سے ملا لکھ جیا کرتے ہیں۔
 کہہ بارے میں کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ یازد جبہ نبی ام المؤمنین بنت ابو بکر عائشہ کہ جن کے متعلق ہم اہلسنت کی معتمد ترین کتب صحاح سے گذشتہ فصل میں گفتگو کر چکے ہیں ان کے بارے میں کوئی بات کیونکر برداشت کر سکتے ہیں۔ اب خلفائے ثلاثہ کے کردار کی باری آئی ہے۔ اب ہم ان کے ان افعال کا انکشاف کرتے ہیں جو اہلسنت کی صحاح، مسانید اور ————— معتمد ترین تاریخی کتابوں میں مرقوم ہیں اولاً ہم اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ تمام صحابہ کی عدالت کا مقولہ صحیح نہیں ہے۔ جبکہ بعض مقرب صحابہ میں بھی عدالت کا فقدان تھا۔

ثانیاً ہم اپنے سنی بھائیوں کے لئے اس بات کا انکشاف کریں گے کہ یہ انتقادات سب دشتم نہیں ہیں بلکہ یہ تو صرف حقیقت تک رسائی کے لئے کچھ پردوں کو اٹھانا ہے اور نہ ہی شیعوں کی من گڑھت اور ان کی ایجاد ہے جیسا کہ عامہ کا دعویٰ ہے یہ تو اہلسنت کی ان کتابوں سے ماخوذ ہے جنہیں انھوں نے صحیح قرار دیا اور اپنے اوپر ان کا اتباع لازم کر لیا ہے۔

ابو بکر حیات نبی میں

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۶ ص ۴۶ کتاب تفسیر القرآن میں سورہ حجرات کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے نافع ابن عمر نے اور انھوں نے ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ قریب تھا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک

ہو جاتے، دونوں میں رسول کے سامنے بلند آواز میں تو تو میں میں ہونے لگی تھی۔ جب آپ کے پاس بنی تمیم کا ایک وفد آیا تھا۔ ان میں سے ایک نے اقرع ابن حابس کو ان کا امیر بنانے کے لئے کہا دوسرے نے کسی اور شخص کی طرف اشارہ کیا۔ نافع کہتے ہیں کہ اس کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔ ابو بکر نے عمر سے کہا تم ہمیشہ میرے خلاف سوچتے ہو۔ عمر نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس سلسلہ میں دونوں کی آواز بلند ہو گئی پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ﴾ جرات آیت ۲

ایمان والو! خبردار اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرنا۔

ابن زبیر کہتے ہیں کہ:

آیت نازل ہونے کے بعد عمر خاموش ہو گئے یہاں

تک کہ کوئی سوال بھی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ابو بکر اس کا

تذکرہ کیا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲۷ ص ۱۱۱ کتاب الاعتصام بالکتاب

والسنہ، باب ”ما یکبر من التعق والتنازع“ میں دیکھ سے اور انھوں نے

عمر ابن ابی لیثک سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ابو بکر و عمر اس وقت قریب

تھا کہ ہلاک ہو جاتے جب بنی تمیم کا ایک وفد نبی کے پاس آیا تھا ان (ابو بکر و عمر)

میں سے ایک نے اقرع ابن حابس تمیمی حنظلی کو ان کا امیر بنانے کے لئے کہا اور دوسرے نے

ایک اور شخص کے لئے کہا ابو بکر نے کہا تم نے میری مخالفت کی ہے پس عمر نے

کہا میں نے تمھاری مخالفت نہیں کی ہے اس سلسلہ میں نبی کے پاس دونوں کی آواز

بلند ہو گئی تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ

صوت النبي وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

أَنْ تَحْبُطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ، إِنْ الَّذِينَ
يَغْضُونَ أَسْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ
قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿

ایمان والو خیر دار اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرنا اور

ان سے اس طرح بلند آواز میں بات بھی نہ کرنا جس طرح آپس میں
ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد
ہو جائیں اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ رسول اللہ
کے سامنے اپنی آواز کو دھیمار کھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں
کو خدا نے تقویٰ کے لئے آزمایا ہے اور انھیں کے لئے ،
مغفرت و اجر عظیم ہے ۔

ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر کا قول ہے کہ اس کے بعد عمر خاتون

ہو گئے اور اس کا تذکرہ ابو بکر سے نہیں کیا جب نبی سے کوئی بات کہتے تھے تو اس
طرح بیان کرتے تھے جیسے راز کی بات ، کوئی سوال بھی نہیں کرتے تھے ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۵ کے ص ۱۱۶ پر بنی تمیم کے وفد کے

بارے میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے ہشام ابن یوسف نے بیان کیا ہے کہ ہم سے جبریح
نے بتایا کہ ابن ابولمیکہ نے بیان کیا انھیں عبداللہ ابن زبیر نے خبر دی کہ نبی کے پاس
بنی تمیم کا ایک وفد آیا تو ابو بکر نے کہا کہ قعقاع ابن معبد ابن زرارہ کو امیر بنایا جائے ،

عمر نے کہا نہیں بلکہ اقرع ابن حابس کو بنایا جائے ۔ ابو بکر نے کہا کہ تم میری مخالفت کر رہے

ہو ! عمر نے کہا کہ میں نے قطعی آپ کی مخالفت نہیں کی اسی کشمکش میں دونوں کی آواز
بلند ہو گئی تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ نَبِيِّ الْخِ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر و عمر آداب اسلامی کے

دستور کے تحت پاس و لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ اپنے نفسوں کو خدا و رسول پر مقدم کرتے تھے جبکہ نہ رسول کی اجازت ہوتی تھی اور نہ ہی رسول نے ان سے فرمایا تھا کہ تم بنی تمیم کی امارت میں اپنی رائے پیش کرو پھر انھوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ بنی کے سامنے جھگڑنے لگے اور آپ کے سامنے بے ادبانہ چہچہنے لگے اور اپنے اخلاق و آداب کے فرائض کی کوئی پرواہ نہ کی۔ بنی کی تعلیم و تربیت کے بعد کسی صحابی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان آداب و اخلاق کو بھلا دے۔

اگر یہ واقعہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں رونما ہوا ہوتا تو بھی ہم شیخین (ابوبکر و عمر) کو معذور سمجھتے اور ان کے لئے تاویل کر لیتے۔

لیکن روایات نے شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہ حادثہ بنی کی حیات کے آخری ایام میں اس وقت رونما ہوا جب بنی تمیم کا ایک وفد نویں ہجری میں رسول کے پاس آیا اور اس کے بعد آپ چند ماہ زندہ رہے۔ جیسا کہ ان مورخین و محدثین نے لکھا ہے کہ جنھوں نے رسول کے پاس بنی تمیم کے وفد کی آمد کا واقعہ قلم بند کیا ہے اور جیسا کہ قرآن مجید کے آخری سورتوں میں ارشاد ہے :

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ

يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾

جب خدا کی مدد اور فتح کی منزل آجائے گی اور آپ دیکھیں

کے کہ لوگ دین خدا میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

اور جب حقیقت یہ ہے تو ابوبکر و عمر کی اس گستاخی کے لئے معذرت

کرنے والے کیوں عذر تراشی کرتے ہیں جو بنی کے سامنے ہوتی تھیں اور پھر اگر اس واقعہ کو صرف روایت بیان کرتی تو بھی کوئی بات تھی۔ ہمارے اندر تنقید و تبصرہ کی جرأت نہ ہوتی لیکن خدا حق کو بیان کرنے میں شرم نہیں کرتا ہے اس نے اس واقعہ کو

قرآن میں درج کر دیا ہے جس میں ابوبکر و عمر کی تند مزاجی اور تہدید کے بارے میں پڑھا جاسکتا ہے کہ اگر اب انھوں نے ایسا کیا تو خدا ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔ حد ہو گئی راوی نے اپنے کلام کی ابتدا اس جملہ سے کی ہے : وَكَادَ الْخَيْرَانِ أَنْ يَهْلِكَ ابُوبَكْرٍ ؓ
 اس حادثہ کے راوی عبد اللہ ابن زبیر ہیں مطمئن کرنے کے
 کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جو عمر کی شان میں
 نازل ہوئی ہے ”عمر جب رسول سے بات کرتے تھے تو اتنی آہستہ کرتے تھے کہ
 سنی نہیں جاتی تھی چہ جائیکہ سمجھ میں آتی ۔ اس کے باوجود ابن زبیر نے اپنے جد ابوبکر
 کا تذکرہ نہیں کیا ہے ۔ جبکہ تاریخ اور محدثین کے نقل کردہ واقعات اس کے برعکس
 ہیں ۔ اس کے لئے ”رزیۃ یوم الخمس“ کا تذکرہ کافی ہے ۔ وہ یہ کہ نبیؐ کی وفات سے تین
 روز قبل بروز جمعرات ، ہم نبیؐ پر بہت بڑا ہمتان لگائے ہوئے دیکھتے ہیں ۔ کہتے ہیں
 کہ رسولؐ ہڈیاں بک رہے ہیں ۔ اور ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ۔ اس کے بعد
 لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کوئی کہتا تھا کہ قلم دات دے داتا کہ رسولؐ تمہارے لئے
 نوشتہ لکھ دیں ۔ اور کوئی عمر کے قول کی تکرار کرتا تھا ۔ جب شور و غل زیادہ ہو گیا ایلے تو
 نبیؐ نے فرمایا : میرے پاس سے چلے جاؤ میرے پاس جھگڑنا تمہارے لئے سزاوار
 نہیں ہے ۔ یہ اس شور و غل اور اختلاف نزاع کے الفاظ سے جو بات سمجھ میں آتی
 ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے خدا کے ان حدود کو پامال کر دیا تھا جو سورہ حجرات میں
 خدا نے ان کے لئے مقرر کی تھیں ۔ جیسا کہ بیان گذر چکا ہے ۔ ہمیں اس بات سے مطمئن
 نہیں کیا جاسکتا کہ ان (صحابہ) کا شور و غل اور اختلاف و نزاع بہت ہی دھیمی آوازیں

لے بخاری جلد ۵ ص ۱۳۸ باب مرض النبیؐ و وفاتہ

لے بخاری جلد ۱ ص ۳۸ کتاب العلم

تھا بلکہ واقعہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانا شروع کر دیا تھا یہاں تک کہ پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی عورتیں بھی اس نزاع میں شریک ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ رسول کو دات و قلم دے دو تاکہ تمہارے لئے نوشتہ لکھ دیں تو عمر نے ان سے کہا تم جیسی عورتیں یوسف کے ساتھ بھی تھیں جب وہ بیمار ہوتے تھے تو تمہاری آنکھیں آنسو برساتی تھیں اور جب صحت یاب ہوتے تھے تو انھیں پریشان کرتی تھیں۔ عمر کی بات سن کر رسول نے فرمایا: عورتوں سے کچھ نہ کہو وہ تم لوگوں سے بہتر ہیں۔ ۱۷

ان تمام باتوں سے ہماری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ انھوں نے خداوند عالم کے اس قول کی اطاعت نہیں کی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا تَقْرَبُوا
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

اے ایمان لانے والو! خدا اور رسول کے سامنے اپنی بات کو کہے نہ بڑھاؤ۔ اور نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرنا۔ اور انھوں نے عظمت رسول کا بالکل احترام نہ کیا اور نہ ہی لوگوں نے انھیں (عمر کو) اس ہدیان کا الزام لگانے وقت تادیب کی۔ اور ابوبکر کے بارے میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ انھوں نے رسول کے سامنے بے ہودہ بات کہی اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب انھوں نے عروہ ابن مسعود سے کہا: امصص بنظر اللاب ۱۸

قسطانی شارح بخاری اس عبارت پر حاشیہ لگاتے ہیں اور لکھتے ہیں حشفہ کو چوسنا عربوں میں غلیظ ترین گالی ہے پس جب رسول کے سامنے ایسی باتیں کہی جائیں گی تو خداوند عالم کے اس قول کے کیا معنی ہوں گے :

﴿وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ؟﴾

اور ان سے اس طرح بلند آواز میں بات نہ کرنا

جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

جبکہ خدا نے رسول کے بارے میں خود فرمایا ہے کہ آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ اور جب آپ کی حیا پردہ نشیں کنواری لڑکی سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔ لہ اور دونوں نے مراحت کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ رسول نہ خلق تھے اور نہ بے ہودہ کلام کرتے تھے رسول فرماتے تھے کہ تم میں سب سے اچھا شخص ہے جس کا اخلاق اچھا ہے پس ان مقرب صحابہ کو کیا ہو گیا تھا جو اس خلق عظیم سے شائرنہ تھے۔

ان تمام چیزوں کے علاوہ ایک بات میں کہتا ہوں اور وہ یہ کہ ابو بکر نے اس حکم رسول کی اطاعت نہیں کی جب آپ نے اسامہ کو ان کا امیر بنایا اور ابو بکر کو ایک عام فوجی کی حیثیت دی اور حبش اسامہ سے تخلف کرنے والوں کی سخت سرزنش کی یہاں تک فرمایا کہ حبش اسامہ سے تخلف کرنے والوں پر خدا لعنت کرے۔ سہ اور مورخین و سیرت نگار افراد نے لکھا ہے کہ یہ جملہ آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب آپ کو یہ خبر ملی کہ لوگ اسامہ کو امیر بنانے کے سلسلہ

لہ بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی، مسلم فی کتاب الفضائل باب کثرۃ حیاتہ

لہ مسلم کتاب الفضائل باب کثرۃ حیاتہ النبی، بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی

لہ علی بن خنسل شہرستانی، چوتھا مقدمہ کتاب السقیفہ مصنف ابو بکر احمد ابن العزیز جوہری

میں برا بھلا کہہ رہے ہیں۔

اس طرح ابو بکر جلدی سے سقیفہ پہنچے اور حضرت علی ابن ابی طالب کو خلافت سے دور رکھنے والوں میں شریک ہو گئے اور رسول کے غسل و کفن اور تجہیز و تدفین کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ تمام کاموں کو چھوڑ کر منصب خلافت و زعامت کے معاملات میں مشغول ہو گئے کہ جس کی طرف ان کی گردن اٹھی ہوئی تھی وہ قریبی صحبت کہاں چلی گئی، وہ دوستی کیا ہوئی؟ اخلاق کیا ہو گیا؟ مجھے ان صحابہ کے موقف پر تعجب ہوتا ہے کہ جن کے نبی نے اپنی پوری زندگی انکی ہدایت و تربیت اور نصیحت میں گزاری،

﴿عزیز علیہ ما عتَمَ حریصٌ علیکم بالمؤمنین

رؤوف رحیم...﴾

اور اس پر تمہاری ہر نصیحت شاق ہوتی وہ تمہاری ہدایت

کے بار میں حرص رکھتا ہے اور مؤمنین کے حال پر شفیق و مہربان ہے۔

وہی آپ کے جسد مبارک کو بے گور و کفن چھوڑ کر رسول کا خلیفہ معین کرنے کے لئے سقیفہ کی طرف دوڑ پڑے۔ ہم اگرچہ آج بیسویں صدی میں زندگی گزار رہے ہیں جس کو بدترین صدی کہا جاتا ہے۔ جس میں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے اقدار دھواں بن چکے ہیں اس کے باوجود جب مسلمانوں میں کوئی امر جاتا ہے تو اس کے پڑوسی و ہمسایہ جلدی سے اس کے غسل و کفن اور تجہیز و تدفین کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور رسول کے اس قول کا اتباع کرتے ہوئے کہ "میت کا احترام اور اس کا دفن کرنا ہے" اسے سپردِ لحد کرتے ہیں۔

امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب نے اپنے اس قول سے حقائق

کا انکشاف کیا ہے کہ :

﴿أما والله لقد نَقَمَ صَها ابنِ أبی قحافة وإنه لَیَعْلَمُ

ان محلی منها محل القطب من الرّحا... لے
 خدا کی قسم فرزند قحافہ نے خلافت کی قمیص کو زبردستی
 پہن لیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے
 جو چکی میں کیل کا ہوتا ہے۔

اس کے بعد ابوبکر نے فاطمہ کے گھر پر هجوم کو مباح قرار دیا
 اور انھیں دھکی دی کہ اگر بیعت سے تخلف کرنے والے باہر نہ نکلے تو ہم گھر کو
 آگ لگا دیں گے۔ اس سلسلہ میں مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اور رادیوں نے
 نسلاً بعد نسل جو نقل کیا ہے اس سے ہم (ذی الحال) چشم پوشی کر رہے ہیں تفصیل
 کیلئے تاریخی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

نبیؐ کے بعد فاطمہ کے ساتھ ابوبکر کا برتاؤ

بخاری نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت نبیؐ نے
 کسی کو اپنے والد کی میراث، مدینہ میں فئی اور فدک و خمس وغیرہ کے مطالبہ کے لئے
 ابوبکر کے پاس بھیجا تو ابوبکر نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ کہم کسی کو وارث نہیں بناتے
 جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ بس آل محمد اس مال سے کھا رہے ہیں اور قسم
 خدا کی میں صدقہ رسولؐ میں کسی قسم کی رد و بدل نہیں کروں گا بلکہ اسے اسی حال پر مقرر
 رکھوں گا جس پر وہ رسولؐ کے زمانہ میں تھا اور اس میں ایسے ہی تصرف کروں گا
 جیسے رسولؐ کیا کرتے تھے پس ابوبکر نے فاطمہ کو کسی بھی چیز کے دینے سے انکار

کر دیا۔ اس سلسلہ میں فاطمہؓ ابو بکر پر غضبناک ہو گئیں اور ان سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا۔ آپؐ نبی کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ جب انتقال فرمایا تو آپؐ کے شوہر علیؓ نے نماز پڑھ کر رات میں سپرد لحد کیا اور ابو بکر کو اس کی اجازت نہ دی گئی۔ فاطمہؓ کی حیات میں علیؓ کے پاس عذر تھا لیکن جب ان کا انتقال ہو گیا تو علیؓ نے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے ابو بکر سے مصالحت کر لی جبکہ فاطمہؓ کی زندگی میں آپؐ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ لہ

مسلم نے ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہؓ علیہا السلام بنت رسولؐ نے رسولؐ کی وفات کے بعد ابو بکر سے کہا کہ مجھے میرے والد کی وہ میراث دی جائے جو رسولؐ نے فنی وغیرہ کی صورت میں چھوڑی ہے۔ تو ابو بکر نے کہا کہ رسولؐ کا قول ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ یہ سن کر فاطمہؓ غضبناک ہو گئیں اور ابو بکر سے روابط قطع کر لئے اور مرتے دم تک ان سے رسم و راہ نہ رکھی۔ آپؐ رسولؐ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ فاطمہؓ نے ابو بکر سے رسولؐ کے ترکہ اور خیر و فک میں سے اپنا حق طلب کیا تھا لیکن ابو بکر نے فاطمہؓ کو کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا اور کہا میں وہی کروں گا جو رسولؐ کیا کرتے تھے، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے ان کے امر کی مخالفت نہ ہو جائے اور میں گمراہ نہ ہو جاؤں لیکن جہاں تک مدینہ کے صدقہ کی بات ہے تو وہ عمر، علیؓ و عباس کو پہلے ہی دے چکے ہیں اور فک و خیر کو عمر نے روک لیا اور کہا یہ دونوں رسولؐ کا صدقہ ہیں اور انہی کا حق ہے جسے وہ ضرورت مندوں پر خرچ کیا کرتے تھے

لہ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۸۲ کتاب الغازی باب منزلة خیر و صحیح مسلم کتاب الجہاد باب قول النبیؐ —

لا لورث ما ترکنا فهو صدقہ

اور اب ان کا اختیار ولی امر کو ہے اور آج بھی اپنی حالت پر ہے ۔ لے
 باوجودیکہ بخاری و مسلم نے ان روایات کو بہت اختصار اور کثرت
 و بیونیت کے ساتھ نقل کیا ہے تاکہ محقق پر حقیقت آشکار نہ ہو سکے ، خلفائے ثلاثہ
 کی عزت بچانے کے سلسلہ میں اس کام میں انھیں مہارت حاصل ہے (اس موضوع
 پر انشاء اللہ ہم ان دونوں سے بحث کریں گے اور عنقریب اس وعدہ کو وفا بھی کریں گے ۔
 اس کے باوجود یہ روایت ابو بکر کی حقیقت کے انکشاف کے
 لئے کافی ہیں انھوں نے فاطمہؓ کے دعوے کو رد کر دیا اور انھیں غضبناک کیا اور
 فاطمہؓ نے ان سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک اپنے موقف پر باقی رہیں اور
 آپؐ کی وصیت کے مطابق آپؐ کے شوہر نے رات میں مخفیانہ طور پر دفن کیا اور
 ابو بکر کو اس کی اجازت نہ دی گئی ۔ جیسا کہ ان روایات سے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی
 ہے کہ فاطمہؓ کی حیات میں حضرت علیؓ نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی لیکن آپؐ لوگوں کا
 برتاؤ دیکھ کر بیعت پر مجبور ہوئے اور ابو بکر سے مصالحت کر لی ۔

بخاری و مسلم نے جس حقیقت کی پردہ پوشی کی ہے وہ یہ ہے کہ
 جناب فاطمہؓ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ مجھے میرے والد نے اپنی حیات باغ فدک
 عطا کیا تھا پس وہ میراث نہیں ہے ۔ اگر اس بات کو فرض کر لیا جائے کہ انبیاء وارث
 نہیں بناتے ہیں ۔ جیسا کہ ابو بکر نے نبیؐ سے روایت کی ہے اور اس کے ذریعہ فاطمہؓ
 کی تکذیب کی ہے تو یہ روایت نصوص قرآن کے معارض ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے
 کہ سلیمان داؤد کے وارث بنے اور یہ گڑھی ہوئی روایت فدک کو شامل نہیں ہوتی

لے صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الجہاد باب قول النبیؐ "لا ذرئ ما ترکنا فهو صدقہ" اور صحیح بخاری نے

اس حدیث کو کتاب قرض الحسن کے باب "قرض الحسن" میں نقل کیا ہے

اس لئے کہ فدک عطیہ ہے میراث نہیں ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ آپ تمام مورخین، مفسرین اور محدثین کو یہ لکھتے ہوئے دیکھیں گے کہ فاطمہ علیہا السلام نے فدک پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا تو ابو بکر نے ان کے دعوے کو رد کر دیا اور ان سے اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ طلب کئے۔ فاطمہ نے علی بن ابی طالب اور ام ایمن کو بطور گواہ پیش کیا لیکن ابو بکر نے ان دونوں کی گواہی قبول نہ کی اور انھیں ناکافی قرار دے دیا۔ ابن حجر اس طرح تحریر کرتے ہیں ”فاطمہ نے یہ دعویٰ کیا کہ رسول نے فدک مجھے بخش دیا تھا لیکن فاطمہ اس سلسلہ میں علی اور ام ایمن کے علاوہ اور گواہ پیش نہ کر سکیں اور گواہی کا نصاب نامکمل رہ گیا۔ لہ

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ جب رسول نے وفات پائی تو فاطمہ نے دعویٰ کیا کہ رسول نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا۔ ابو بکر نے کہا فقر کی حالت میں آپ تمام لوگوں سے عزیز اور شرمندہ دے دیں گے عالم میں سب سے زیادہ محبوب ہیں لیکن مجھے آپ کے دعوے کی صحت معلوم نہیں ہے اس لئے میں آپ کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکتا ہوں۔ فخر رازی کہتے ہیں کہ کنیز رسول ام ایمن نے فاطمہ کی گواہی دی پس ابو بکر نے کہا کہ ایسا گواہ لائے جس کی گواہی قبول کی جاسکے۔ فاطمہ گواہ نہ لاسکیں۔ لہ جناب فاطمہ نے یہ دعویٰ کیا کہ رسول نے مجھے فدک بخش دیا تھا ابو بکر نے ان کا دعویٰ رد کر دیا اور اس سلسلہ میں علی اور ام ایمن کی گواہی قبول نہ کی اس واقعہ کو ابن تیمیہ، صاحب سیرت حلبیہ اور تیم جوزی وغیرہ نے بھی تحریر کیا ہے۔

لے صواعق محرقة ابن حجر بیہی ص ۲۱

لے تفسیر مفاتیح الغیب رازی جلد ۸ ص ۱۲۵، تفسیر سورہ حشر

لیکن بخاری اور مسلم دونوں نے اس کو اختصار کے ساتھ لکھا ہے
 انھوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ فاطمہؓ نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا اس سے وہ فارغین کو یہ بات
 باور کرا نا چاہتے ہیں کہ فاطمہؓ کی ناراضگی بے محل تھی اس لئے کہ ابو بکرؓ نے اس حدیث پر عمل
 کیا جو رسولؐ سے سنی تھی پس معاذ اللہ سیدہ فاطمہؓ اور ابو بکرؓ مظلوم ہیں۔ بخاری و مسلم
 کی یہ ساری ٹنگ و دود ابو بکرؓ کی عزت کے تحفظ کے لئے ہیں اس لئے وہ واقعہ نقل کرنے
 میں بھی امانتداری سے کام نہیں لیتے ہیں۔ اور نہ ہی ان احادیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں
 کہ جو خلفا کے حقائق کا انکشاف کرتی ہیں۔ اور ان پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹاتی
 ہیں کہ جو امویوں اور خلافت راشدہ کے نمک خواروں نے ڈال دیئے تھے۔ خواہ
 نبیؐ کے خلاف ہو یا ان کی پارہٴ جگر فاطمہؓ کے خلاف ہو۔ اسی لئے بخاری و مسلم
 اہلسنت کے نزدیک محدثین کے سردار بن گئے ہیں اور اہلسنت ان کی کتابوں کو
 کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتاب مانتے ہیں اور یہ اسی حق پوشی ہے جو کسی علمی دلیل
 پر استوار نہیں ہے غمقریب انشاء اللہ ہم مستقل باب میں اس کے بارے میں
 بحث کریں گے تاکہ ہم حقیقت کے متلاشی افراد کے لئے اس کا انکشاف کر سکیں۔
 اس کے باوجود مسلم و بخاری پر ہمارا اعتراض ہے کہ جنھوں نے
 فضائل فاطمہؓ زہراؓ کو بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا ہے لیکن ان کی کتابوں میں وہ
 سب کچھ موجود ہے جو ابو بکرؓ کی پستی پر دلالت کرتی ہے جو بخاری و مسلم سے زیادہ
 جناب سیدہؓ اور ان کی قدر و قیمت کو جانتے تھے لیکن پھر بھی ان کی بات کو تسلیم
 اور ان کے شوہر کی گواہی کو قبول نہیں کیا جبکہ ان کے شوہر کے بارے میں رسولؐ یہ
 فرما چکے تھے کہ اعلیٰ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ اور جدھر یہ جاتے ہیں حق
 ادھر جاتا ہے۔ لے

فی الحال ہم بخاری و مسلم کی گواہی پر اکتفا کرتے ہیں کہ جناب
رسالتاب نے فضائل زہرا میں کیا فرمایا ہے؛

فاطمہ رضی قرآنی کے لحاظ سے معصوم ہیں

مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول صبح
کے وقت برآمد ہوئے آپ ایک کالی اونی چادر (کھلی) اوڑھے ہوئے تھے کہ
حسن ابن علی آئے اور آپ نے انھیں اس چادر میں داخل کر لیا پھر حسین آئے بھی
چادر میں داخل ہو گئے پھر فاطمہ آئیں انھیں بھی آپ نے چادر میں داخل کر لیا پھر
علی آئے انھیں بھی چادر میں داخل کر لیا اور اس کے بعد فرمایا:

﴿إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

اے (پنجمبر کے) اہلبیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ
تم کو دہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھے
کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔

پس جب اس امت کی عورتوں میں صرف فاطمہ وہ ہیں جن سے
خدا نے جس کو دور رکھا اور اس طرح پاک رکھا جو حق ہے۔ پس ابو بکر کو کیا ہو گیا
تھا کہ جو انھیں جھٹلادیا اور ان سے گواہ طلب کئے۔ لے

فاطمہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں

بخاری و مسلم نے کتاب الفضائل میں ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ سب ازواج نبیؐ آپ کی خدمت میں تھیں کہ فاطمہؑ آگے بڑھیں ان کے چلنے کا انداز ہو بہو رسولؐ کے چلنے کا انداز تھا۔ جب رسولؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: مرجا میری سخت جگہ، پھر انھیں دائیں یا بائیں جانب بٹھایا پھر ان کے کان میں کچھ کہا تو فاطمہؑ پر شدید رقت طاری ہو گئی۔ پس جب رسولؐ نے انھیں غمگین دیکھا تو پھر کچھ آہستہ سے فرمایا کہ فاطمہؑ مسکرانے لگیں۔ میں نے فاطمہؑ سے کہا میں ان کی زوجہ ہوں لیکن انھوں نے آپ کو اپنا ہم راز بنایا اور آپ رونے لگیں جب رسول اللہؐ چلے گئے تو میں نے پوچھا کہ آپ کے درمیان کیا راز کی باتیں ہوتی ہیں فاطمہؑ نے جواب دیا: میں رسولؐ کے راز کو افشا نہیں کروں گی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ جب رسولؐ کا انتقال ہو گیا تو میں ان کے پاس پہنچی اور کہا کہ آپ پر میرا حق ہے اس وقت آپ نے وہ راز نہیں بتایا تھا۔ فاطمہؑ نے فرمایا: کہ ہاں اب میں تمہیں بتا سکتی ہوں۔ فرمایا: پہلی مرتبہ رسولؐ نے یہ فرمایا تھا کہ اس سال جبرئیل دو مرتبہ قرآن لے کر نازل ہوئے ہیں۔ جبکہ ہر سال ایک مرتبہ نازل ہوتے تھے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب آگیا ہے پس تم خدا کا تقویٰ اختیار کرنا اور صبر سے کام لینا بیشک میں تمہارے لئے بہترین سلف ہوں۔ اس لئے میں نے گریہ کیا جیسا کہ تم نے دیکھا اور جب رسولؐ نے مجھے محزون پایا تو دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا: فاطمہؑ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم مومنین اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو ملے

لے بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۱۰ کتاب الاستئذان باب من ناجی بن یدی الناس ولم یخیر سر صاحبہ۔

جب فاطمہ زہرا مؤمنین کی عورتوں کی سردار میں جیسا کہ رسول کے قول سے ثابت ہے۔ ابو بکر فدک کے بارے میں انھیں جھٹلاتے ہیں اور ان کی کوئی گواہی قبول نہیں کرتے تو پھر کون سی شہادت قابل قبول ہوگی؟

فاطمہ زنان جنت کی سردار ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا :
 فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ لہ جب فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اس لئے کہ جنت کی تمام عورتیں مرنے کے بعد محمدی ہی نہیں ہیں پھر ابو بکر صدیق نے انھیں کیسے جھٹلایا؟ کیا السنن یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ابو بکر کو صدیق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ۔ (ابو بکر)۔ محمد کی ہر بات کی تصدیق کرتے تھے۔ (اگر حقیقت یہی ہے) تو پھر رسول کے اس قول کی تصدیق کیوں نہیں کی جو فاطمہ زہرا کے بارے میں فرمایا تھا۔ کہ فاطمہ میرا ہی ٹکڑا ہے؟ یا اس کا تعلق فدک، صدقہ اور عطیہ سے اتنا نہیں تھا جتنا اس کا تعلق خلافت سے تھا۔ جو فاطمہ کے شوہر علی کا حق تھا۔ پس عطیہ کے سلسلہ میں فاطمہ اور ان کے شوہر کی تکذیب ابو بکر کے لئے آسان تھی تاکہ اس کے ذریعہ وہ دونوں کے مطالبوں کا سد باب کر دیں۔ یہ اتنا بڑا مکر تھا کہ جس سے پہاڑ متزلزل ہو جائیں۔

سے فاذا مات اخیرہ

لے صحیح بخاری جلد ۲ کتاب بد الخلق کے باب " مناقب قرابۃ الرسول " میں

فاطمہ نبی کا ٹکڑا میں رسول ان کے غضب سے غضبناک

ہوتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ہم سے ابو الولید نے ابن عینہ سے اور انھوں نے عمرو بن دینار سے اور انھوں نے ابن ابی ملیکہ سے اور انھوں نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا:

”فاطمۃ بضعة منی فمن أغضبها أغضبني“

”فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا

اس نے مجھے غضبناک کیا“ نیز فرمایا:

”فاطمۃ بضعة منی یربني ما أرابها ویؤذيني ما أذاها“

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے پریشان کیا اور اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی

جب رسول اپنی پارہ بگڑ کے غضبناک ہونے سے غضبناک

ہوتے ہیں اور ان کو ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول کو اذیت پہنچانا ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ فاطمہ معصوم عن الخطا ہیں ورنہ نبی کے لئے اس طرح یہ فرمانا

جائز نہیں تھا کیونکہ جو معصیت کا مرتکب ہوتا ہے اسے اذیت دینا اور غضبناک

کرنا جائز ہے خواہ اس کا مقام کتنا ہی بلند ہو اس لئے کہ شریعت اسلامی میں اپنے

اور غیر کا کوئی امتیاز نہیں ہے اور نہ ہی غنی و فقیر کا فرق ہے اس کے باوجود ابو بکرؓ نہ بڑا

کو اذیت دیتے ہیں اور ان کے غضب کی کوئی پروا نہیں کرتے ہیں بلکہ انھیں مرتے

دم تک غضبناک رکھا اور فاطمہؓ نے آخری وقت تک ان سے کلام نہ کیا اور ہر نماز

کے بعد ابو بکر کے لئے بدعا کرتی تھیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابن قتیبہ وغیرہ۔

ہاں ان تلخ اور ایسے ہی غم انگیز حقائق میں کہ جن سے ارکان منہدم

ہو جائیں اور ایمان متزلزل ہو جائے۔ کیونکہ حق و حقیقت کے متلاشی، منصف

مزاج ان کے لئے اعتراض کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے کہ ابو بکر نے فاطمہ

زہراؓ پر ظلم کیا ہے۔ اور ان کے حق کو غصب کیا ہے وہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے اور

ان کے لئے ممکن تھا کہ وہ فاطمہؓ کو راضی اور خوشنود کر لیتے۔ اور ان کا حق دے

دیتے چوں کہ فاطمہؓ کی صداقت مسلم ہے۔ — ان کی صداقت کی گواہی خدا اور رسول

دے رہے ہیں اور مع ابو بکر کے تمام مسلمانوں نے آپؐ کی صداقت کا لوہا مانا ہے

لیکن سیاست ہر چیز کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اور نتیجہ میں صادق کا ذب اور

کاذب صادق بن جاتا ہے۔

جی ہاں! یہ اس سازش کی ایک کڑی ہے جو اہل بیت کو

اس منصب سے دور رکھنے کے لئے کی گئی جو خدا نے ان کے لئے منتخب کیا

تھا اور اس سازش کی ابتدا علیؑ کو خلافت سے دور اور فاطمہؓ کی تکذیب

اور اہانت اور میراث سے محرومی سے ہوئی اور انھیں بتا دیا گیا کہ لوگوں کے

دلوں میں ان کا کوئی احترام باقی نہ رہا۔ اس سازش کی انتہا شہادت علیؑ اور قتل

حسن و حسین اور مخدرات کی بے پردگی پر ہوئی۔ ان کے شیعہ، ان کے چاہنے والے

اور اتباع کرنے والے قتل کئے جانے لگے شاید اس سازش کا سلسلہ آج تک

چلا آ رہا ہے۔ آج بھی ایسے کرتوت کا پتہ اور ان کے نتیجوں کا نشان ملتا ہے۔

یقیناً ایک آزاد اور منصف مزاج مسلمان ان حقائق سے

اس وقت آگاہ ہو جائے گا جب تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور اس طرح حق

کو باطل سے جدا کرے گا کہ اہلبیتؑ پر سب زیادہ ابو بکرؓ نے ظلم کیا ہے۔ اس سلسلہ میں

صحیح بخاری و مسلم کا مطالعہ کافی ہوگا۔ اگر وہ حق کا جوئندہ ہے تو اس حقیقہ منکشف ہو جائے گا۔

یہ لیجئے بخاری و مسلم دونوں اعتراف کرتے ہیں کہ ابو بکر عام صحابہ کے دعووں کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ لیکن یہی ابو بکر فاطمہ زہرا سیدہ نساء اہل الجنۃ کہ جس کے بارے میں خدایہ گواہی دے رہا ہے کہ ہم نے ان سے جس کو دور رکھا۔ اور عیب سے طاہر رکھا۔ اسی طرح ابو بکر علیؓ اور ام ایمن کی تکذیب کرتے ہیں اب آپ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری و مسلم دونوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: جب رسول کا انتقال ہو چکا تو علاء بن حضرمی کی طرف سے ابو بکر کے پاس مال آیا تو ابو بکر نے کہا: بنی پر جس کا قرض ہو یا انھوں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ اگر بیان کرے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھ سے رسول نے ایسا وعدہ کیا تھا۔ پس انھوں نے تین مرتبہ ہاتھ بٹھایا۔ جابر کہتے ہیں میں نے جب ان کی شہادت کی تو میرے پاس پندرہ سو (سکے) تھے۔ لے

آیا کوئی ابو بکر سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے جابر ابن عبد اللہ کی کیوں تصدیق کی کہ ان سے بنی نے کچھ عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا ابو بکر نے تین مرتبہ مشت بھر کر پندرہ سو سکے دیئے جبکہ ان سے گواہی نہیں طلب کئے کیا جابر ابن عبد اللہ انصاری فاطمہ سے زیادہ متقی اور سیف نساء العالمین سے نیک تر تھے؟ اس سے زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ فاطمہ کے شوہر علیؓ کی شہادت کو رد

۱۔ صحیح بخاری جلد ۳ کتاب الشہادات باب "من امور بانحاز الوعد"۔ صحیح مسلم

کتاب الفضائل باب "ما نزل رسول اللہ شیا قط فقال لا وکثر عطاۃ"

کر دیا کہ جن سے جدا نے جس کو دور رکھا ایسے پاک کیا جو حق ہے اور ان پر اسی طرح درود بھیجا اور جب کیا جس طرح رسول پر درود بھیجا واجب ہے جن کی محبت کو رسول نے ایمان اور دشمنی کو نفاق قرار دیا ہے۔ ۱۷

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ۔ بنی صہیب موئی ابن جذعان نے دو گھروں اور ایک حجرہ کا دعویٰ کیا، رسول نے وہ گھر صہیب کو دے دیا۔ مروان نے کہا: اس سلسلہ میں کسی نے گواہی دی ہے۔ انھوں نے کہا: ابن عمر نے! انھیں بلایا گیا تو انھوں نے گواہی دی کہ رسول نے صہیب کو دو گھر اور ایک حجرہ دے دیا ہے تو مروان نے بھی ایسے فیصلہ کر دیا۔ ۱۸

مسلمانو! ان تصرفات اور احکام میں غیر مساوی رویہ کو دیکھو کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے؟ جب خلیفہ صرف ابن عمر کی گواہی پر مدیون کے حق میں فیصلہ کرتا ہے تو کیا کسی مسلمان کو یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب اور ام ایمن کی گواہی کو کیوں رد کیا گیا؟ جبکہ ایک مرد اور اس کے ساتھ ایک عورت کی گواہی صرف ایک مرد کی گواہی سے قوی ہوتی ہے۔ جب ہم شہادت (گواہی) کے لڑاؤ کو دیکھتے ہیں کہ قرآن نے جس کا حکم دیا ہے — کیا صہیب کی اولاد بنت مصطفیٰؐ سے زیادہ اپنے دعوے میں سچی ہیں؟ حکام کے نزدیک ابن عمر موثق و معتبر ہیں اور علیؑ معتبر نہیں ہیں؛ لیکن یہ دعویٰ کہ نبیؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا جیسا کہ ابو بکر نے حدیث بیان کی ہے۔ اور جس سے فاطمہؑ زہرا کو

۱۷۔ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۶۱ باب "الدلیل علی ان حب الانصار و علی من الایمان و علامۃ

بغضہم من علامۃ النفاق" صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۳۰۶ سنن النسائی جلد ۲ ص ۱۱۴

۱۸۔ صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۳۳

جھٹلایا ہے جو کتاب خدا کی معارض ہے۔ اور وہ ایسی حجت ہے جو کبھی باطل نہیں ہو سکتی اس کو نبیؐ نے اپنے اس قول سے صحیح قرار دیا ہے :

«إذا جاءكم حديث عني فاعرضوه علي كتاب الله فإن وافق كتاب الله فاعملوا به وإن خالف كتاب الله فاضربوا به عرض الجدار».

جب تمہارے پاس میری کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب خدا پر پرکھو، اگر کتاب خدا کے موافق ہو تو اس پر عمل کرو اور اگر کتاب خدا کے مخالف ہو تو اسے دیوار پر دے مارو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی متعدد آیتوں کے معارض ہے آیا کوئی سوال کرنے والا ابو بکر اور تمام مسلمانوں سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ اس حدیث کی روایت کے سلسلہ میں جو عقل و نقل کے خلاف اور قرآن کے معارض ہے تنہا ابو بکر کی گواہی کیوں قبول کی جاتی ہے اور فاطمہ زہراؑ اور علیؑ کی گواہی جو عقل و نقل کے موافق اور قرآن کے مطابق ہے اسے کیوں قبول نہیں کیا جاتا۔

یہاں میں ایک بات کا اضافہ کرتا چلوں اور وہ یہ کہ خواہ ابو بکر کا مرتبہ کتنا ہی بلند ہو جائے اور خواہ کتنے ہی افراد اس کا دفاع اور تائید کرنے والے وجود دیں آجائیں تو بھی وہ سیدہ نساء عالمین حضرت فاطمہ زہراؑ اور علیؑ ابن ابی طالب کی عظمت و فضیلت تک نہیں پہنچ سکیں گے کہ جن کو رسولؐ نے تمام صحابہ پر ہر موقع پر فضیلت دی ہے۔ یہاں مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب رسولؐ نے کھگر پر حرم اسلام علیؑ کے ہاتھوں میں دیا کہ :

یہ علم اس کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔

یہ سن کر تمام صحابہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ علم ہم کو عطا کیا جائے لیکن پرچم اسلام آپ نے علی کو عطا کیا۔ لہ رسول نے علی کے بارے میں فرمایا کہ:

علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمام مومنین کے ولی ہیں۔ ۱۷

اگر متعصب افراد اس حدیث کے صحیح ہونے میں شک کریں گے تو وہ کم از کم ان احادیث میں کبھی شک نہیں کر سکیں گے کہ علی و فاطمہؑ پر درود بھیجنا نبیؐ پر درود بھیجنے کا جز ہے پس ابو بکر و عمر و عثمان اور دیگر وہ صحابہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کی نمازیں اس وقت تک قبول نہیں کی جائیں گی جب تک وہ محمد و آل محمدؐ پر درود نہ بھیجیں جیسا کہ المسند کی صحاح میں وارد ہوا ہے۔ ۱۸ یہاں تک کہ امام شافعی نے المبیئت کے بارے میں کہہ دیا

«من لم یصل علیکم لا صلاة له»

„جو آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہے۔“

پس جب ان سب کے لئے جھوٹ اور باطل دعوے جائز ہوں گے تو اسلام پر سلام اور دنیا پر خاک، لیکن جب آپ یہ پوچھیں گے کہ ابو بکر کی گواہی کیوں

۱۷۔ صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۵ و جلد ۴ ص ۲۶

۱۸۔ صحیح مسلم جلد ۴ ص ۱۲۱ باب «فضائل علی ابن ابی طالب»

۱۹۔ صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۶۰ باب «ان الله و ملائکته یصلون علی النبی»

قبول کر لی گئی اور اہلبیت کی شہادت کیوں رد کر دی گئی؟ تو جواب ملے گا کہ وہ حاکم ہے اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے کیونکہ ہر حالت میں حق اس کے ساتھ ہوتا ہے اور طاقتور کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے درندہ کا دعویٰ کہ ہر حالت میں اسی کی دلیل کامیاب ہوتی ہے۔

قارئین محترم آپ میرے ساتھ آئیں اور اس قول کی صداقت کے لئے میراث نبیؐ کے سلسلہ میں بخاری کا تناقض ملاحظہ فرمائیں ابوبکر کی بیان کی ہوئی یہ حدیث «نحن معشر الانبياء لا نورث ما تركنا صدقة» تمام اہلسنت والجماعت اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اسی کو دلیل بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابوبکر نے فاطمہؓ زہراؓ کا دعویٰ قبول نہیں کیا۔

جو چیز آپ کو اس حدیث کے باطل ہونیکو بتاتی ہے وہ اس کا غرض ہونا ہے۔ اس کے علاوہ فاطمہؓ نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا تھا اور اسی طرح ازواج نبیؐ اہبات المؤمنین نے بھی میراث کے سلسلہ میں ابوبکر کے پاس کسی کو بھیجا تھا۔ بخاری کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے لیکن دوسری جگہ بخاری خود اپنی اس عبارت کے خلاف تحریر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ عمر ابن خطابؓ نے ازواج نبیؐ کے درمیان میراث تقسیم کی۔ بخاری نے کتاب الوکالہ — باب المزارعہ بالشرط وغیرہ سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے خیبر کی کھیتی اور پھلوں کی دیکھ بھال کے لئے عامل مقرر کیا۔ پس ازواج کو سو و سو، اشی حق مجوریں بیس و سو جو دیتے تھے جب عمر

۱۔ صحیح بخاری جلد ۵ ص ۱۱۱ باب «حدیث بنی النضیر» کتاب المغازی

۲۔ یہ ایک چمانہ ہے جو ایک سو اسی کلو گرام ہوتا ہے

نے خیر کو تقسیم کیا تو انھوں نے ازدواج نبی کے درمیان زمین اور پانی کو تقسیم کیا اور کہا کہ اس میں سے جسکو چاہیں اختیار کریں۔ پس ان میں سے بعض نے زمین لے لی اور کسی نے دسق قبول کیا جبکہ عائشہ نے زمین لی تھی۔ لہ

اس روایت سے بخوبی واضح ہے کہ فاطمہؑ نے خیر سے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا تھا جسے اپنے باپ کی میراث مانگی تھی۔ اور ابو بکر نے آپ کا مطالبہ یہ کہہ کر رد کر دیا کہ رسولؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا۔ اور یہی روایت واضح طور پر یہ بھی بتا رہی ہے کہ عمر ابن خطاب نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ازدواج نبی کے درمیان خیر تقسیم کیا۔ اور انھیں یہ اختیار دیا کہ چاہے زمین لے لیں یا دسق اور عائشہ نے زمین لے لی پس جب نبیؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا تھا۔ تو عائشہ کو زوجہ کی حیثیت سے میراث دی گئی۔ اور فاطمہؑ کو بیٹی کی حیثیت سے کیوں نہ دی گئی؟

اس سلسلہ میں صاحبان عقل و شعور ہمیں فتویٰ دیں اس کا آپ کو اجر و ثواب ملے گا یہاں میں ایک چیز کا اور اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ عائشہ بنت ابو بکر نے نبیؐ کے پورے گھر پر قبضہ کر لیا تھا اور ازدواج نبیؐ میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا تھا۔ انھوں نے اپنے آپ کو اسی گھر میں اور عمر کو ان کے برابر میں دفن کیا اور امام حسینؑ کو امام حسنؑ کا جنازہ ان کے جد کے پیلو میں دفن کرنے سے منع کر دیا۔ تو ابن عباس نے کہا: اونٹ پر تم بیٹھ چکیں، خچر پر سوار ہو چکیں، زندہ رہو گی تو ابھی پر سوار ہو گی۔ تمھارا آٹھویں حصہ میں سے نواں حصہ ہے اور پورے کی مالک بنی ہوئی ہو، بہر حال میں اس موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا اس لئے محقق تاریخ کا کا مطالعہ فرمائیں لیکن یہاں فاطمہؑ زہراؑ کا وہ خطبہ جو آپ نے ابو بکر اور بڑے بڑے

صحابہ کے سامنے دیا تھا اس کا کچھ حصہ ذکر کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاکہ ان میں سے جو ہلاک ہو وہ دلیل کے بعد اور جو نجات پائے وہ بھی دلیل کے بعد چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

تم لوگوں نے جان بوجھ کر کتاب خدا کو چھوڑ رکھا ہے
 اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ سیماں اپنے
 باپ داؤد کے وارث ہوئے اور جناب یحییٰ کے قصہ میں حضرت
 ذکریا کی یہ دعا موجود ہے، خداوند امجھے اپنی طرف سے ایسا وارث
 عطا فرما جو میری میراث پائے اور آل یعقوب کا وارث بھی قرار
 پائے۔ اور اسی کتاب میں ارشاد خداوند ہے کہ تمہارا رب تمہیں
 تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ میراث کی تقسیم
 میں مرد کو عورت کے دو برابر حصہ دو۔ ارشاد ہوتا ہے اگر کوئی
 مرتے وقت مال چھوڑے تو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں
 کے لئے نیکی یعنی وصیت کر جائے۔ اور تم نے یہ گمان کر رکھا
 ہے کہ میرا کوئی حق ہی نہیں اور میں اپنے باپ کی میراث نہیں لے
 سکتی اور ہم لوگوں کے درمیان کوئی حقیقی قرابت ہی نہیں ہے
 کیا خداوند عالم نے میراث کے بارے میں تم کو کسی آیت سے
 مخصوص کیا ہے کہ جس سے میرے پدر بزرگوار کو مستثنیٰ کر دیا
 ہے۔ کیا قرآن کے عموم و خصوص کو تم میرے والد اور ان کے
 ابن عم سے بہتر سمجھتے ہو؟ یا تم کہتے ہو کہ دولت والے ایک دوسرے
 کی میراث نہیں پاتے تو کیا میں اور میرے پدر بزرگوار ایک
 ملت پر نہیں ہیں؟ ٹھیک ہے آج مذک کو اس طرح قبضہ میں

کر جو جس طرح مہار اور پالان شتر کو قبضہ میں کیا جاتا ہے۔ ابوبکر
قیامت کے دن اس کا نتیجہ بھگتیں گے اور بہترین فیصلہ کر نیوالا
خدا ہوگا۔ اور محمد ہمارے ضامن ہونگے (اے ابوبکر) ہماری اور
تمہاری وعدہ گاہ قیامت ہے اور (یاد رکھو) قیامت کے دن
باطل پرست خسارہ میں رہیں گے۔

ابوبکر مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب استتابة المرتدین کے باب،
”قتل من ابی قبول الفرائض“ میں اور سلم نے کتاب الایمان کے باب ”الامر
بقتال الناس“ میں ابوبکریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب نبیؐ کا
انتقال ہو گیا اور ابوبکر خلیفہ بن گئے اور عرب میں سے کچھ لوگ کافر ہو گئے تو عمر
نے کہا: اے ابوبکر لوگوں سے تم کیسے جنگ کرو گے جبکہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ اس
وقت تک قتال وجدال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لوگ کلمہ نہ پڑھ لیں پس جس نے
لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس کی جان و مال محفوظ ہو گئی مگر یہ کہ وہ اس کا مستحق ہو اور اس
کا حساب خدا سے مربوط ہے؟ ابوبکر نے کہا: قسم خدا کی میں ضرور بالفزور اس سے
جنگ کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے
قسم خدا کی اگر انھوں نے مجھے زکوٰۃ دینے سے منع کیا جبکہ وہ رسولؐ کو زکوٰۃ دے
چکے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ عمر نے کہا خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جنگ
کے لئے ابوبکر کا سینہ خدا نے کٹا دیا ہے پس میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔
ابوبکر و عمر کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان ہی دونوں نے

فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کی اس وقت دھمکی دی تھی جب بیعت نہ کرنے والے ان کے گھر میں پناہ گزین تھے۔ لے جب وہ علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ اور ان برگزیدہ صحابہ کو جلانے کے لئے تیار تھے جنہوں نے بیعت سے انکار کر دیا تھا تو بائعین زکوٰۃ کا قتل کرنا تو ان کے لئے بہت ہی آسان تھا اور دور افتادہ علاقوں میں بسنے والوں کی عزتِ طاہرہ اور صحابہؓ اخیار کے مقابلہ میں قدر و قیمت ہی کیا تھی؟ یہاں ایک بات اور عرض کر دوں کہ بیعت کا انکار کرنے والے افراد نص رسولؐ کے ذریعہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ان کے حق میں کوئی نص نہیں تھی تو بھی انہیں شوریٰ پر اعتراض اور تنقید و تبصرہ کا حق تھا۔ اس کے باوجود انہیں جلانے کی دھمکی تو اتر سے ثابت ہے۔ اور اگر علیؑ اپنے رویہ میں نرمی اور دوسرے صحابہ سے یہ نہ کہتے کہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور وحدتِ اسلامی کے لئے بیعت کر لو تو وہ ابو بکر و عمر سب کو جلا دیتے۔

اب تمام چیزیں ان کے منشاء کے موافق تھیں، ان کی جگہ مستحکم ہو چکی تھی۔ زہراؑ کی موت اور علیؑ کی مصالحت کے بعد کون تھا جو کچھ کہنے کی ہمت کرتا۔ اب وہ لوگ ان قبائل کو کیسے نظر انداز کر سکتے تھے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ جب تک امر خلافت واضح نہیں ہوتا اس وقت تک ہم کسی کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ نبیؐ کے بعد خلافت سے جو کھلواڑ ہوا اس کا اعتراف خود عمرؓ نے اس طرح کیا ہے کہ ابو بکرؓ کی بیعت اتفاقی امر تھا۔ ۱۷

۱۷ الامامة والسياسة، ابن قتيبة، العقد الفرید جلد ۲، حدیث السقیفہ اور طبری و سعودی اپنی تاریخ میں اور ابوالفداء شہرستانی نے تحریر کیا ہے۔

۱۸ صحیح بخاری کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة باب رجم الجلی من الزنا

پھر ابوبکر کا نیک مسلمانوں کو قتل کرنا، ان کی ہتک حرمت کرنا، ان کی عورتوں کو بے پردہ کرنا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے خالد ابن ولید کو بھیج کر قید بنی سلم کو جو لوہا دیا۔ لہ پھر خالد کو پیامہ اور بنی تمیم کی طرف بھیجا تو خالد نے انھیں دھوکا دے کر قتل کر دیا اور مالک ابن نویرہ جیسے جلیل القدر صحابی کو کہ جس کو رسول نے ان کی قوم سے صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا تھا۔ اور ان (مالک) کی زوجہ سے اسی شب میں خالد نے زنا کیا۔ للاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم“

مالک اور ان کی قوم کی صرف یہ تقصیر تھی کہ انھوں نے بنی کی وفات کے بعد ردنا ہونے والے حوادث، جیسے علیؑ کو خلافت سے الگ کرنا اور فاطمہؑ زہراؑ پر اپنا ظلم کرنا کہ جس میں وہ تنگی کے عالم میں انتقال فرمائیں، اور انصار کے سردار کا ان (ابوبکر و عمرؓ) کی مخالفت کر کے بیعت سے خارج ہونا وغیرہ کو وہ سن چکے تھے اسی لئے مالک اور ان کی قوم زکوٰۃ جمع کر رہے تھے کہ خلیفہ اور ان کے مددگاروں نے ان کے قتل کرنے اور ان کی عورتوں کو بے پردہ کرنے اور ان کی بے عزتی کرنے کا حکم صادر کر دیا اور ان کو ایسا تاخوش کیا گیا کہ جس سے خلافت کے بارے میں عرف میں سے کوئی کچھ کہنے کی ہمت نہ کرے۔

افسوس تو اس شخص پر ہے جو ابوبکر اور ان کی حکومت کا دفاع کرتا ہے۔ بلکہ ان کی اس خطا کو صحیح قرار دیتا ہے جس کا انھیں خود اعتراف تھا۔ لہ اور عمرؓ کی طرح کہتا ہے: قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ خدا نے جنگ و جدال

۱۔ ریاض النفرہ مصنف محب الدین طبری جلد رامت ۱، لہ جیسا کہ انھوں نے مالک کے بھائی سے معذرت کی اور اسے مسلمانوں کے بیت المال سے مالک کی دیت دی اور کہا —

کے لئے ابوبکر کا سینہ کٹا دیا۔ بس میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

کیا ہم عمر سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ آپ ان مسلمانوں کے قتل کے بارے میں کیسے مطمئن ہو گئے جن کے تعلق آپ نے خود رسول کا یہ قول نقل کیا تھا کہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھنے والے کو قتل کرنا حرام ہے اور عمر نے حدیث کو بنیاد بنا کر ابوبکر سے بحث کی تھی لیکن یہ انقلاب کیسے آگیا عمر ان لوگوں کے قتل سے کیونکر مطمئن ہو گئے اور نہ جانے عمر ابوبکر کے شرح صدر سے یہ بات کیسے معلوم ہو گئی کہ یہ حق ہے اور ابوبکر کے سینہ کا آپریشن کس طرح ہوا کہ جسے عمر کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا؟ اگر شرح صدر کا آپریشن معنوی تھا نہ کہ حقیقی تو پھر خدا نے اس قوم کے سینے کیوں کشادہ کر دیئے تھے جو ان احکام کی مخالفت کر رہی تھی جو رسول لائے تھے۔ اور خدا نے اپنے بندوں کے بارے میں یہ کیوں فرمایا تھا کہ جو ”لا الہ الا اللہ“ کہے تم پر اس کا قتل حرام ہے اس کا حساب میرے ذمہ ہے۔ اس کے بعد ان کے قتل کرنے کے لئے ابوبکر و عمر کا سینہ کٹا دیا۔ یا یہ وہ اجتہاد ہے جو سیاسی مصلحت کی بنا پر کیا گیا تھا اور احکام خدا کو دیوار پر مار دیا گیا تھا۔

ابوبکر کا دفاع کرنے والوں کا یہ دعویٰ کہ وہ لوگ رمانین زکوٰۃ، اسلام سے خارج ہو گئے تھے اس لئے ان کا قتل واجب تھا تو یہ سراسر غلط ہے اور جو تاریخی کتابوں سے تھوڑی سی آشنائی رکھتا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مرتد نہیں ہوتے تھے۔ کیسے جبکہ انھوں نے خالد کے ساتھ اس وقت بھی نماز پڑھی تھی جب وہ انھیں تیغ کرنے کے لئے

سے خالد نے تاویل کی سو اس سے خطا ہو گئی۔

تیار تھا۔ پھر اس جھوٹے دعوے کی تردید خود ابو بکر نے مسلمانوں کے بیت المال سے دیت کی ادائیگی سے کی تھی اور اس قتل کے بارے میں عذر خواہی کی تھی۔ یہ قتل کرنے کے بعد نہ معذرت کی جاتی ہے اور نہ مسلمانوں کے بیت المال سے اس کی دیت دی جاتی ہے اور نہ ہی سلف صالح میں سے کسی نے مانعین زکوٰۃ کو مرتد کہا ہے۔ ہاں بعد والے زمانہ میں حیب متعدد دفرتے ہو گئے اہل سنت نے بے فائدہ یہ کوشش کی کہ ابو بکر کے انحال کی توجیہ کی جائے لیکن انھیں کوئی ایسا راستہ نہ ملا تو انھوں نے مانعین زکوٰۃ کو مرتد کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق اور قتل کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ اہلسنت کی صحاح میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ بخاری نے جہاں یہ حدیث اور ابو بکر کے اس قول کو نقل کیا ہے ”قسم خدا کی میں لازمی زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرنے سے قتال کروں گا وہاں جس نے فرائض کا انکار کیا اور لوگوں نے اسے مرتد کہا“ کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے یہ دلیل ہے اس بات پر کہ بخاری خود بھی ان کے ارتداد کے معتقد نہ تھے۔

کچھ دوسرے لوگوں نے حدیث کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ ابو بکر نے تاویل کر کے کہہ دیا تھا کہ زکوٰۃ حق بیت المال ہے۔ حالانکہ یہ تاویل چند وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

۱۔ رسول نے کلمہ پڑھنے والے کے قتل کو حرام قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث موجود ہیں جو کہ اہلسنت نے بھی صحاح میں درج

۱۔ صحیح بخاری کتاب الایمان باب خوف المؤمن من ان یحبط عہدہ و ہولای شعر و صحیح مسلم کتاب الایمان باب ”قول النبی“ ”سباب المسلم فسوق وقتانہ کفر“

کی ہیں ہم عنقریب انہیں بھی پیش کریں گے۔

۲۔ اگر زکوٰۃ (بیت المال کا) حق ہوتی تو حدیث حاکم شرع کے لئے مانعین

زکوٰۃ کا خون بہائے بغیر ان سے زبردستی زکوٰۃ وصول نہ کرنا قرار دیتی۔

۳۔ اگر یہ تاویل صحیح ہوتی تو رسول بھی ثعلبہ کو قتل کر دیتے کیونکہ

اس نے بھی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا (یہ واقعہ مشہور ہے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے) لہ

۴۔ اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کلمہ پڑھنے والے کے التزام

کے سلسلہ میں بخاری و مسلم کی حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

”۱۔ بخاری نے مقداد ابن اسود سے نقل کیا ہے انہوں نے

رسول سے عرض کی: یا رسول اللہ آپ کا اس سلسلہ میں کیا نظریہ ہے کہ میری کفار کے ایک شخص سے مڈبھیر ہو گئی اور پھر ہمارے درمیان جنگ ہونے لگی اس نے تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ لیا اس کے بعد وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو کر مجھ سے پناہ مانگنے لگا اور کہنے لگا: میں اسلام لے آیا ہوں، یا رسول اللہ آیا یہ کہنے کے بعد بھی میں اسے قتل کر دوں؟ رسول نے فرمایا: نہیں، مقداد نے کہا یا رسول اللہ اس نے میرا ہاتھ قطع کر دیا اور اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ مسلمان ہو گیا، پس رسول نے فرمایا: اسے قتل نہ کرو اور اگر تم نے اسے قتل کیا تو اس شخص کا مقام وہ قرار پائے گا جو قتل کرنے سے قبل تمہارا تھا۔ اور تمہاری منزل وہ ہوگی جو کلمہ نہ پڑھنے سے قبل اس کافر کی تھی۔ ۲۔

لہ ثناء اہل حدیث ص ۱۸۳ طبع البغدادی - ۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان

قال لا اله الا الله۔۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیثی خلیفہ عن المقداد ابن اسود

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کا فر ظلم و تعدی کے بعد بھی کلمہ پڑھ لے تو اسے قتل کرنا حرام ہے جبکہ اس نے کلمہ میں نہ محمد کی رسالت کا اعتراف کیا ہے نہ نماز پڑھنے اور نہ زکوٰۃ دینے کا وعدہ کیا ہے، نہ روزہ رکھنے اور نہ ہی حج بجالانے کا اعتراف کیا ہے۔ تم کہاں چلے جا رہے ہو اور کسی تاویل کر رہے ہو؟

”ب۔“ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب ”بعث النبئی اسامة ابن زید الی المحرقات من جہینۃ“ اور مسلم نے کتاب الایمان کے باب ”تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ“ میں اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے کہ، ہمیں رسولؐ نے حرقہ کی طرف بھیجا ہمارا اس قوم سے مقابلہ ہوا تو ہم نے اسے پکڑ دیا میں اور انصار میں سے ایک شخص حرقہ کے ایک شخص کے قریب پہنچے جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا انصاری نے تو اسے کچھ نہ کہا لیکن میں نے اسے نذرہ مار کر ہلاک کر دیا جب ہم واپس آگئے اور رسولؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: اسے اسامہ تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ میں نے عرض کی وہ پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔ آپؐ نے اس قدر اس کلمہ کی بھرا کر کہ میں یہ سوچنے لگا کہ کاش میں آج سے پہلے ایمان نہ لایا ہوتا۔

اس حدیث سے قطعی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس نے کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھ لیا اس کا قتل حرام ہے جیسا کہ آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ رسولؐ نے اسامہ پر اتنی سختی کی کہ وہ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش میں اس دن سے پہلے ایمان ہی نہ لایا ہوتا تاکہ یہ حدیث اس کو بھی شامل ہو جاتی کہ اسلام پہلے گناہوں کو بخش دیتا ہے، اور اس بڑے گناہ کی وجہ سے خدا سے مغفرت کا خواستگار ہوا

بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں ابو ذر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ایک روز میں نبیؐ کے پاس آیا، دیکھا کہ آپؐ سفید چادر اوڑھے سو رہے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد میں پھر حاضر ہوا تو اس وقت آپؐ بیدار ہو چکے تھے پس آپؐ نے فرمایا کہ:

جو شخص بھی لا الہ الا اللہ پڑھ لے گا اور مرتے دم تک

اس پر برقرار رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

میں نے عرض کی: خواہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، آپؐ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو۔ میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، آپؐ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، میں نے (پھر) عرض کی: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، آپؐ نے (پھر) فرمایا: خواہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، اور اس سے ابو ذرؓ کا ذلیل ہونا پڑا ہو۔ لہ

جب ابو ذر اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ خواہ یہ ابو ذر کو برا ہی لگے۔

یہ دوسری حدیث ہے جو مکملہ پڑھ لینے والے کے داخل جنت ہونے کو بیان کرتی ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے خواہ اس سے ابو بکرؓ عمر اور ان کے اصحاب و انصار کچھ جو ان کی عزت بچانے کے لئے تاویل کرتے ہیں حقائق کو بدل ڈالتے ہیں اور احکام خدا میں رد و بدل کرتے ہیں، کی اس سے ہنک ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔

لے صحیح بخاری، کتاب الباس باب "شیاب البیض" صحیح مسلم کتاب الایمان باب "من مات

لا یشترک باللہ شیئاً دخل الجنة"

بیشک ابوبکر و عمر دونوں ان احکام سے واقف تھے، کیونکہ رسالتِ نبی سے قریب تھے ہم سے بہتر طور پر احکام کی معرفت رکھتے تھے لیکن ان دونوں نے خلافت کی طمع میں بہت سے احکامِ خدا و رسول کی تاویل کرنی جبکہ اس پر بیٹہ موجود تھا۔

شاید جب ابوبکر نے مانعینِ زکوٰۃ کے قتل کا ارادہ کیا اور عمر نے ابوبکر کے سامنے رسول کی یہ حدیث پیش کی تھی کہ یہ قتل حرام ہے تو انھوں نے اپنے دوست کو اس طرح مطمئن کیا ہوگا کہ جب تم خانہٴ فاطمہ کو جلانے کے لئے لکڑیاں لے جا سکتے ہو جبکہ فاطمہ کلہر شہادت بھی پڑھتی تھیں۔ پھر عمر نے ابوبکر کو قانع کیا کہ اب دارِ اسطنت میں علی و فاطمہ کی بھی کوئی شان نہیں ہے چہ جائیکہ دور افتادہ علاقوں میں بسنے والے ان قبیلوں کی کوئی حقیقت ہے جو مانعینِ زکوٰۃ ہیں۔ اور اگر ہم انھیں ایسے چھوڑ دیں گے تو اسلامی شہروں میں ان کا یہ واقعہ تیزی سے پھیل جائے گا اور عنقریب مرکزِ خلافت میں ان کا اثر و رسوخ بن جائے گا۔

اب عمر نے دیکھا کہ خدا نے جنگ و قتال کے لئے ابوبکر کا سینہ کشادہ کر دیا ہے کہدیا کہ ہاں یہی حق ہے۔

ابوبکر، عمر اور عثمان حدیثِ نبیؐ لکھنے سے منع کرتے ہیں

جب محقق تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور اس بات کا احاطہ کرے گا کہ خلفائے ثلاثہ کی حکومت میں بہت سی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں تو وہ بخوبی سمجھ لے گا کہ انھوں نے (خلفائے ثلاثہ) حدیثِ نبویؐ کو ضبطِ تحریر میں لانے اور اسکی تدوین ہی کو منع نہیں کیا بلکہ حدیثِ بیان کرنے پر بھی پابندی لگادی تھی کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ احادیثِ ان کی مصلحت کے خلاف ہیں یا کم از کم انکے

اکثر ان احکام و افعال کے مخالف و معارض ہیں جو ان کی اوّل و اجتہاد کا نتیجہ ہیں۔ باقی
 بھی حدیث نبویؐ کہ جو شریعت اسلامی کا دوسرا مصدر ہے بلکہ مصدر اول کی مفسر اور
 بیان کرنے والی ہے۔ واضح رہے کہ مصدر اول قرآن مجید ہے حدیث بیان کرنا
 حرام تھی اسی لئے مومنین و محدثین نے پہلی فرصت میں عمر ابن عبدالعزیز یا ان کے
 زمانہ کے کچھ اور بعد میں حدیث کی تدوین و دستہ بندی کا کام شروع کیا بخاری نے
 اپنی صحیح کی کتاب العلم کے باب ”کیف یقبض العلم“ میں تحریر کیا ہے کہ عمر ابن عبد
 العزیز نے ابو بکر ابن حزم کو لکھا کہ تمہیں جہاں بھی رسولؐ کی حدیث ملے اسے لکھ لو
 میں ڈرتا ہوں کہ علماء کے فوت ہو جانے سے علم کے نشانات نہ مٹ جائیں۔

لیجئے وفات نبویؐ کے بعد ابو بکر لوگوں کے درمیان خطبہ دیتے
 ہیں اور کہتے ہیں تم لوگ رسولؐ سے حدیث نقل کرتے ہو اور ان میں اختلاف کرتے
 ہو۔ تمہارے بعد والے ان میں اور زیادہ اختلاف کریں گے لہذا تم رسولؐ کی کسی حدیث کو
 بیان نہ کرنا جو تم سے حدیث رسولؐ کے بارے میں بوجھ تو کہہ دینا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب خدا ہے
 اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔ ۱

قسم خدا کی ابو بکرؓ کی یہ حرکت بہت ہی عجیب ہے اس بدترین روز
 کہ جسے ”ذیۃ یوم الخمیس“ کہا جاتا ہے، ابو بکرؓ نے بھی اپنے دوست عمرؓ کی اس
 بات کی موافقت کی کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ رسولؐ اللہ تو ہذاں تک
 رہے ہیں۔

آج ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کرنا اور جو
 شخص تم سے سوال کرے تو کہہ دینا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب خدا ہے۔

اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو! الحمد للہ کہ انھوں نے صریح طور پر اس بات کا اعتراف کر لیا کہ انھوں نے حدیث رسول کو پس پشت ڈال دیا تھا اور اس (حدیث) کو بھلا بیٹھے تھے۔

یہاں ابو بکر و عمر کا دفاع کرنے والے، اور رسول کے بعد انھیں سب سے افضل سمجھنے والے اہلسنت سے ایک سوال کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جب تم اپنی صحاح میں اپنے اعتقاد کے مطابق یہ روایت نقل کرتے ہو کہ رسول نے فرمایا کہ: میں تمہارے درمیان دو خلیفہ چھوڑے جا رہا ہوں میرے بعد جب تک تم ان سے متمسک رہو گے اس وقت تک گمراہ نہ ہو گے (وہ ہیں) کتابِ خدا اور میری سنت،

اگر ہم اس حدیث کے صحیح ہونے کو تسلیم بھی کر لیں تو پھر سے نزدیک افضل الخلق (ابو بکر و عمر) کو کیا ہو گیا تھا کہ انھوں نے سنت کا انکار کر دیا اور اس کا کوئی وزن نہ سمجھا بلکہ لوگوں کو اس کے قلمبند کرنے اور بیان کرنے سے بھی منع کر دیا؟ کیا کوئی ابو بکر سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے مانعین زکوٰۃ کے قتل کا اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کا تذکرہ کسی آیت میں دیکھا ہے؟ پس ہمارے اور ابو بکر کے درمیان کتابِ خدا ہے جو زکوٰۃ نہ دینے والوں کے متعلق یہ کہتی ہے کہ:

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهُ لَنْ أَنَاثَنَا مِنْ فَضْلِهِ، لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ، فَلَمَّا أَنَاثُوا مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ، وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مَرْضُوءُونَ. فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾
سورہ توبہ، آیت ۷۵-۷۷

ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر وہ اپنے فضل و کرم سے عطا کر دے گا تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بخل سے کام لیا اور کنارہ کش ہو کر پلٹ گئے تو ان کے بخل نے ان کے دلوں میں نفاق راسخ کر دیا، اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات کریں گے اس لئے انہوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولے ہیں۔

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات خصوصاً ثعلبہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ جس نے رسول کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں یہاں ایک بات کا اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ثعلبہ نے رسول کو زکوٰۃ دینے سے منع کیا تھا کیونکہ وہ زکوٰۃ کو جزیہ کہتا تھا جیسا کہ خدا نے گذشتہ آیات میں اس کے نفاق کو بیان کیا ہے اس کے باوجود نبیؐ نے اس سے جنگ نہیں کی اور طاقت و قوت سے اس کا مال نہیں چھینا جبکہ آپؐ اس بات پر قادر تھے۔ لیکن مالک ابن نویرہ اور ان کے قبیلہ والوں نے تو زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ وہ زکوٰۃ کو دیگر فرائض دین کی طرح فرض سمجھتے تھے۔ ہاں وہ اس خلیفہ کا انکار کرتے تھے کہ جو رسولؐ کے بعد زبردستی منصب خلافت پر متمکن ہوا تھا۔

تو ابوبکرؓ کی یہ بات تو اور زیادہ عجیب و غریب ہے کہ انہوں نے کتابِ خدا کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا۔ جیسا کہ جناب فاطمہؓ نے قرآن سے استدلال کیا اور ان کے سامنے کتابِ خدا کی ان محکم و آشکار آیات کی تلاوت کی جو وراثتِ انبیاء کو ثابت کرتی ہیں۔ لیکن ابوبکرؓ نے کسی ایک آیت کو تسلیم نہ کیا۔

اور تمام آیتوں کو اپنی گڑھی ہوئی حدیث سے منسوخ کر دیا در آنجا یکہ خود لوگوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ رسول کی حدیث نقل کرتے ہو اور پھر اس میں اختلاف کرتے ہو۔ اور لوگ تمہارے بعد اس میں شدید اختلاف کریں گے پس تم رسول کی کوئی حدیث بیان نہ کرنا جو شخص تم سے کچھ پوچھے تو کہدینا کہ ہمارے تمہارے درمیان۔ کتاب خدا ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو! یہی بات ابو بکر نے اس وقت کیوں نہیں کہی تھی جب بضعة الرسول فاطمہ سے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا تھا کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث بنتے ہیں اور نہ وارث بناتے ہیں، ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیوں نہیں کیا کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب خدا ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو؟ ایسی حالت میں جواب تو مشہور ہے عنقریب اس کا مخالف قرآن ہونا آپ پر آشکار ہو جائے گا۔ اور جب اپنے دعوے میں ابو بکر پر غالب ہو گئیں تو حضرت علیؑ کی خلافت کی نصوص سے احتجاج فرمایا اور اب ابو بکر کے پاس ان کو جھٹلانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا ایسے ہی موقع کے لئے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ،

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾.

اے ایمان والو! آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل

نہیں کرتے ہو، اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے

کہ تم وہ کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔

جی ہاں ابو بکر کو اس وقت آرام نہیں مل سکا تھا جب احادیث

نئی لوگوں کے درمیان اس طرح متداول رہیں کہ لوگ انھیں (حدیثوں کو) حفظ کرتے

لکھتے، ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچاتے، ایک دیہات سے دوسرے

دیہات میں پہنچاتے اور اور ان میں وہ صریح نصوص تھیں جو اس سیاست کے خلاف تھیں جس پر ابو بکر کی حکومت کی اساس تھی۔ پس ابو بکر کے سامنے اس کا صرف یہی حل تھا کہ وہ احادیث کو چھپائے، ان پر پردہ ڈالے یا انھیں جلا کر خاکستر کر دے اور بالکل نابود کر دے۔ لہٰذا یہ بیچے ان کی بیٹی عائشہ گواہی دیتی ہیں، کہتی ہیں: میرے والد نے رسول کی پانچ سو احادیث جمع کیں پھر ان کی رائے بدل گئی، میں نے کہا: کس چیز کی بنا پر ان کی رائے بدل گئی؟ پس صبح کے وقت انھوں نے کہا: بیٹی وہ حدیثیں لے آؤ جو تمہارے پاس ہیں۔ میں نے پیش کر دیں تو انھوں نے ان میں آگ لگا دی۔ ۱۰

عمر ابن خطاب نقل حدیث پر پابندی لگاتے ہیں

حدیث پر پابندی کے سلسلہ میں ہم ابو بکر کی سیاست دیکھ چکے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے حدیث کا وہ مجموعہ بھی نذر آتش کر دیا تھا کہ جس میں پانچ سو حدیثیں مندرج تھیں اس مجموعہ کو نذر آتش کرنے کا سبب ان اصحاب اور مسلمانوں کو ان احادیث سے جاہل رکھنا تھا کہ جو سنت نبوی کے پیاسے ہیں۔ اور جب عمر ابو بکر کے قائم مقام بنے تو بھائی چارگی اور دوستی کا اقتضایہ تھا کہ اسی

۱۰ کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳ اور ابن کثیر نے مسند صدیق میں اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کی جلد ۵ ص ۵ پر تحریر کیا ہے۔

۱۱ کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳ ابن کثیر نے مسند صدیق میں، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کی جلد ۵ ص ۵ پر تحریر کیا ہے۔

سیاست کو اختیار کریں لیکن ان کا انداز بہت ہی شدت اور سختی کا تھا۔ انھوں نے نقل حدیث اور تدوین حدیث کی پابندی ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ اس سلسلہ میں لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور سارا بھی اور لوگوں کو محصور کر دیا۔

ابن ماجہ نے قسطلہ ابن کعب سے روایت کی ہے کہ عمر نے ہمیں کوڑ بھیجا اور خود بھی مدار تک ہمارے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ راستہ میں کہنے لگے کیا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیوں ہوں؟ ہم نے کہا کہ رسول کھے صحبت کے حق کی بنا پر اور انصار کے حق کی وجہ سے، انھوں نے کہا نہیں میں تمہارے ساتھ اس لئے آیا ہوں تاکہ ایک حدیث تم سے بیان کر دوں میں چاہتا تھا کہ تم اسے محفوظ رکھو۔ تم اس قوم کے پاس جا رہے ہو جو قرآن سن کر بہت خوش ہوتی ہے۔ پس جب اہل کی نظر میں تم پر پڑیں گی تو وہ ضرور تمہارے پاس آئے گی اور کہے گے اے اصحاب محمد! تو تم رسول سے کم روایت نقل کرنا پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لے

جب قسطلہ ابن کعب آئے تو انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کیجئے ابن کعب نے کہا کہ حدیث بیان کرنے سے ہمیں عمر نے منع کیا ہے۔ لے اسی طرح سلم نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب الاستئذان میں روایت کی ہے کہ عمر نے ابوموسیٰ اشعری سے کہا اگر تم رسول سے حدیث نقل کرو گے تو تمہاری جسد لی جائے گی۔

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہم ایک روز ابی ابن کعب کے

لے سنن ابن ماجہ جلد ۱ باب التوقی فی الحدیث

لے زبانی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۵ پر تحریر کیا ہے

پاس بیٹھتے تھے کہ غصہ کے عالم میں ابو موسیٰ اشعری آئے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم سے کسی نے رسول کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا چاہیے اگر اجازت ملے فہا ورنہ واپس لوٹ جانا چاہیے۔ ابی ابن کعب نے کہا کیا ہوا؟ اشعری نے کہا کل میں نے عمر بن خطابؓ کے پاس پہنچنے کے لئے تین مرتبہ اجازت طلب کی، انھوں نے اجازت نہ دی جس میں واپس آگیا آج پھر ان کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ میں کل بھی آیا تھا لیکن تین مرتبہ اجازت طلب کر کے چلا گیا عمر نے کہا: ہم نے تمھاری آواز سنی تھی لیکن ہم اس وقت ایک کام میں مشغول تھے اگر تم اسی طرح اجازت طلب کرتے رہتے تو تمھیں اجازت مل جاتی۔ میں نے کہا: میں نے رسول کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ عمر نے کہا کہ قسم خدا کی اگر تم نے اس حدیث کی گواہی نہ پیش کی تو میں تمھارے پیٹ اور پیٹھ کو مزدور دکھ پہنچاؤں گا۔ ابی ابن کعب نے کہا کہ قسم خدا کی میں تمھارے ساتھ تھا کہ ہی ہم سن کر کو بھینچتا ہوں۔ ابو سعید کہتے ہیں۔ ابی ابن کعب نے مجھ سے کہا ابو سعید اٹھو! پس میں اٹھا اور عمر کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے رسول سے یہ حدیث سنی ہے بخاری نے بھی اس واقعہ کو اپنی عادت کے مطابق کتر دیونہ کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس سے عمر کی عزت بچانے کے لئے اس دھمکی کا تذکرہ غائب کر دیا ہے جو عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو دی تھی کہ: اگر کوئی ثبوت پیش نہ کیا تو جسد ملی جائے گی، بلکہ جبکہ سلم نے اپنی صحیح میں عمر کے بارے میں ابو موسیٰ اشعری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: اے فہرند خطاب اصحاب رسول کے لئے عذر نہ بنو۔

ذہبی نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوہریرہ سے کہا کیا آپ عمر کے زمانہ میں یہ حدیث بیان کرتے تھے؟ کہا اگر میں عمر کے زمانہ میں ایسی حدیثیں بیان کرتا تو وہ کوڑے سے میری خبر لیتے۔

جیسے عمر نقل حدیث کی ممانعت کے سلسلہ میں مارنے پیٹنے کی دھمکی دے چکے تھے ایسے ہی یہ دوسرے ہیں جس نے صحابہ کی جمع کی ہوئی حدیثوں کو جلا ڈالا ایک روز لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا:

لوگو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہارے پاس کچھ کتابیں ہیں میری خواہش ہے کہ سب کو ملا کر ایک مستحکم و استوار کتاب مرتب کر دوں، پس جس جس کے پاس کتاب ہے وہ لاکر میرے پاس جمع کر دے میں اس میں غور و فکر کروں گا۔ لوگوں نے سوچا کہ عمر حدیثوں کو دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ انھیں ایک نہج سے جمع کریں کہ جس سے کوئی اختلاف پیدا نہ ہو پس وہ اپنی اپنی کتاب لے کر عمر کے پاس آئے اور عمر نے سب کو جمع کر کے نذر آتش کر دیا بلکہ اس طرح ابن عبدالبر نے اپنی جامع میں علم کی فضیلت کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ عمر سنت کو لکھنا چاہتے تھے پھر ان کے لئے بداء واقع ہو گیا اس لئے انھوں نے نہیں لکھا اور دوسرے شہروں میں لکھ بھیجا کہ جس کے پاس کوئی چیز (یعنی حدیث) ہو اسے مٹا دے۔

حدیث کے رواج کے جتنے راستے تھے، ڈرانا، دھمکانا،

منع کرنا، احادیث کی کتابوں کو جلا نا، سب بند کر دئے اپ چند صحابہ بچے جو مدینہ سے باہر سفر میں لوگوں سے ملاقات کے دوران رسول کی حدیث بیان کرتے تھے

لیکن جب عمر کو اس کی اطلاع ملی تو ان کو مدینہ میں مقید کر دیا اور باہر نکلنے پر پابندی لگا دی۔ ابن اسحاق نے عبدالرحمن ابن عوف سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ قسم خدا کی عمر نے مرنے سے قبل گوشہ و کنار سے اصحاب رسول کے پاس پیغام بھیجا اور ان سب کو جمع کیا۔ عبداللہ ابن حذیفہ، ابودرداء، ابوذر غفاری اور عقبہ ابن عامر کے سامنے کہا یہ احادیث نہیں ہیں جو تم رسول سے نقل کر کے لوگوں میں پھیلا رہے ہو: انھوں نے کہا آپ نے ہمیں نقل کرنے سے منع کیا ہے؟ عمر نے کہا میرے پاس ٹھہرو! اور جب تک میں زندہ ہوں مجھ سے جلا نہ ہونا^۱ عمر کے بعد خلیفہ ثالث عثمان آتے ہیں وہ بھی وہی راستہ اختیار کرتے ہیں اور اسی ڈگر پر گامزن ہوتے ہیں۔ جو ان کے گذشتہ دوستوں نے منتخب کی تھی منبر پر جاتے ہیں اور صریح طور پر کہتے ہیں۔ کسی کے لئے رسول کی وہ حدیث نقل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو اس نے ابو بکر و عمر کے زمانہ میں نقل نہ کی ہو۔ ۲۷

اس طرح حصار کا سلسلہ خلفائے ثلاثہ کی پچیس سال حکومت تک برقرار رہا۔ یہ حصار اگر انھیں کے زمانہ تک محدود رہتا تو بھی کافی تھا لیکن اس کے بعد بھی جاری رہا اور جب معاویہ حاکم بنا تو وہ بھی منبر پر گیا اور کہا: خبردار تم وہی حدیث بیان کر سکتے ہو جو عمر کے زمانہ میں بیان کرتے تھے کیونکہ عمر لوگوں کو خدا کے بارے میں ڈراتے تھے۔ ۲۸

۱۔ کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۹

۲۷۔ مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۳ ص ۳۶۳

۲۸۔ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب .. النہی عن السأله .. من جزاء الثالث ..

اور بنی امیہ کے تمام خلفاء کا طریقہ بھی یہی رہا کہ انھوں نے لوگوں کو رسول کی صحیح حدیث نقل کرنے سے منع کیا۔ اور خود جھوٹی حدیثیں گڑھ کر رسول کی طرف منسوب کر دیں۔ نتیجہ میں ہزاروں کے مسلمان تناقضات، قصہ کہانیوں اور ایسی دلدل میں پھنس گئے کہ جن کا اسلام سے تعلق نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے مدائنی کا وہ قول نقل کرتا ہوں جو انھوں نے اپنی کتاب ”الاحداث“ میں نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ عام الجماعت کے بعد معاویہ نے اپنے کارندوں کو اس مضمون کا خط لکھا کہ: اس شخص کے جان و مال کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے جو ابوتراب علیؑ ابن ابیطالب کی فضیلت کے سلسلہ کی کوئی حدیث بیان کرتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ہر ضلع کے خطباء نے منبروں سے علی علیہ السلام پر لعنت اور ان سے بیزاری کا اظہار شروع کر دیا۔

اس کے بعد ساری دنیا میں اپنے کارندوں کو لکھا کہ علیؑ کے دوستوں اور اہلبیت کے محبوب کی گواہی قبول نہ کی جائے پھر لکھا کہ عثمان کے چاہنے والوں اور دوستداروں کا خیال رکھو اور جو ان کی فضیلت کے سلسلے میں حدیث بیان کرتے ہیں ان کے پاس نشست و برخاست شروع کرو۔ انھیں قریب بلاؤ، ان کا احترام کرو۔ اور ان میں سے جو بھی عثمان کے بارے میں کوئی روایت نقل کرے اس کا نام اور اس کے خاندان کا نام مع ولدیت لکھ کر میرے پاس بھیج دو!

پس لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ عثمان کے فضائل کی کثرت ہو گئی کیونکہ عثمان کے بارے میں حدیث گڑھنے والوں کے لئے معاویہ نے خلعت و عطیات بھیجے اور یہ بات عسرب میں پھیل گئی لہذا ایسے لوگوں کی ہر شہر میں کثرت ہو گئی اور دنیا کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل

کرنے کی غرض سے حدیثیں گٹرھٹنے لگا۔ اگر لوگوں میں سے مردود ترین انسان نے بھی معاویہ کے عہد کے سامنے عثمان کی شان میں کوئی حدیث پیش کر دی تو اس کا نام نوٹ کر لیا گیا، مقرب بنایا گیا اور اس کی شفاعت کی گئی۔ پس ایک زمانہ تک لوگوں کا یہی رویہ رہا۔ پھر معاویہ نے اپنے کارندوں کو لکھا کہ عثمان کے بارے میں حدیثوں کی بہتات ہو گئی ہے اور ہر جگہ پھیل گئی ہیں۔ تم میرا خط پاتے ہی لوگوں کو دوسرے صحابہ اور پہلے دونوں خلفاء کی شان میں حدیثیں گٹرھٹنے کا لالچ دو اور ابو تراب کی شان میں منقول کسی بھی حدیث کو ایسا چھوڑو جس کا نقیض صحابہ سے منقول نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مجھے بہت پسند اور میرے سکون کا باعث ہے۔ ابو تراب اور ان کے شیعوں کی باتوں کو دلیل سے باطل کر دو۔ اور ان پر عثمان کے فضائل کو غلبہ دو۔

معاویہ کا خط لوگوں کے سامنے پڑھا گیا نتیجہ میں صحابہ کے مناقب کے بارے میں ایسی بے شمار حدیثیں وجود میں آ گئیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جب لوگوں کو ایسی حدیث مل جاتی تھی تو وہ اسے منبروں سے بیان کرتے اور مکتبوں کے معلموں کو تلقین کی جاتی کہ وہ بچوں کو ان احادیث کی تعلیم دیں کہ وہ بھی روایت بیان کرنے لگے۔ اور یہ چیز انھیں بالکل قرآن کی طرح سکھائی گئی۔ بلکہ لڑکیوں، عورتوں، خادموں، محذوموں سمجھ کر سکھا دی اور اس طرح ایک زمانہ گزر گیا۔

پھر معاویہ نے تمام ممالک کے کارندوں کو ایک خط لکھا:
 دیکھو کہ علیؑ سے کون شخص محبت کرتا ہے جو ایسا کرتا ہے جس طرح اس کا نام کاٹ دو اور اس کی بخشش و وظیفہ بند کر دو۔

پھر ایک دوسرے خط کے ذریعہ اس کی توثیق کی :

جس کو تم اس قوم (اہلبیت) کی محبت میں منہم پاؤ
اسے مصیبت میں مبتلا کر دو اور اس کے گھر کو منہدم کر دو۔

عراق اور خصوصاً کوفہ کے لئے اس سے بڑی اور کیا بلا
ہو سکتی تھی۔ حدیث تھی کہ شیعانِ علیؑ میں سے ایک شخص اپنے ایک معتمد و دوست کے پاس
آتا ہے اس کے گھر میں داخل ہوتا ہے اس سے اپنا راز بیان کرتا ہے اور اس کے
خادموں اور غلاموں سے ڈرتا رہتا ہے۔ اور اس سے سخت قسم لئے بغیر کوئی بات
نہیں کہتا تاکہ وہ اسے چھپائے رہے۔ پس بہت سی گڑھی ہوئی حدیثیں ظاہر ہوئیں
اور اسی طریقہ پر فقہاء، قضاة اور حاکم چلے، اکثر لوگ اس مصیبت میں مبتلا تھے
وہ کمزور افراد جو خشوع و عبادت کا اظہار کرتے تھے وہ حدیث تراشی میں اس
لئے حصہ لیتے تھے کہ حکام سے کچھ ملے اور ان کی مجلسوں میں جگہ ملے، اموال ہاتھ آئے
منزلت نصیب ہو یہاں تک کہ یہ روایات ان دیندار لوگوں نے بھی بیان کر ڈالیں
جو جھوٹ اور بہتان کو قطعی حلال نہیں سمجھتے تھے لیکن وہ انھیں بھی حق سمجھتے تھے
اگر وہ انھیں باطل سمجھتے تو کبھی نقل نہ کرتے اور نہ ان پر ایمان رکھتے۔ لہ

میں تو یہ کہتا ہوں کہ ساری ذمہ داری ابو بکر و عمر و عثمان
کے سر جانے لگی جنھوں نے رسولؐ کی صحیح احادیث لکھنے سے صحابہ کو منع کیا تھا ان کے
چاہنے والوں کا دعویٰ ہے کہ ابو بکر و عمر و عثمان نے اس لئے احادیث نئی لکھنے
سے منع کیا تھا تا کہ قرآن و حدیث میں اختلاط نہ ہو یہ تو ایسی بات ہے جسے سن کر
دیوانے ہنس دیں۔ کیا قرآن و سنت (حدیث) شکر و تمک ہیں اگر دونوں

مخلوط ہو جائیں گے تو ایک کو دوسرے سے جدا کرنا مشکل ہو جائے گا اور پھر شکر و نمک بھی مخلوط نہیں ہوتے کیونکہ دونوں کو مخصوص بوروں میں رکھا جاتا ہے کیا خلفاء اس بات کو بھول گئے تھے قرآن کو خاص مصحف میں لکھا جائے اور حدیث کو مخصوص کتاب میں قلمبند کیا جائے جیسا کہ آج ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے۔ اور عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں جب حدیث کی تدوین ہوئی تھی اس زمانہ سے ہوتا آ رہا ہے پس سنت کیوں قرآن سے مخلوط نہیں ہوئی باوجودیکہ حدیثوں کی سیکڑوں کتابیں وجود میں آئیں۔ یہاں تک کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم سے اختلاط نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح مسلم، ہند احمد اور موطا مالک سے مختلط نہیں ہوتی ہے چہ جائیکہ قرآن مجید مخلوط ہو جاتا۔

اس دلیل میں کوئی دم خم نہیں ہے بالکل بیت عنکبوت کی طرح ہے کہ جس کی بنیاد دلیل پر نہیں ہے بلکہ دلیل اس کے برعکس صحیح ہے نہ ہر نے عروہ سے روایت کی ہے کہ عمر ابن خطاب سنن کو لکھنا چاہتے تھے اس کے لئے انھوں نے اصحاب سے مشورہ کیا۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ منہ در لکھا جائے پس عمر نے اس سلسلہ میں ایک مہینہ تک خدا کے استخارہ سے مدد چاہی پھر ایک روز کہنے لگے میں سنن (حدیثوں) کو لکھنا چاہتا تھا تم سے قبل میں نے کچھ لوگوں سے اس کا تذکرہ بھی کیا تھا لیکن وہ اسی میں منہمک ہو گئے اور کتاب خدا کو چھوڑ دیا اور قسم خدا کی میں قرآن کو کبھی کسی چیز سے مخلوط نہیں کروں گا۔ لہ

قارئین محترم اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں اصحاب رسول نے عمر کو کیسے مشورہ دیا کہ سنن کو لکھا جائے لیکن انھوں نے کل صحابہ کی مخالفت کی اور انکی

عبداللہ بن عمر

لے کنز العمال جلد ۲۳۹ اور ابن سعد زہری کے طریقہ نقل کیا ہے اور عبد البر کتاب جامع میں بیان اعلیٰ

رائے کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ میں نے تم سے پہلے والے لوگوں سے بھی اس سلسلہ میں گفتگو کی تھی انھوں نے کتابیں بھی لکھیں اور اسی کے ہو سکے رہ گئے اور کتاب خدا کو بھول گئے اب شوریٰ کا دعویٰ کہاں چلا گیا کہ جس کو اہلسنت بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ وہ قوم کہاں ہے جو سر جوڑ کر حدیثوں کی جمع آوری میں لگ گئے مگر اور کتاب خدا کو بھلا دیا۔ اس کے بارے میں ہم نے عمر ابن خطاب کے علاوہ کسی سے بھی نہیں سنا ہے۔ اور اگر اس قوم کا وجود فرض بھی کر لیا جائے تو بھی مقارنت کی یہاں کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ انھوں نے کتاب خدا میں تحریف کر کے اپنی طرف سے ایک کتاب لکھ دی تھی جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

﴿فویل للذین یکتبون الکتاب بأیدیہم ثم یقولون
ہذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنًا قليلًا فویل لہم مما
کتبت أیدیہم وویل لہم مما یکسبون﴾ بقرہ آیت ۷۹
وائے ہوان لوگوں پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ کر
یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ اسے تھوڑے دام میں
بیچ لیں ان کے لئے اس تحریر پر بھی عذاب ہے اور اس
کی کمالی پر بھی۔

لیکن سنسن کو لکھنے میں یہ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ اس معصوم نبی کا
کلام ہے جو اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہی نہیں وہ تو وحی کے مطابق کلام کرتا ہے اور
سنسن قرآن کی مفسر اور اس کو بیان کرنے والی ہے چنانچہ قول خدا ہے :

﴿وأنزلنا إلیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم﴾

اور آپ کی طرف بھی ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے تاکہ

ان کے لئے ان احکام کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل

کئے گئے ہیں۔ سورہ نحل، آیت ۴۴

اور رسول کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کا مثل اس کے ہمراہ ہے اور یہ بات تو قرآن جاننے والے کے لئے واضح ہے کیونکہ پانچ وقت کی نماز، زکوٰۃ اور ان کی رکعات و مقدار قرآن میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی روزے کے احکام اور مناسک حج قرآن میں بیان ہوئے ہیں بلکہ بیشتر احکام رسول نے بیان فرمائے ہیں۔ اور اسی لئے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے :

﴿ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَانْتَهُوا ﴾ سورہ حشر، آیت ۵۱

جو کچھ بھی رسول تم کو دے دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کر دے اس سے رک جاؤ۔

نیز ارشاد ہوتا ہے :

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

(اے رسول) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو

خدا بھی تم سے محبت کرے گا

اے کاش عہد کتاب خدا کو سمجھتے اور اسی میں منہمک ہو جاتے

اور اس سے احکام رسول کی اطاعت کرنا سیکھتے اور اس سے مناقشہ نہ کرتے اور نہ ہی اس میں ین ینغ نکالتے۔ لے

کاش عہد کتاب خدا کو سمجھتے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے

اور اس سے احکام کلام کی تعلیم حاصل کرتے کہ جس کو وہ مرتے دم تک نہ جان سکے

جبکہ اپنی خلافت کے زمانہ میں متعدد فیصلے کئے۔ ۱۔ اے کاش عمر کتابِ خدا کو سمجھتے اور اس سلسلہ میں کوشش کرتے اور اس سے تیمم کا حکم سیکھتے کہ جس کو اپنی خلافت کے زمانہ میں نہیں جانتے تھے۔ اور جس کو پانی نہیں ملتا تھا اسے نماز چھوڑ دینے کا فتویٰ دے دیتے تھے۔ ۲۔ اے کاش عمر کتابِ خدا کو سمجھتے اور اس کی تعلیم کے سلسلہ میں کدو کاوش کرتے اور اس سے طلاق کا حکم اخذ کرتے طلاق بس دو ہی ہیں اس کے بعد یاروک لینا چاہئے یا آزاد کر دینا چاہئے۔ عمر نے طلاق ایک کر دی۔ ۳۔ اور اپنی رائے و اجتہاد کو احکامِ خدا پر مقدم کیا اور انھیں دیوار پر دے مارا۔

ناقابلِ انکار حقیقت یہ ہے کہ خلفاء نے احادیث کی نشر و اشاعت کو ممنوع کو قرار دیا اور ان کے بیان کرنے والوں کو دھمکی دی احادیث پر اس لئے پردہ ڈالا کہ وہ ان کی خطاؤں کو اجاگر اور سازشوں کو منکشف کرتی ہیں اور قرآن کی طرح وہ ان کی تاویل نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن صامت ہے اور متعدد وجوہ کا حامل ہے لیکن حدیث رسول تو اقوال و افعالِ نبی کا نام ہے کوئی بھی اس بات کی تردید نہیں کر سکتا ہے اسی لئے حضرت علیؓ نے ابن عباس کو خوارج سے مباہلہ کرنے کے لئے روانہ کرتے وقت فرمایا تھا:

تم ان پر قرآن سے حجت قائم کرنا کیونکہ قرآن میں متعدد احتمالات ہیں اس کے وہ اور تم دونوں ہی قائل ہو۔
ان پر سنت کے ذریعہ حجت قائم کرنا اس سے وہ ہرگز فرار نہیں کر سکیں گے۔ ۴۔

۱۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۹، مسلم جلد ۱ ص ۱۹۳ باب التیمم

۲۔ صحیح مسلم کتاب الطلاق جلد ۱ ص ۳۴، بیہق البلاغ جلد ۱ ص ۱۷ مکتوب بنام ابن عباس

ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا کر نصوص کی مخالفت کرتے ہیں

اس موضوع کے سلسلہ میں علی علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

قسم خدا کی فرزند ابوقحافہ نے خلافت کی قمیص کو زبردستی پہن لیا ہے جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے جو چچی میں کیلی (قطب) کا ہوتا ہے۔۔۔

حادثات کا سیلاب میرا کچھ نہیں بگاڑتا، میری بلندی تک پرندہ پر نہیں مار سکتا، میں نے اس پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور سوچنے لگا کیا میں اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کر دوں یا اس گھٹا ٹوپ تاریکی پر صبر کر لوں کہ جس میں بڑے بوڑھے اور بچے جوان ہو جاتے ہیں اور یوں رنج اٹھاتا ہوا اپنے رب سے جا ملتا ہے۔ پس میں نے صبر ہی کو قرین عقل سمجھا میں نے صبر کیا حالانکہ میری آنکھ میں خار تھا اور خلق میں بڑی پھنسی ہوئی تھی میں اپنی میراث کو ٹٹیتے ہوئے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے راہ لی اور اپنے بعد خلافت کی زمام ابن خطاب کے ہاتھوں میں دے گیا (کہاں یہ دن جو ناقد کی پشت پر کٹا ہے اور کہاں وہ دن جو حیاں بلور جابر کے ساتھ گذرنا تھا)

تعجب ہے یا تو وہ اپنی زندگی ہی میں خلافت سے دست بردار ہونا چاہتا تھا یا اب مرنے کے بعد بھی دوسرے

کے سپرد کر گیا ان دونوں (ابوبکر و عمر) نے خلافت کے
 پستان کو بانٹ لیا ہے، خلافت سخت مزاج (انسان) کے
 ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ اب اس کا کلام غلیظ اس کے لمس
 میں کھر دیا ہے۔ اس میں لغزشیں بے شمار اور عذر خواہی
 اس سے بھی زیادہ ہے۔ لہ

ہر محقق و جوئیدہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ رسول
 نے اپنی وفات سے قبل نص کے ذریعہ حضرت علیؑ ابن ابیطالب کو خلیفہ معین کیا تھا
 اس طرح اکثر صحابہ پر بھی یہ بات مخفی نہیں تھی خصوصاً ابوبکر و عمر اس سے اچھی طرح
 واقف تھے۔ یہ اسی لئے حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ وہ (ابوبکر) بخوبی جانتا
 ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے جو چچی میں کیلی کا ہوتا ہے۔ شاید ابوبکر و عمر
 اسی بنا پر لوگوں کو نبیؐ کی حدیث نقل کرنے سے منع کر دیا تھا جیسا کہ ہم گذشتہ
 فصل میں اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور قرآن سے مشک کا اظہار کیا تھا
 کیونکہ قرآن میں صریح طور پر کہیں بھی علیؑ کے نام کا تذکرہ نہیں ہوا ہے اگرچہ
 اس میں آیت ولایت موجود ہے لیکن نبیؐ کی احادیث میں کھلے نفلوں میں علیؑ کا
 نام آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے،

«من كنت مولاه فهذا علي مولاه»

«جس کا میں مولا ہوں اسکے علی مولا ہیں»

«علي مني بمنزلة هارون من موسى»

لے شرح بیج البلاغہ محمد عبده جلد ۱ ص ۵۷

لے سرالعالمین مصنفہ امام غزالی

علیؑ میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔

«علیٰ اخي ووصي وخليفتي من بعدي»
 «میرے بعد علیؑ میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں»
 «علیٰ مني وأنا منه وهو ولي كل مؤمن بعدي»
 «علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں وہ میرے بعد ہر ایک مومن کے ولی ہیں» لے

اس سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ابو بکر و عمر اپنے اس منصوبہ میں یعنی احادیث نبیؐ کے نقل کرنے اور انھیں جلانے میں اس حد تک کامیاب ہوئے کہ حدیثیں زبانوں سے باہر بھی نہ نکل پائیں صحابہ بیان نہ کر سکے جیسا کہ ہم قرظہ ابن کعب کی روایت میں بیان کر چکے ہیں اور حصار بندی کا سلسلہ ایک چوتھائی صدی تک جاری رہا یہاں تک کہ جب حضرت علیؑ علیہ السلام سند خلافت پر متمکن ہوئے تو صحابہ کو بڑھ کے میدان میں جمع کیا اور ان سے حدیث غیر کے متعلق دریافت کیا تو سب صحابہؓ نے اللہ کر اس کا اقرار کیا ان اقرار کرنے والوں میں سے سؤلہ بدری صحابی تھے لے یہ چیزیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ پیش صحابہ اگر حضرت علیؑ نہ فرماتے تو اس حدیث کو بیان نہ کرتے پس اگر علیؑ خلیفہ نہ ہوتے اور ان کے پاس

لے ان تمام حدیثوں کو بالذات طبری نے ریاض النضر میں نقلی نے خصائص میں اور احمد ابن حنبل نے نقل کیا ہے۔

لے مسند احمد ابن حنبل جلد ۱ ص ۱۱۹، ابن عساکر جلد ۲ ص ۱

قوت نہ ہوتی تو وہ صحابہ خوف کے مارے خاموش بیٹھے رہتے جیسا کہ اس وقت بھی بعض صحابہ یا تو حسد یا خوف کی وجہ سے خاموش بیٹھے رہے مثلاً انس ابن مالک بن ابی عازب اور زید ابن ارقم، جریر ابن عبداللہ جلی۔ لہ کہ انھیں حضرت علیؑ کی بددعائی۔

حضرت علیؑ کو خلافت سے کوئی فائدہ نہیں پہونچا، آپ کی خلافت کا پورا زمانہ نشیب و فراز، فتنہ و فساد، سازش و جنگ میں گذرا آپ کے خلاف بدر و حنین اور خیبر کی تیزی و دشمنی پھوٹ پڑی یہاں تک کہ آپ نے شہادت پائی۔ آپ ناکش، قاسطین اور راتین میں ان حدیثوں کو سننے والا تلاش نہیں کر سکتے وہ لوگ تو عثمان کے زمانہ ہی سے فتنہ و فساد اور رشوت سے الفت اور دنیا سے محبت رکھتے تھے ابن ابی طالب ایک چوتھائی صدی سے چلے آنے والے فساد و انحراف کی اصلاح نہیں کر سکتے تھے ہاں کر سکتے تھے لیکن فساد ہی کے ذریعہ اور علیؑ ایسا کبھی نہیں کر سکتے تھے آپ خود فرماتے ہیں: قسم خدا کی میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمھاری اصلاح کس چیز سے ہو سکتی ہے لیکن میں اپنے نفس کو برباد کر کے تمھاری اصلاح نہیں کروں گا۔

ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ تخت خلافت پر معاویہ متمکن ہوا اور احادیث کی نشر و اشاعت پر پابندی کا سلسلہ پہلی رکش سے متصل ہو گیا۔ چنانچہ معاویہ نقل حدیث کے سلسلہ میں کہا کہ وہی حدیثیں نقل کی جائیں جو عمر کے زمانہ میں بیان ہوتی تھیں۔ اب تو حالت اور بدتر ہو گئی اور صحابہ و تابعین کو احادیث گٹر گھسنے کے لئے بٹھادیا گیا اور سنت رسولؐ جھوٹ و

واہیات میں گم ہو گئی۔

اسی حالت میں مسلمانوں پر ایک صدی گزر گئی اور عامہ میں سنت معاویہ کا اتباع ہونے لگا۔ واضح رہے کہ ہمارے قول سنت معاویہ کے معنی یہ ہیں کہ خلفائے ثلاثہ ابوبکر، عمر، عثمان، کے وہ اقوال و افعال جو معاویہ کے پسندیدہ تھے اور خود معاویہ اور اس کے کارندوں کا کردار بھی اس میں شامل ہے ان کی سنت کی ایک مثال علیؑ، اہلبیت اور شیعوں پر ان کا سبب شتم کرنا ہے اس کے لئے میں پھر اپنے موضوع کی طرف پلٹتا ہوں اور اس کی تکرار کرتا ہوں کہ ابوبکر و عمر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور قرآن سے رجوع کرنے کا ڈھونگ رچا کر سنت نبیؐ کو مٹا ڈالا چنانچہ آپ آج چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی ملاحظہ کریں گے اور جب آپ ان پر نبیؐ کی متواتر حدیثوں سے حجت قائم کریں گے، یعنی وہ حدیثیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ کو خلیفہ معین کیا ہے تو وہ کہیں گے کہ حدیث نبیؐ کو چھوڑئے اس میں تو اختلاف ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے اور اس (کتاب خدا) میں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ علیؑ نبیؐ کے خلیفہ ہیں بلکہ قرآن تو اس معاملہ کو شوریٰ کے سپرد کرتا ہے۔ یہ ہے ان کی دلیل جب بھی میں نے اہلسنت کے کسی عالم سے گفتگو کی ہے تو انھوں نے شوریٰ ہی کے گیت گائے ہیں۔

اس بات سے قطع نظر کہ ابوبکر کی بیعت بغیر کوچے سمجھے ہو گئی تھی اور خدا ہی نے مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ لہ وہ بھی تو بغیر کسی مشورہ کے ہوئی تھی بلکہ غفلت و نادانی، زبردستی اور دھمکیوں کے نتیجہ میں ہوئی تھی

اور بیعت سے نیکو کار صحابہ نے اس (بیعت) سے اعراض و
تخلف کیا تھا خصوصاً ان صحابہ کے سید و سردار علی ابن ابیطالب اور سعد ابن عباد
عمار، سلمان، مقداد اور زبیر دعباس وغیرہ نے بیعت نہیں کی تھی جیسا کہ معتبر
مورخین نے تحریر کیا ہے فی الحال ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں اور ابوبکر اپنے
بعد عمر کو خلیفہ بناتے ہیں ان کو مورد بحث قرار دیتے ہیں اور شوریٰ کے
شیدائی اہلسنت سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ معاملہ شوریٰ کے سپرد
کیوں نہیں کیا اور عمر کو اپنے بعد خلیفہ کیوں بنایا اور مسلمانوں پر کیوں مسلط کیا؟
اس سلسلہ میں بھی ہم اپنی عادت کے مطابق اور مزید وضاحت
کے لئے اہلسنت کی کتابوں ہی سے قارئین کے سامنے استدلال پیش کریں گے
اور یہ بھی بیان کریں گے کہ ابوبکر نے اپنے دوست کو کیسے خلیفہ بنایا ہے۔

ابن قتیبہ تاریخ الخلفاء کے باب مرض ابی بکر و استخلافہ عمر
رضی اللہ عنہما میں تحریر فرماتے ہیں کہ پھر عثمان کو بلایا اور کہا کہ
میرا وصیت نامہ لکھو: عثمان نے لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ ابوبکر ابن قحافہ کا وصیت نامہ ہے جو انھوں نے
مرتے دم اور آخرت کی طرف بڑھتے وقت تحریر کیا ہے۔ میں
نے عمر ابن خطاب کو تم لوگوں کا خلیفہ مقرر کر دیا ہے پس
اگر تم اپنے درمیان اسے عدل کرتے ہوئے دیکھو تو یہی اس
کے متعلق میرا گمان اور امید ہے اور اگر تغیر و تبدل کرتے
ہوئے پاؤ تو میں نے اپنے لحاظ سے بہتر ہی سوچا تھا۔ غیب
کامل مجھے نہیں ہے۔ وَتَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنِّي مُنْقَلَبٌ مُنْقَلَبُونَ۔

اس کے بعد وصیت نامہ ختم ہو گیا اور انھیں (عمر کو) دیا گیا
 مہاجرین کو جب یہ اطلاع ملی کہ ابو بکر نے عمر کو خلیفہ بنادیا تو وہ ابو بکر کے پاس
 آئے اور کہنے لگے: ہم نے سنا ہے کہ آپ نے عمر کو ہمارے اوپر حاکم بنادیا ہے
 جبکہ آپ انھیں اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ اس بات سے واقف ہیں کہ وہ
 آپ کی موجودگی میں ہمارے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے تو جب دنیا سے چلے
 جائیں گے اس وقت کیا ہوگا؟ جب آپ بارگاہِ خدا میں پہنچیں گے تو ضرور
 آپ سے سوال ہوگا اس وقت آپ کیا جواب دیں گے؟ ابو بکر نے کہا: اگر خدا نے
 مجھ سے سوال کیا تو میں جواب دوں گا کہ میں نے ان میں سے بہترین انسان
 کو خلیفہ بنایا ہے۔ لے

طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب ابو بکر نے عثمان کو
 وصیت نامہ لکھنے کے لئے بلایا اور انھوں نے لکھا شروع کیا تو املا کے درمیان ابو بکر
 پر غشی طاری ہو گئی اور عثمانؓ نے بن خطاب کا نام لکھ دیا جب غشی سے آفاقہ ہوا تو
 ابو بکر نے کہا کہ ذرا اپنی تحریر پڑھو! عثمان نے اسے پڑھا تو اس میں عہد کا نام تھا۔
 ابو بکر نے کہا: یہ تم نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے؟ عثمان نے کہا: کیا آپ کا یہ ارادہ
 نہیں تھا ابو بکر نے کہا تمہارا خیال صحیح ہے

جب وصیت نامہ لکھا جا چکا تو کچھ لوگ ابو بکر کے پاس پہنچے
 ان میں طلحہ بھی شامل تھے انھوں نے کہا آپ اپنے پروردگار کو کیا جواب دیں گے جبکہ
 آپ نے سخت مزاج انسان کو ہمارا حاکم بنادیا ہے کہ جس سے لوگ بھاگتے
 اور دل دہلتے ہیں۔

ابوبکر نے کہا: مجھے ذرا (سہارا دے کر) بٹھاؤ حالانکہ وہ لمبے ہوئے تھے۔ لوگوں نے بٹھایا تو انھوں نے طلحہ سے کہا: کیا تم کل کے لئے مجھے ڈراتے ہو کہ جب خدا مجھ سے سوال کرے گا کہ تم نے کس کو خلیفہ بنایا تو میں کہوں گا تیرے بہترین بندہ کو۔ لے

اور جب تمام مومنین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوبکر نے عمر کو صحابہ کے مشورہ کے بغیر خلیفہ بنا دیا تھا تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے صحابہ کو ذلیل کرنے کے لئے عمر کو خلیفہ بنایا تھا۔ کیونکہ صحابہ عمر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ خواہ ابن قتیبہ کے اس قول کو مد نظر رکھا جائے کہ: انصار و ہاجرین ابوبکر کے پاس آئے اور کہا ہمیں آپ اس سے بچاتے تھے، یا طبری کے نظریہ کو تسلیم کیا جائے کہ جو لکھتے ہیں کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ کہ جن میں طلحہ بھی تھے ابوبکر کے پاس گئے اور کہا: آپ اپنے پروردگار کو کیا جواب دیں گے جبکہ آپ نے ہمارے اوپر سخت مزاج انسان کو حاکم بنادیا ہے کہ جس سے سانس پھولتی اور دل دہلتے ہیں۔ دونوں عبارتوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ خلافت کا معاملہ شوریٰ پر نہیں چھوڑا گیا اور صحابہ عمر کے خلیفہ بننے سے راضی نہ تھے۔ بلکہ ابوبکر نے بغیر مشورہ کے عمر کو ان پر مسلط کر دیا تھا یہ وہی نتیجہ ہے جس کو علیؑ نے اس وقت بیان کیا تھا جب عمر و ابوبکر لوگوں پر بیعت کے لئے تشدد کر رہے تھے علیؑ نے عمر سے فرمایا تھا: اچھی طرح سے دودھ لو تھارا بھی حصہ ہے آج تم ان کی خلافت مستحکم کر دو کل وہ تمہیں ہی لوٹا دے گا۔

اور یہی وہ جملہ ہے جو کسی صحابی نے عمرؓ سے اس وقت کہا تھا

جب وہ وصیت نامہ لے کر آئے تھے۔ جس میں ان کی خلافت کی وصیت مرقوم تھی صحابی نے دریافت کیا اے ابو حفص اس رقعہ میں کیا لکھا ہے؟ عہدے کا یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے لیکن سب سے پہلے میں نے اس کو سنا اور اطاعت کی۔ اس شخص نے کہا: قسم خدا کی مجھے معلوم ہے اس میں کیا مرقوم ہے۔ پہلے تم نے ان کی خلافت مستحکم کی تھی آج وہ تمہیں خلیفہ بنا گئے۔ لہ

اس سے بخوبی ہم پر یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ جس شوریٰ کا اہلسنت ڈھنڈورا پیٹا کرتے ہیں ابوبکر و عکرمہ نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہ تھی یا دوسرے نفلوں میں یہ کہا جائے کہ سب سے پہلے ابوبکر نے شوریٰ کو لغو قرار دیا اور بنی امیہ کے حکام کے لئے خلافت کو بادشاہت و قیصریت میں تبدیل کر کے باپ سے بیٹے کو میراث میں دلانے کا دروازہ کھول دیا اور بنی امیہ کے بعد بنی عباس نے یہی کہا: اور اہلسنت کا شوریٰ والا نظریہ لا جواب ہی رہ گیا کہ جس پر نہ ماضی میں عمل ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکے گا۔

یہاں مجھے وہ گفتگو یاد آگئی جو نیروبی (کینیا) کی مسجد میں سعودیہ کے وہابی عالم سے مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں ہوئی تھی میں نص سے خلافت کو ثابت کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ خلافت کا کل نظام خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اس میں بندوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

جب کہ وہ خلافت کو شوریٰ کی مرہون منت قرار دے رہے تھے اور بے کار و دفاع کر رہے تھے۔ چاروں طرف سے اس کے شاگرد اس کی تائید کر رہے تھے وہ بھی دعوے کے ساتھ کہ استاد قرآن سے استدلال کر رہے ہیں اسکی

ہر ایک بات کی تائید کر رہے تھے اس نے یہ باتیں ————— ﴿وشاوہم فی الامر﴾
﴿وامرہم شوری بینہم﴾ بھی پیش کی تھیں۔

جب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ اس طرح تو میں مغلوب ہو جاؤں گا کیونکہ وہ (طلبہ) استاد سے وہابیت کے افکار و عقائد کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اسی طرح میں یہ بھی سمجھ گیا کہ وہ صحیح احادیث کو نہیں سن سکتے ہیں کیونکہ وہ ایسی احادیث کے گرویدہ ہو چکے تھے جن میں کی اکثر احادیث گڑھی ہوئی تھیں لہذا میں نے اس وقت کرباشوری کو تسلیم کرتے ہوئے طلباء اور ان کے استاد سے کہا:
کیا تم اپنے ملک کے بادشاہ کو اس بات سے مطمئن کر سکتے ہو کہ وہ اپنی کرسی سے اتر آئے اور تمہارے سلف صالح کی اقتدار کرے اور جزیرہ عرب کو مسلمانوں کے لئے آزاد چھوڑ دے تاکہ وہ جس کو چاہیں اپنا صدر منتخب کر لیں میں نہیں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا کرے گا کیوں کہ اس کے آباء و اجداد خلافت کے مالک نہیں تھے۔ لیکن جب وہ بادشاہ بن بیٹھے تو آج وہ جزیرہ عرب کے خطہ حجاز کے بھی مالک بن گئے۔ یہاں تک کہ پورے علاقہ کو المملکۃ السعودیہ کہنے لگے۔
اب ان کے سردار عالم کو مجبوراً کہنا پڑا کہ ہمیں سیاست سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم خدا کے گھر میں ہیں کہ جس میں اس نے اپنے ذکر اور نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

میں نے کہا: اسی طرح طلب علم بھی ہے، اس نے کہا:

جی ہاں: ایسا ہی ہے ہم یہاں جو انوں کو تعلیم دیتے ہیں، میں نے کہا: ہم بھی علمی بحث کر رہے ہیں۔ اس نے کہا: آپ نے اسے سیاست سے فاسد کر دیا۔

میں اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں سے ان مسلمان نوجوانوں پر افسوس کرتا ہوا نکل آیا کہ جن کے دلوں پر ہر طرح سے وہابیت کے عقائد کی چھاپ

بٹھائی جا رہی تھی۔ جبکہ وہ سب شافعی کے مقلد تھے میں سمجھتا ہوں کہ ان کا مذہب —
مذہب اہلبیت سے بہت قریب ہے۔

وہاں کے بزرگوں کا ان ذہین و تہذیب یافتہ اور غیر تہذیب
یافتہ جوانوں میں اس اعتبار سے بہت احترام تھا کہ ان کا تعلق سادات سے تھا۔
پس وہابیوں نے پہلے جوانوں پر ہاتھ ڈالا اور ان کے لئے مادی امکانات فراہم
کئے غلہ دیا اور مالی تعاون کیا تو سادات کے بارے میں ان کے نظریات ہی بدل گئے
اور وہ سادات کے احترام کو ترک سمجھنے لگے۔ افسوس ہے کہ افریقہ کے بیشتر
ممالک میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

اب ہم دوبارہ ابو بکر کی وفات کا تذکرہ شروع کرتے ہیں تاکہ
ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ابو بکر مرنے سے پہلے اپنے کئے پر پشیمان تھے۔ ابن قتیبہ
نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر کیا ہے کہ ابو بکر کا قول ہے کہ قسم خدا کی
مجھے اپنے انجام دئے ہوئے تین کاموں پر سب سے زیادہ افسوس ہے کاش میں نے
انھیں نہ کیا ہوتا۔ کاش میں علیؑ کے گھر کو چھوڑ دیتا، ایک روایت میں ہے کہ کاش
میں نے خانیہؓ فاطمہؓ کی کسی چیز کا انکشاف نہ کیا ہوتا خواہ وہ مجھ سے جنگ ہی کا
اعلان کرتے، کاش میں سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو عبیدہ یا عمارؓ کے ہاتھوں پر
بیعت کر لیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں ان کا وزیر قرار پاتا، کاش جب میرے پاس
ذی الفقہاء کے اسیر لائے گئے تھے کاش میں انھیں قتل کر دیتا یا آزاد کر دیتا لیکن
انھیں آگ میں نہ جلاتا۔

میں اضافہ کرتا ہوں کہ کاش اے ابو بکر آپ فاطمہؓ نہ رہا پر

ظلم نہ کرتے اور انھیں ایذا نہ دیتے، انھیں غضبناک نہ کرتے، کاش آپ ان (فاطمہ زہرا) کی موت سے پہلے پشیمان ہو جاتے۔ اور انھیں راضی کر لیتے، یہ تو خانہ علیؑ سے مخصوص تھا کہ جس کو آپ نے جلانے کے مباح کر دیا تھا۔

لیکن خلافت، کاش آپ اپنے دوست اور داہنے ہاتھ، ابو عبیدہ و عمر کو چھوڑ کر خلافت اس کے شرعی حقدار کے سپرد کر دیتے کہ جس کو رسالتِ مآبؐ نے خلیفہ منتخب کیا تھا پس جب امارت ان کے ہاتھوں میں ہوتی تو آج دنیا کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا اور دینِ خدا پورے کرہٴ ارض پر چھا گیا ہوتا جیسا کہ خداوند عالم نے وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ حق ہے۔

اور فجاۃِ اسلامی کہ جس کو آگ میں جلادیا تھا، اے کاش آپ نے احادیثِ نبویؐ کو نہ جلایا ہوتا۔ اور ان سے شریعت کے صحیح احکام حاصل کئے ہوتے اور اجتہادِ بالرائے پر عمل نہ کیا ہوتا

اے کاش آخری وقت میں جب آپ بسترِ مرگ پر دراز تھے اس وقت خلیفہ بنانے کے بارے میں سوچا ہوتا کہ جس سے حق اپنے اصل محور پر لوٹ آتا کہ خلافت میں جس کی وہی حیثیت ہے جو چھٹی میں کیلی کی ہوتی ہے۔ آپ تو تمام لوگوں سے زیادہ ان کے فضائل و کمالات، زہد و علم، اور تقویٰ کو جانتے تھے وہ تو بالکل نبیؐ کی طرح ہیں خصوصاً انھوں نے اسلام کی حفاظت کے لئے آپ سے کبھی مقابلہ نہ کیا اور معاملہ آپ ہی پر چھوڑ دیا بہتر تھا آپ امتِ محمدؐ کو نصیحت کرتے اور اس کے شاہانِ شان خلیفہ معین کرتے اسے پراگندگی سے بچا لیتے، اور عظمت کی چوٹی پر پہنچا دیتے۔

ہم خدا سے آپ کی مغفرت کے لئے دعا کریں گے کہ وہ

آپ کے گناہ بخش دے اور فاطمہؑ اور ان کے والد، ان کے شوہر اور ان کے

بیٹے آپ سے راضی ہو جائیں کیونکہ آپ نے محمد مصطفیٰ کی محنت جگر کو غضبناک کیا کہ جس کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے جس کے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے جیسا کہ حدیث کی نص موجود ہے کہ جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے ان کے پدر بزرگوار کو اذیت دی اور خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾
جو لوگ رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے

درذناک عذاب ہے۔

خدا کے کسی پر غضبناک ہونے سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ وہ ہم سے اور تمام مسلمانوں اور مومنین و مومنات سے راضی ہو جائے۔

عمر اپنے اجتہاد سے قرآن کی مخالفت کرتے ہیں

خليفة ثانی عمر کے لئے تاریخ بھری پڑی ہے کہ وہ قرآن و سنت کی صحیح نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا کرتے تھے۔

اور اہلسنت ان کی اس حرکت کو ان کے مناقب میں شمار کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں مدح سرائی کرتے ہیں اور جب ان سے انصاف کا تقاضا کیا جاتا ہے تو عذر تراشی کرتے ہیں اور ایسی وابیات قسم کی تاویلات پیش کرنے لگتے ہیں کہ جنہیں عقل تسلیم کرتی ہے نہ منطق اور پھر کتاب خدا اور سنت نبویؐ کی مخالفت کرنے والا کیونکر مجتہد ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ سورہ احزاب، آیت ۳۶
 اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب کہ خدا و رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائے اور جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا
 نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ... وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ...﴾ سورہ مائدہ، آیت ۴۷
 اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں...
 جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالموں میں شمار ہوگا اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ فاسقوں میں شمار ہوگا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة کے باب ”ما یدکر من ذم السراى وتکلیف القیاس ولا تقف ولا تغفل ما لیس لک به علم“ میں تحریر کیا ہے کہ: نبی نے فرمایا کہ خدا علم عطا کرنے کے بعد واپس نہیں لیتا ہے بلکہ علماء کو ان کے علم کے ساتھ اٹھالیتا ہے اور لوگ جہالت میں رہ جاتے

ہیں دھرا ان جاہلوں سے لوگ استفادہ کرتے ہیں اور وہ اپنی رائے و قیاس سے فتویٰ دیتے ہیں پس وہ گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ لہ

نیز بخاری نے اسی کتاب کے ملحقہ باب میں تحریر کیا ہے کہ جب نبی سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا کہ جس کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو آپ فرماتے: میں نہیں جانتا یا وحی نازل ہونے تک جواب نہیں دیتے تھے اور اپنی رائے و قیاس سے کچھ بھی نہیں فرماتے تھے خداوند عالم کا ارشاد ہے: **بما اراک اللہ**، لہ جیسا خدا چاہتا ہے فیصلہ کریں۔

گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے علماء کا ایک ہی قول ہے اور وہ یہ کہ جس نے کتاب خدا کے بارے میں اپنی رائے اور قیاس سے کچھ کہا اس نے کفر کیا اور یہ بات آیات محکمات اور رسول کے اقوال و افعال سے آشکار ہے۔

لیکن یہ قاعدہ اس وقت کیسے بھلا دیا جاتا ہے جب اس کی

زمن عمر ابن خطاب یا اصحابی یا ائمہ اربعین سے کوئی آجاتا ہے اس وقت احکام خدا کے معارض قول کو اجتہاد بنادیا جاتا ہے کہ مجتہد نے اگر حقیقت تک رسائی حاصل کر لی تو اسے دواجر اور اگر خطا سرزد ہوئی تو اسے ایک اجر لازمی ملے لگا۔

کسی کو بھی یہ بات کہنے کا حق نہیں پہنچتا ہے کہ: اس پر پوری امت اسلام شیعوہ سنی کا اتفاق ہے اور یہ بات حدیث نبی سے ثابت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح ہے لیکن اجتہاد کے موضوع میں

اختلاف ہے شیعوہ اس اجتہاد کو قبول کرتے ہیں جس کے بارے میں خدا یا رسول کا کوئی حکم وارد نہ ہوا ہو۔ لیکن اہلسنت اس کی رعایت نہیں کرتے اور خلف، سلف

صالح کی افتد کرتے ہوئے نص کے مقابلہ میں اجتہاد کو غلط نہیں سمجھتے۔ علامہ سید شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب ”النص والاجتہاد“ میں سو سے زیادہ ایسے موارد شمار کرائے ہیں۔ جہاں صحابہ اور ان کے راس و رئیس خلفائے ثلاثہ نے قرآن و سنت کی صریح نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا۔ محققین اس کتاب کا مطالعہ

ضرور فرمائیں اس موضوع کے سلسلہ میں ان چند نصوص کو پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جن کی عمر نے مخالفت کی بجائے اس لئے کہ وہ نصوص سے بے خبر تھے حالانکہ یہ بات باعث تعجب ہے کیونکہ جاہل کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم دے خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ، هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ، لَتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ، إِنْ الذِّينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ نحل، آیت ۱۱۶

اور خبردار جو تمھاری زبانیں غلط بیانی سے کام لیتی ہیں اس کی بنا پر یہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اس طرح خدا پر بہتان باندھنے والے ہو جاؤ گے اور جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں ان کے لئے فلاح اور کامیابی نہیں ہے اور نہ ہی جاہل کے لئے یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ امت میں انسانِ کامل کے ہوتے ہوئے امت کی قیادت کے لئے منصبِ خلافت پر متمکن ہو جائے چنانچہ ارشاد ہے :

﴿وَأَمِّنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يَتَّبِعَ أَتَمَّنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِي مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾ اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعا قابلِ اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے

فیصلہ کر رہے ہو۔ سورہ یونس، آیت ۲۵

لیکن وہ (عمر) نصوص سے بے خبر نہیں تھے بلکہ انھیں جانتے

تھے اور جان لو جھکرافتنائے وقت کے مطابق اجتہاد کرتے تھے اور اسے کفر اور اسلام سے خارج ہونا نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ (عمر) اپنے زمانہ کے اس شخص کے وجود سے بھی بے خبر ہوتے تھے جو صحیح الحکام کا عالم تھا جبکہ یہ باطل ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کتاب و سنت کی معرفت رکھتے ہیں اگر نہ جانتے ہوتے تو بہت سے مشکلات میں ان کی طرف رجوع نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا، پس ان مسائل میں جن میں اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے علیؑ سے کیوں رجوع نہیں کیا؟

میرا عقیدہ ہے کہ آزاد فکر مسلمان اس میں میری موافقت کریں گے کیونکہ اقسام کا اجتہاد، عقیدہ و احکام کو پر بار کر دیتا ہے اور علمائے امت کے درمیان افتراق اور متعدد مذاہب میں تقسیم کرنے کا سبب بنتا ہے اور میں سے عداوت و نزاع کی ابتدا ہوتی ہے اور رعب و دبدبہ جاتا رہتا ہے، ہوا اکھڑ جاتی ہے اور مادی و معنوی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

ہیں یہ سوچنے کا حق ہے کہ ابوبکر و عمرؓ نے منصب خلافت

پر زبردستی قبضہ جمایا تھا اور اس کے شرعی حقدار کو محروم کر دیا تھا، ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر ابوبکر و عمرؓ دونوں احادیث کو جمع کرتے اور انھیں خاص کتاب میں لکھتے تو خود اپنے اور امت کے لئے ایک ذخیرہ کر لیتے اور احادیث میں غیر احادیث مخلوط نہ ہوتی اور ایک عقیدہ ہوتا اور آج ہماری بات ہی دوسری ہوتی۔

لیکن احادیث کو جمع کیا گیا اور نذر آتش کر دیا گیا اور اسکی

تدوین و نقل پر پابندی لگائی گئی یہاں تک کہ آپس میں بیان کرنے کو بھی منع کیا گیا

یہ بہت بڑی مصیبت اور عظیم بلا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

آپ کے سامنے قرآن کی وہ بعض صریح نصوص پیش کی جاتی

ہیں جن کے مقابلہ میں عمر ابن خطاب نے اجتہاد کیا ہے۔

۱، قرآن کہتا ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا، وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ، أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا...﴾

اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو اور اگر مریض ہو یا سفر کے عالم میں ہو یا پچھانہ وغیرہ نکل آیا ہو، عورتوں کو باہم لمس کیا ہے اور پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمم کر لو۔

حدیث میں یہ بات مشہور ہے کہ رسول نے صحابہ کو عمر کے سامنے تیمم کا طریقہ سکھایا تھا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التیمم کے باب "السعیّد الطیب وضوء المسلم یكفیہ عن الماء" میں روایت کی ہے کہ عمران نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں نبی کے ہمراہ تھے۔ اور رات میں سفر کر رہے تھے رات کے آخری حصہ میں قافلہ آرام کرنے کی غرض سے رک گیا یہ آرام مسافر کے لئے بہت شیریں ہوتا ہے۔ سورج کی حرارت سے ہماری آنکھیں کھلیں تو سب سے پہلے فلاں شخص اٹھا اس کے بعد فلاں جسکو لوگ البور جا کہتے ہیں راوی عوف کام بھول گیا چوتھے عمر ابن خطاب بیدار ہوئے تھے رسول کو بیدار نہیں کیا جاتا تھا بلکہ وہ خود بیدار ہوتے تھے کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند کی حالت میں ان پر کیا گزری جب عید جاگے اور لوگوں کو سوتے دیکھا تو عید چالاک تو تھے ہی فوراً بکیر کی صد بلند کی ابھی بکیر ختم نہیں ہوئی تھی کہ نبی بیدار ہو گئے تو لوگوں نے اپنی ہمت کو سنائی۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں ہے آگے بڑھو! ابھی تھوڑی ہی دور

چلے تھے کہ رسولؐ ٹھہرے اور لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ وضو کیا گیا آپ کی اقتدا کی میں نماز ادا کی گئی ایک شخص نے تمام لوگوں کے ساتھ نماز نہ پڑھی آپ نے اس سے فرمایا تم نے سب کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے کہا میں مجنب ہو گیا تھا اور پانی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا خاک تو ہے وہی تمہارے لئے کافی ہے۔ . . . لے

لیکن عہد کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے خلاف کہتے ہیں کہ جس شخص کو پانی نہ ملے وہ نماز نہ پڑھے۔ ان کے اس نظریہ کو اکثر محدثین نے نکھا ہے۔ مسلم کہتے ہیں کہ ایک شخص عہد کے پاس آیا اور کہا میں مجنب ہو گیا ہوں اور پانی نہیں ملا عمرؓ نے کہا کہ نماز نہ پڑھو! عمارؓ نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے جب میں اور آپ ایک سریر میں مجنب ہو گئے تھے اور ہمیں پانی نہیں ملا تھا آپ نے تو نماز ہی نہیں پڑھی تھی لیکن میں زمین پر لوٹا اور نماز پڑھ لی پس نبیؐ نے فرمایا تمہارے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارتے پھر انھیں پھونک دیتے اور پھر دونوں ہاتھوں سے چہرہ اور تھیلیوں (کیپٹ) کا مسح کرتے (عمارؓ کی یہ بات سن کر) عمرؓ نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو! عمارؓ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں یہ بات بیان نہ کروں۔ لے

سبحان اللہ عمرؓ نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے مخالفت پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ صحابہ کو اپنی رائے کے خلاف بولنے تک کو منع کر دیا اور عمارؓ خلیفہ سے معذرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں

یہ بات کسی سے بیان نہ کروں۔ عہد اس اجتہاد، اس معارضہ اور نصوص پر صحابہ کی گواہی کے باوجود اپنی رائے پر اٹل رہے اور مرتے دم تک نصوص سے مطمئن نہ ہوئے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے رہے ان کے اس نظریہ نے بہت سے صحابہ کو متاثر کیا اس لئے وہ عمر کی رائے کو رسول کی رائے پر مقدم کرتے رہے مسلم نے شفیق سے روایت کی ہے میں عبداللہ اور ابو موسیٰ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابو موسیٰ نے کہا: اے ابو عبدالرحمن اس مسئلہ میں آپ کا کیا نظریہ ہے کہ اگر ایک شخص مجنب ہو جائے اور اسے ایک مہینے تک پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عبداللہ نے کہا اگر ایک مہینے تک بھی پانی نہ ملے تو بھی تیمم نہیں کرے گا! ابو موسیٰ نے کہا کہ پھر سورہ مائدہ کی اس آیت کا کیا مطلب ہے۔۔۔۔۔ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِدًا طَيِّبًا﴾ عبداللہ نے کہا کہ اگرچہ اس آیت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس وقت کے لئے ہے جب پانی ٹھنڈا ہو اس وقت تیمم کرو۔ ابو موسیٰ نے عبداللہ سے کہا: کیا تم نے عمار کا قول نہیں سنا ہے کہ مجھے رسول نے ایک کام کے لئے بھیجا اور میں مجنب ہو گیا اور پانی نہ مل سکا تو میں چوپائے کی طرح خاک میں لوٹا پھر آنحضرت کی خدمت میں شرفیابہ ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم اس طرح ہاتھوں کو اٹھاتے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک مرتبہ زمین پر مارا اور اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی پشت کا مسح کیا۔

عبداللہ نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ عمار کے قول سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ جب ہم بخاری کو سلم کی اس روایت میں غور کرتے ہیں تو اس سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ عمر کے نظریہ نے کس مقدار میں بہت سے صحابہ کو متاثر کیا ہے اور اسی سے احکام کا تناقض بھی واضح ہو

جاتا ہے اور روایت کا ضعف و تضاد بھی آشکار ہو جائے گا۔ شاید یہی چیز امویوں اور عباسیوں کے حکام کا اسلامی احکام کو خفیف جاننے کی تفسیر کرتی ہے۔ اور اس کا کوئی بھرم نہیں رہ جاتا اسی لئے وہ ایک حکم متعدد متعارض مذاہب ہم آواز ہو گئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر خفی، مالکی، حنبلی اور شافعی ہیں؛ اب جو تم چاہو اپنی رائے سے کہو کیونکہ تمہارے سید و سرور عمر بھی اپنی رائے سے قد آن و سنت کے مقابلہ میں جو چاہتے تھے کہہ دیتے تھے۔ تمہیں کوئی برا نہیں کہہ سکتا ہے کیونکہ تم اتباع کرنے والے ہو ایسا کرنے والے نہیں۔

ان سب سے تعجب خیز تو عبد اللہ ابن مسعود کا یہ قول ہے کہ اگر ایک پیئہ تک بھی پانی دستیاب نہ ہو تب بھی (مسلمان) تیمم نہیں کرے گا۔ جب عبد اللہ ابن مسعود ایسا بزرگ صحابی یہ کہتا ہے کہ جب مجنب کو پانی نہ ملے تو ایک پیئہ تک نماز چھوڑ دے لیکن تیمم نہ کرے اور وہ (عبد اللہ ابونو) کو یہ بات یاد کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی آیت خاص موضوع کے لئے نازل ہوئی ہے چنانچہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اس آیت میں تیمم کی اجازت دی بھی گئی ہے تو اس وقت کے لئے جب پانی ٹھنڈا ہو۔

اور یہیں سے ہماری سمجھ میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ وہ حسبِ مشافہہ آن کی نصوص کے مقابلہ میں کس طرح اجتہاد کرتے تھے افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ امت کے تنگی اور حرج کو نہیں دیکھتے تھے جبکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے زحمت نہیں چاہتا

سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵

یہ شخص (عبداللہ) کہتا ہے کہ اگرچہ اس آیت میں انھیں تیمم کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس وقت کے لئے جب پانی ٹھنڈا ہو گیا ہو کیا انھوں نے خدا و رسول سے جدا ہو کر خود کو مبلغ سمجھ لیا ہے؟ کیا وہ لوگوں پر ان کے خالق و پروردگار سے بھی زیادہ رحیم و رؤف ہے؟

اس کے بعد ابو موسیٰ اس سنت نبوی سے عبداللہ کو قانع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کو ہمارے بیان کیا تھا۔ اور جس میں رسول نے تیمم کرنے کا طریقہ سکھایا تھا۔ مگر عبداللہ اس مشہور حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ ہمارے قول سے عمر ابن خطاب مطمئن نہیں ہوتے تھے!

اور یہاں یہ چیز بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بعض صحابہ کے نزدیک عہد کا قول ہی قانع کنندہ حجت تھی عمر خواہ حدیث سے مطمئن ہوتے ہوں یا آیت و حدیث کے صحیح ہونے اور آیت کے مفہوم کو پرکھنے کا معیار عمر ہی تھے خواہ آیت رسول کے اقوال و افعال کے معارض ہی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم بہت سے لوگوں کے افعال کو قرآن و سنت رسول کے خلاف دیکھتے ہیں کیونکہ نصوص کے مقابلہ میں عہد کا اجتہاد آج مذہب بن گیا ہے اسی کا اتباع کیا جا رہا ہے اور جب بعض بااقتدار اور صاحبان نظر کو یہ بات معلوم ہے کہ عہد خلفاء میں احادیث بیان کرنا ممنوع تھا، حدیث کی تدوین بعد میں ہوئی ہے۔ حفاظ اور راویوں نے جو بیان کیا وہی لکھ لیا گیا۔ نتیجہ میں وہ مذہب ہمسکے مخالف ثابت ہوئیں۔ کچھ راویوں نے اپنی طرف سے گڑھ کر رسول کی طرف منسوب کر دی تاکہ ان کے ذریعہ ابو حفص (عمر) کی تائید کر سکیں جسے کہ مسئلہ متعہ اور نماز تراویح وغیرہ کے بارے میں متناقض روایں

تقل ہوئی ہیں اسی لئے یہ مسئلہ آج تک مسلمانوں کے درمیان اختلافی ہے۔ اور اس زمانہ سے اسی حالت پر باقی ہے۔ جب تک عمر کا دفاع کرنے والے موجود رہیں گے بات صرت عمر کی ہے حق کے لئے بحث نہیں کرتے ہیں۔ عمر سے کوئی کہے کہ اے عمر آپ نے غلطی کی ہے کیونکہ پانی کے فقدان سے نماز ساقط نہیں ہوتی ہے اس کے لئے آیت تیمم کتابِ خدا میں موجود ہے اور کتب احادیث میں حدیث تیمم مذکور ہے پس جب آپ کو دونوں کی خبر نہیں ہے تو آپ کو منصب خلافت پر متمکن ہونا اور امت کی قیادت کرنا زیب نہیں دیتا۔ اور اگر آپ کو علم تھا تو وہ علم آپ کو کافر قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ آپ نے قرآن و حدیث کے احکام کی مخالفت کی ہے اگر آپ مومن ہوتے تو ایسا نہ کرتے کیونکہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو آپ کو کسی فیصلہ کو قبول کرنے اور کسی کو رد کرنے کا حق نہیں ہے یہ بات آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ :

من يعصي الله ورسوله فقد ضلّ ضلالاً مُّبِيناً.
جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی

ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

ارشاد پروردگار عالم ہے :

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ

عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ

الله وَابْنِ السَّبِيلِ، فَرِيضَةٌ مِّنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

صدقات و خیرات بس فقراء و مساکین اور ان کے

کام کرنے والے اور جن کی تائیف قلب کی جاتی ہے اور غلاموں

کی آزادی میں اور قرضداروں کے لئے اور راہِ خدا میں اور

غربت زدہ مسافروں کے لئے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور رسول کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ مولفۃ القلوب کا وہ حق دیا کرتے تھے جو خدا نے فرض کیا ہے لیکن عمر ابن خطاب نے اس فرض شدہ حق کو اپنی خلافت کے زمانہ میں باطل قرار دیا اور نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا۔ اور مولفۃ القلوب سے کہا ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کو خدا نے عزت دی ہے اور تم سے بے نیاز کر دیا بلکہ عمر نے یہ حکم تو ابو بکر کی خلافت کے زمانہ ہی میں لگا دیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ مولفۃ القلوب ابو بکر کے پاس اپنا حق لینے آئے تو انھوں نے عمر کو رقعہ دکھا کہ ان کا حق دے دو، رقعہ لے کر وہ لوگ عمر کے پاس پہنچے تو عمر نے وہ رقعہ لے کر پھاڑ دیا اور ان لوگوں سے کہا ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کو خدا نے عزت دی ہے اور تم سے بے نیاز کیا ہے پس اگر تم اسلام قبول کرتے ہو فہما، ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔ وہ بے چارے ابو بکر کے پاس آئے اور کہنے لگے خلیفہ آپ ہیں یا وہ ابو بکر نے کہا انشاء اللہ وہی ہیں اور عمر کی رائے کے موافق ابو بکر نے بھی عمل کیا۔ لہ

تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ عمر کا دفاع کرنے والوں کو آپ آج بھی دیکھیں گے کہ وہ اس واقعہ کو عمر کے مناقب اور شجاعت میں شمار کرتے ہیں انھیں میں سے ایک شیخ محمد المعروف بہ دوالیبی بھی ہیں۔ وہ اپنی کتاب اصول الفقہ کے ص ۲۳۹ پر رقمطراز ہیں کہ:

شاید مولفۃ القلوب اس حق کو قطع کرنے میں جس کو

خدا نے قرآن میں فرض کیا ہے۔ عمر کا اجتہاد ان احکام کے لئے
مقدمہ تھا جن کو وہ قرآنی نص کے باوجود وہ مصلحت وقت
کے لحاظ سے بدل لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد موصوف عمر کے لئے عذر تراشتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ عمر نے نص کی علت پر نظر کی نہ کہ اس کے ظاہر پر۔۔۔ آخر تک ان کا ایسا کلام
ہے جس کو سلیم عقلیں نہیں سمجھ سکتی ہیں ہم ان کی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ عمر مصلحت
وقت کے لحاظ سے احکام قرآنی میں رد و بدل کر کے اپنی رائے پر عمل کرتے تھے
لیکن ان کی اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ عمر نے نص کی علت کو دیکھا اور ظاہر پر نظر
نہیں لگی۔ شیخ محمد اور ان کے ہنواؤں سے ہماری گزارش ہے کہ نص قرآن اور نص نبوی زبانون
کے بدلنے سے متغیر نہیں ہوتی ہے۔ قرآن مراحضت کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ خود رسول
کو بھی کسی رد و بدل کا حق نہیں ہے چنانچہ ارشاد ہے :

﴿وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بِتَنَابٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ
لِقَاءَنَا إِنِّ بَقْرَانٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدَّلَهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ
أَبْدَلَهُ مِنْ تِلْقَانِي نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي
أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت
کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہماری ملاقات کی امید نہیں ہے
وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لائے۔ یا
اسی کو بدل دیجئے۔ تو آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اپنی طرف سے
بدلنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں تو صرف اس امر کا اتباع
کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اپنے پروردگار

کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے عظیم دن کے عذاب کا خوف ہے۔ سورہ یونس، آیت ۱۵

اور سنت نبوی کہتی ہے: حلال محمد قیامت تک حلال ہے اور حرام محمد قیامت تک حرام ہے۔

لیکن دو ایسی اور اجتہاد کے قائل افراد کے زعم کے مطابق زمانہ کے تغیر سے احکام متغیر ہوتے ہیں تو اس صورت میں ان احکام پر ملامت نہیں کی جاسکتی ہے جو احکام خدا کو اپنی مصلحت کے اقتضا کے مطابق قبائلی احکام سے بدل لیتے ہیں ظاہر ہے وہ حکم خدا کے مخالف ہوتے ہیں پس ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ روزہ تو مرد و باناکہ اپنے دشمن پر فتیاب ہو سکو۔ اور موجودہ زمانہ میں جبکہ ہم فقر و جہل سے جنگ کر رہے ہیں روزے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور روزہ تو ہمیں نتیجہ گری اور تعدد ازدواج سے روکتا ہے کیونکہ روزہ (جماع کو) عورت کے حقوق کی پامالی قرار دیتا ہے (کوئی) کہتا ہے کہ محمد کے زمانہ میں عورت پیشاب کے برتن سے تعبیر کی جاتی تھی۔ آج ہم نے اسے آزادی دلائی ہے اور اس کے پورے حقوق دئے ہیں۔

اس رئیس نے بھی نص کی علت کو مد نظر رکھا اور اس کے ظاہر کو نظر انداز کر دیا بالکل اسی طرح جس طرح عمر نے کہا تھا۔ کہ آج مرد و عورت دونوں کو برابر میراث دی جائے گی۔ کیونکہ خدا نے مرد کو دہرا حصہ دینے کا حکم اس وقت دیا تھا جب وہ خانوادہ کی کفالت کرتا تھا اور عورت معطل رہتی تھی لیکن آج ایسا نہیں ہے آج عورت مشغول ہے، اپنے خانوادہ کی کفالت کرتی ہے، وہ مثال میں اپنی زوجہ کو پیش کرتا ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی کے اخراجات پورے کئے ہیں اور وہ ان کی عنایتوں سے وزیرین

گیا ہے۔ اسی طرح اس نے زنا کو مباح قرار دے دیا۔ اور زنا کو اس شخص کا حق قرار دیا ہے جو سن بلوغ کو پہنچ جائے، اور اس نے زنا سے پیدا ہونے والے بچوں کے لئے پرورش گاہ قائم کی ہے۔ لوگ اس کی یہ ملت بیان کرتے ہیں کہ وہ زنا کی اولاد پر رحم کرتا ہے کیوں کہ لوگ ذلت و رسوائی کے خوف سے انھیں زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اجتہادات ہیں، تعجب خیز بات تو یہ ہے یہ شخص عمر کی شخصیت سے اتنا متاثر ہے کہ متعدد بار اس نے عمر کا بڑے شد و مد کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور ایک مرتبہ کہا کہ عمر کو زندگی میں اور موت کے بعد بھی خلافت کی فکر تھی چونکہ جناب بھی صدر ہیں اس لئے زندگی اور موت کے بعد بھی مسؤلیت کا بار برداشت کریں گے۔ ایک مرتبہ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ مسلمان میرے اجتہاد پر تنقید کرتے ہیں تو اس نے کہا عمر اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محقق تھے پس میں اپنے نئے زمانہ میں کیوں نہ اجتہاد کروں، عمر حکومت کے صدر تھے میں بھی حکومت کا صدر ہوں۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جب یہ رئیس محمد کا تذکرہ کرتا ہے تو مزاحیہ اور سحرانہ انداز میں کرتا ہے۔ اپنی ایک تقریر میں کہتا ہے کہ: محمد کچھ بھی نہیں جانتے تھے انھیں جغرافیہ کا بھی علم نہیں تھا اسی لئے تو کہہ دیا علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔ وہ (محمد) یہ سمجھتے تھے چین دنیا کا آخری حصہ ہے۔ محمد یہ سوچ بھی نہیں سکے تھے کہ علم اتنی ترقی کرے گا کہ ہواؤں میں لوہا لڑیگا انھیں پوٹاشیم یا ایٹمی علوم اور کیمیاوی اسلحہ کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

میں اس بے خرد شخص پر ملامت نہیں کرتا ہوں کہ جو کتاب خدا اور سنت رسول میں سے کچھ بھی نہیں جانتا ہے۔ اور ایک روز اپنی حکومت

کو اسلامی حکومت کا نام دیتا ہے۔ جبکہ اسلام کا مذاق بھی اڑاتا ہے۔ اصل میں پس پردہ مغربی تہذیب کا رفرما ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس حکومت کو یورپی ممالک کا جز بنادے۔ بہت سے بادشاہوں اور رؤسائے اے مبارکبادی کے ساتھ تحائف بھی بھیجے جب اسے مغربی ممالک کی تائید اور اپنے متعلق ان کی رطب اللسانی معلوم ہوئی، یہاں تک کہ انھوں نے اسے مجاہد اکبر تک کا لقب دے دیا، میں پھر بھی اس پر ملامت نہیں کروں گا کیونکہ جو چیزیں اس سے دیکھنے میں آتی ہیں وہ بعید نہیں تھیں اس لئے کہ جس برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔ اور جب میں انصاف کروں گا تو پہلے ابو بکر و عمر اور عثمان کو ملامت کا نشانہ بناؤں گا کیونکہ انھوں نے ہی وفاتِ نبیؐ کے دن ہی سے اس کا دروازہ کھول دیا تھا اور اموی و عباسی حکام کے کل اجتہادات کا یہی لوگ سبب بنے، ان سے زیادہ کسی نے کچھ نہیں کیا، اسٹ صدیوں کی طویل مدت تک اسلام کے حقائق اور اس کے نصوص و احکام کو چھپایا گیا، نتیجہ میں نوبت آج یہاں تک پہنچ گئی کہ ایک ملک کا صدر مسلمان معاشرہ و جمیعت کے سامنے اپنی تقریر میں رسول کا مذاق اڑاتا ہے اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ نہ خود اس ملک کے باشندے کو شکوہ نہ دوسرے ممالک والوں کو اشکال۔

اور یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اور جو میں اسلامی تحریک کے بعض اراکین سے کہتا ہوں کہ اگر آج تم اپنے ملک کے صدر سے اس بات پر لڑتے ہو کہ وہ نصوص قرآن و سنت کا اتباع نہیں کرتا ہے تو تم پر یہ بھی واجب ہے کہ اس شخص سے نیزاری اختیار کرو جس نے اس بدعت "نفس کے مقابلہ میں اجتہاد" کی بنیاد رکھی ہے۔ اگر تم میں انصاف کا مادہ ہے

اور اب حق کا اتباع کرنا چاہتے ہو، جو لوگ میری اس بات کو قبول نہیں کرتے اور مجھے اس لئے برا بھلا کہتے ہیں کہ میں آج کے رؤسا کو خلفائے راشدین سے ملاتا ہوں۔ ان کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ آج کے بادشاہ اور رؤسا تاریخی واقعات کا حتمی نتیجہ ہیں۔ اور سلمان رسول کی وفات سے لے کر آج تک کس دن آزاد تھے؟ کہتے ہیں کہ آپ شیوخ حضرات صحابہ پر بہتان باندھتے اور ان پر سب و شتم کرتے ہیں۔ اگر ہماری حکومت ہوگی تو تمہیں آگ میں جلاؤں گے۔ میں کہتا ہوں کہ خدا تمہیں وہ دن ہی نہیں دکھائے گا۔

”مت۔ ارشاد خداوند ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكِ بِمَعْرِوْفٍ اَوْ نَسْرِیْ
بِاِحْسَانٍ وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اَنْتُمْ مَوْحِنٌ شِئْناً اِلَّا اَنْ
یَخَافَا اِلَّا یُقْبِنَا ۚ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقْبِنَا حُدُوْدُ اللّٰهِ
فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا
وَمَنْ یَعْتَدْ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا
نَحْلٌ لِّهٖ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهُ، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا
جُنَاحَ عَلَیْهِمَا اَنْ یَّرَاجِعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ یُقْبِنَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا لِقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۲۰

طلاق دو مرتبہ دی جائے گی اس کے بعد یا نیکی کے
ساتھ روک لیا جائے گا یا حسن سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائے گا
اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ انہیں دے دیا ہے،
اس میں سے کچھ واپس لو لو مگر یہ کہ یہ اندیشہ ہو کہ دونوں حدود
الہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جب تمہیں یہ خوف پیدا ہو جائے

کردہ دونوں حدود الہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں کے لئے
 آزادی ہے اس فدیہ کے بارے میں جو عورت مرد کو دے
 لیکن یہ حدود الہیہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور جو حدود الہیہ
 سے تجاوز کرے گا وہ ظالمین میں شمار ہوگا۔ پھر اگر تیسری مرتبہ
 طلاق دے دی تو عورت مرد کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک
 کہ دوسرا شوہر کرے پھر اگر وہ طلاق دے دے تو دونوں کے
 لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ آپس میں میل کر لیں اگر یہ خیال ہے
 کہ حدود الہیہ کو قائم رکھ سکیں گے۔ یہ حدود الہیہ ہیں جنہیں
 خدا صاحبانِ علم و اطلاع کے لئے واضح طور سے بیان کر
 رہا ہے۔

بے دھڑک سنت نبی کی یہ تفسیر ہوتی رہی کہ بیوی شوہر پر
 تین طلاقوں کے بعد حرام ہوتی ہے اور پھر شوہر اس وقت رجوع کر سکتا ہے جب
 کہ اس (مطلقہ) سے کوئی دوسرا مرد نکاح کر کے طلاق دے دے پس جب وہ
 طلاق دے دے گا تو ہر پہلے شوہر کو نئے پر تقدم حاصل ہوگا اور عورت کو
 یہ اختیار ہوگا کہ خواہ اسے (پرانے شوہر کو) قبول کرے یا انکار کر دے۔

لیکن عمر ابن خطاب اپنی عادت کے مطابق ان حدودِ خدا
 میں غلطی کرتے ہیں جو جاننے والوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں اس حکم کو بھی
 بدل دیا اور کہا کہ طلاق ایک ہی ہے لیکن تین نغظوں سے متحقق ہوگی اور شوہر پر
 اس کی زوجہ حرام ہو جائے گی اس طرح عمر نے سدآن مجید اور سنت نبی کی مخالفت کی
 صحیح مسلم کی کتاب الطلاق کے باب "طلاق الثلاث" میں

ابن عباس سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: عہد رسول اور زمانہ ابوبکر میں نیز

دو سال خلافت عمر میں طلاق ایک ہی تھی پس عمر ابن خطاب نے کہا: لوگ اس سلسلہ میں جلدی سے کام لیتے ہیں اس میں ان کے لئے آسانی ہے۔ اگر ہم انکی تصدیق کر دیتے تو وہ ان کے لئے حجت ہو جاتی۔

قسم خدا کی تعجب ہے کہ خلیفہ صحابہ کے سلسلے کس جرأت کے ساتھ احکام خدا کو بدل دیتے ہیں اور صحابہ ان کی ہر ایک بات کی موافقت کرتے ہیں نہ کوئی انکار کرتا ہے نہ معارضہ اور ہم غریبوں کو اس طرح فریب دیتے ہیں کہ ایک صحابی نے عمر سے کہا: ”قسم خدا کی اگر ہم کہیں آپ سے کجی دیکھیں گے تو تلوار کی باڑ پر لے لیں گے۔“ یہ قول زور بہتان اس لئے ہے تاکہ خلافت کو بلا جھک اڑا دیا اور ڈیو کیسی کا منہ بنا کے پیش کیا جا سکے جبکہ تاریخ اس کی تکذیب کرتی ہے اور اقوال کا اس وقت کوئی اعتبار نہیں ہوتا جب عمل ان کے خلاف ہوتا ہے یا شاید وہ کتاب و سنت میں کجی دیکھ رہے تھے اور عمر ابن خطاب اسے استوار کر رہے

تھے ”اس ہذیان سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں“ میں جب شہر قفصہ میں تھا تو میں ان لوگوں کو فتویٰ دیتا تھا کہ جو اپنی بیویوں کو »انت حرام بالثلاث«

کے ذریعہ حرام کر لیتے تھے اور اس وقت بہت خوش ہوتے تھے جب میں انھیں وہ صحیح احکام بتاتا تھا کہ جن میں خلفاء اپنے اجتہاد کے ذریعہ تصرف نہیں کر سکے ہیں لیکن جو انھیں علم کی طرف بلاتا ہے وہ اسے یہ کہہ کر ڈراتے ہیں کہ شیعوں کے یہاں تو ہر چیز حلال ہے ایک بار ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے اچھے انداز میں جدال کیا اور پوچھا کہ جب سیدنا عمر ابن خطاب نے اس تفسید اور دوسرے احکام خدا کو بدل دیا اور صحابہ نے ان کی موافقت کی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ نے ان سے جدال و جنگ کیوں نہیں کی؟ میں نے اسے وہی جواب دیا جو علی علیہ السلام نے قریش کو اس وقت

دیا تھا جب انھوں نے یہ کہا تھا کہ وہ دلیر تو ہیں لیکن فنون جنگ سے بے خبر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ :

اللہ ان کا بھلا کرے، کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدان و غایم مجھ سے پہلے سے کار نمایاں کئے ہوئے ہو، میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب سکے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور اب تو ساٹھ سے اوپر ہو گیا ہوں لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

جی ہاں! شیعوں کے علاوہ دکر جو ان کی امامت پر ایمان رکھتے ہیں، مسلمانوں نے علیؑ کی بات پر کان دھرا۔ انھوں نے متوکی حرمت کے خلاف آواز بلند کی، تراءیح کی بدعت کے خلاف معارضہ کیا بلکہ تمام ان احکام کے بارے میں صدائے احتجاج بلند کی جنھیں ابو بکر و عمر اور عثمان نے بدل ڈالا تھا لیکن ان کی رائے ان کے شیعوں میں محصور ہی اور دوسرے مسلمان ان سے جنگ کرتے رہے، لعنت بھیجے رہے۔ آپ کے نام اور تذکرہ کو مٹانے میں منہمک رہے ان کے دلیرانہ موقف کو اس وقت کسی نے نہیں پہچانا کہ جب آپ کو عبدالرحمن ابن عوفؓ کہہ عمر کے بعد جس کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور تھی، نے بلایا اور کہا میں آپ کو اس شرط پر خلیفہ بناتا ہوں کہ آپ مسلمانوں میں سنت شیخین، ابو بکر و عمر کے مطابق فیصلے کریں گے، علی علیہ السلام نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق عمل کروں گا اسی بنیاد پر انھوں نے علیؑ کو نظر انداز کر دیا اور عثمان ابن عفان نے یہ شرط قبول کر لی لہذا خلافت انھیں کو سو پ دی گئی پس جب علیؑ ابو بکر و عمر

کے مرنے کے بعد بھی ان سے معارضہ نہیں کر سکتے تھے تو ان کی موجودگی میں
کیونکر ممکن تھا؟

اس لئے آپ باب مدینۃ العلم کہ جو رسول کے بعد اعلم الناس
کو دیکھتے ہیں کہ وہ اہلسنت کے یہاں ممتروک ہیں، وہ (اہلسنت) مالک، ابوحنیفہ
شافعی اور ابن حنبل کی اقتدا کرتے ہیں اور تمام امور دین میں انھیں کی تقلید
کرتے ہیں کسی بھی چیز کے بارے میں علیؑ سے رجوع نہیں کرتے ہیں اسی طرح
آپ ان کے ائمہ حدیث جیسے بخاری و مسلم کو دیکھیں گے وہ ابوہریرہ، ابن عمر
اور ہر ایک لنگڑے گنچے اور قریب و بعید سے سیکڑوں حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن
علی علیہ السلام سے معدود چند ہی حدیثیں نقل کرتے ہیں وہ بھی جھوٹی اور اہلبیت
کی عظمت کو گھٹانے والی پھر وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو علیؑ کی تقلید کرتے
ہیں انھیں کافر کہتے ہیں ان کو روانض کے القاب سے یاد کرتے ہیں حقیقت
یہ ہے کہ شیعوں کی صرف اتنی خطا ہے کہ وہ علیؑ کی اقتدا کرتے ہیں کہ جنھیں خلفاء
ثلاثہ کے زمانہ میں گوشہ نشین بنادیا گیا تھا پھر امویوں اور عباسیوں کے زمانہ
حکومت میں ان پر لعنت کی گئی جس کو تاریخ سے کچھ لگاؤ ہے وہ بہت جلد اسی
 واضح حقیقت کو درک کر لے گا اور علیؑ و اہلبیت و شیعہ ان علیؑ کے خلاف ہونے
والی سازش کو سمجھ لے گا۔

مخالفت نصوص کے سلسلہ میں عثمان اپنے دوستوں کا

اتباع کرتے میں

شاید عثمان ابن عفان نے عبدالرحمن ابن عوف سے اس شرط پر خلافت لیتے وقت کہ وہ سیرت شیعین ابوبکر و عمر پر عمل کریں گے یہ طے کر لیا تھا کہ میں بھی ان دونوں (ابوبکر و عمر) کی طرح نصوص قرآن اور نصوص نبوی کے مقابلہ میں اجتہاد کروں گا۔ جو شخص عثمان کے دوران خلافت کا مطالعہ کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ اجتہاد کے میدان میں عثمان ابوبکر و عمر سے کہیں آگے نکل گئے تھے اور لوگ ان دونوں کے اجتہادات کو قبول کئے تھے میں اس موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا۔ اس سے جدید و قدیم تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان میں عثمان کی وہ عجیب و غریب باتیں بھی مرقوم ہیں جو ان کے قتل کا باعث بنیں لیکن میں اپنی عادت کے مطابق قارئین اور محققین کے لئے اختصار کے ساتھ دین محمدی میں اجتہاد کے حامی افراد کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب "صلوۃ المسافرین" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: خدا نے دو رکعت نماز فرض کی تھی پھر وطن میں پوری (یعنی چار رکعت) فرض کی اور سفر میں وہی دو رکعت واجب رہی۔

مسلم نے اپنی صحیح کی اسی کتاب میں یعلیٰ ابن امیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب سے کہا کہ اگر تمہیں کافروں

کا خوف ہو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس طرح گوگ محفوظ ہیں گے! انھوں نے فرمایا: مجھے بھی اسی چیز سے تعجب ہے جس سے تمہیں تعجب ہے پس میں نے رسول سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر تصدق کیا ہے پس اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلاۃ المسافرین و قصرہا میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: خدا نے اپنے نبی کی زبان سے حضرت (وطن) میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوت میں ایک رکعت واجب کی ہے۔

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب رسول تین میل یا تین فرسخ کا سفر کرتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

نیز انھیں سے مروی ہے کہ ہم مدینہ سے رسول کے ہمراہ مکہ گئے تو واپسی تک دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے، میں نے دریافت کیا کہ مکہ میں کتنے دن قیام کیا؟ کہا دس روز۔

مسلم کی بیان کردہ ان احادیث سے ہم پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو آیت قصر کے متعلق رسول پر نازل ہوئی تھی رسول نے اپنے قول و عمل سے اس کی تفسیر بیان کی تھی اور بتایا تھا کہ یہ خدا کی طرف سے چھوٹ ہے اس کے ذریعہ خدا مسلمانوں پر تصدق کرتا ہے۔ پس مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ اس سے دو ایسی اور اس جیسے عمر کی خطا کو صحیح بنا کر پیش کرنے والے اور ان کے لئے عذر تراشنے والے افراد کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ عمر نے اس کی علت کو مد نظر رکھا اور اس کے ظاہر کو

نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ رسول نے عسر کو آیتِ قصرِ نماز کے نزول کے وقت یہ سمجھا دیا تھا کہ نصوصِ ثابتہ اپنی علت پر موقوف نہیں ہوتی ہیں اس طرح سفر کی حالت میں نماز قصر ہے گی اگرچہ لوگوں کو خوف بھی لاحق نہ ہو لیکن عسر کا دوسرا ہی نظریہ ہے جس کو دو الیہی اور المسند کے دوسرے علماء نے اپنے حسنِ ظن کی بنا پر نقل کیا ہے۔

ہمیں عثمان ابن عفان کی طرف دیکھنا چاہیے وہ بھی نصوصِ قرآن و سنت کے مقابلہ میں اجتہاد کرتے ہیں وہ بھی خلفائے راشدین میں شامل ہیں، وہ سفر میں بھی پوری نماز پڑھتے ہیں بجائے دو رکعت کے چار رکعت ادا کرتے ہیں۔

کیا میں یہ سوال کر سکتا ہوں کہ اس فریضہ میں کمی زیادتی کا سبب کیا ہے میری نگاہ میں اس کا منشاء یہ تھا کہ عوام کو خصوصاً نبی امیہ کو یہ باور کرا دے کہ وہ محمد اور ابوبکر و عمر سے زیادہ متقی ہے۔

مسلم نے اپنی صحیح کے باب صلوٰۃ المسافر میں وقت و صلوٰۃ میں سالم سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے رسول سے روایت کی ہے کہ رسول منیٰ میں نماز قصر پڑھتے تھے اور ابوبکر و عمر اور عثمان اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں ایسے ہی پڑھتے تھے لیکن بعد میں وہ پوری نماز پڑھنے لگے۔

نیز مسلم میں بیان ہوا ہے کہ زہری کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا: عائشہ کو کیا ہو گیا ہے وہ سفر میں پوری نماز پڑھتی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ عائشہ نے عثمان کی طرح تاویل کر لی ہے۔

اس طرح دینِ خدا اپنے احکام و نصوص کے ساتھ مفسرین کی تفسیر اور تاویل کرنے والوں کی تاویل و تفسیر کا تابع دار ہو کے رہ گیا۔

”ب۔“ اسی طرح عثمان نے عمر کی تائید میں متعہ الحج کی حرمت کے بارے میں اجتہاد کیا اور متعہ النساء کو حرام قرار دیا۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب ”التمتع والاقران“ میں مروان ابن حکم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے عثمان و علی رضی اللہ عنہما دونوں کو دیکھا ہے عثمان متعہ کرنے سے روکتے تھے اور دونوں کو جمع کرنے سے روکتے تھے۔ پس علیؑ نے ان دونوں عمرہ و حج میں عمل کیا اور فرمایا: میں کسی کے کہنے سے سنت نبیؐ کو ترک نہیں کروں گا۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب ”جواز التمتع“ میں سعید ابن سیب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: علیؑ و عثمان عسفان میں جمع ہو گئے عثمان متعہ یا عمرہ سے منع کر رہے تھے علیؑ نے فرمایا: کیا آپ اس فعل سے منع کر رہے ہیں جس پر رسولؐ نے عمل کیا ہے؟ عثمان نے کہا: چھوڑئے، آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے کہنے سے اس کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں پس علیؑ نے ان دونوں پر عمل کیا۔

جی ہاں! یہ علیؑ ابن ابیطالب ہیں کہ جو کسی کے کہنے پر سنت رسولؐ کو نہیں چھوڑتے ہیں دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان اور علیؑ کے درمیان اس قول کے سلسلہ میں اختلاف رہا۔ عثمان علیؑ سے کہتے ”ذغائنک“ اس میں ہر چیز کی مخالفت ہے، اور اس چیز کا اتباع نہیں ہے جس کی حضرت علیؑ اپنے ابن عم رسولؐ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ مقطوعہ روایت کے بارے میں آپ یہ کہیں کہ علیؑ نے یہ فرمایا پس جب علیؑ کی یہ رائے ہے تو میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟

لاریب، خلیفہ (عثمان) اپنی ہی رائے پر مہر رہے۔

باوجودیکہ علیؑ نے انھیں سنت نبویؐ یاد دلائی لیکن عثمانؓ نے علیؑ کی مخالفت میں لوگوں کو تمتع سے منع کر دیا اور حج و عمرہ کی اجازت دیدی۔
 ”مت۔“ اسی طرح عثمانؓ نماز کے اجزاء میں اجتہاد کر لیتے تھے اور سجدہ میں جاتے اور بلند ہونے وقت تکبیر نہیں کہتے تھے۔

امام احمد ابن حنبل نے عمران ابن حصین سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے علیؑ کی امامت میں نماز ادا کی میں نے کہا آپ (علیؑ) نے مجھے رسولؐ اور دونوں خلفاء کی نماز یاد دلادی۔ میں بھی گیا اور ان کے پیچھے نماز ادا کی تو انھوں نے رکوع میں جالتے اور بلند ہونے وقت تکبیریں کہیں، میں نے کہا: اے ابوجحید سب سے پہلے یہ تکبیریں کس نے ترک کیں؟ کہا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وقت چھوڑ دی تھیں جب وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی آواز نحیف ہو گئی تھی۔ لہ

ہاں اسی طرح سنت نبویؐ برباد ہوئی اور اس کی جگہ سنت خلفاء، سنت بادشاہان اور سنت صحابہ نیز سنت اموی و عباسی نے لے لی اور یہ سب اسلام میں بدعت ہیں اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ضلالت کا نتیجہ جہنم ہے جیسا کہ رسالتاب علیہ التعمیہ والسلام نے فرمایا ہے۔
 اسی لئے آپ آج مسلمانوں کی نمازوں کی مختلف شکلیں

ملاحظہ کر رہے ہیں، آپ انھیں ایک تصور کرتے ہیں جبکہ ان کے قلوب جدا ہیں وہ ایک صف میں کھڑے ہوں تو دیکھئے کہ کسی کے ہاتھ کھلے ہیں کسی کے بندھے ہیں اور ان ہاتھ باندھنے والوں کے طریقے بھی جدا ہیں۔ کوئی

نیفے سے اوپر ہاتھ باندھتا ہے اور کوئی سینے کے پاس باندھتا ہے، کوئی دونوں
پیر ملا کر کھڑا ہوتا ہے اور کوئی دونوں پیر کے درمیان فاصلہ قائم کرتا ہے۔
اور ان میں سے ہر ایک اپنے اس فعل کو حق سمجھتا ہے۔ اور جب آپ اس سلسلہ
میں ان سے گفتگو کریں گے تو وہ جواب دیں گے برادر یہ نماز کی صورتیں ہیں
انھیں اہمیت نہ دو جس طرح چاہو پڑھو ہم نماز پڑھنا ہے۔

ہاں! یہ ایک حد تک صحیح ہے ہم صرف نماز ہے لیکن
نماز کے لئے واجب یہ ہے کہ وہ رسول کی نماز کے مطابق ہو، رسول کا ارشاد
ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو پس ہمیں ان کی نماز
کے بارے میں چھان بین کرنا چاہیے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔

۱۲۔ عثمان سے فرشتے بھی شرم کھاتے ہیں!

بلاذری کا کہنا ہے کہ

جب عثمان کو ابوذرؓ کے ربذہ میں سر جانے کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا:
خدا ان (ابوذرؓ) پر رحم کرے۔ عمار یا سر نہ کہا کہ ہاں خدا ہم سب پر رحم کرے
عثمان نے عمار سے ایک گالی دینے کے بعد کہا تم مجھے ابوذرؓ کے ساتھ گئے
جانے والے سلوک پر شرمندہ کرنا چاہتے ہو، جاؤ تم بھی ربذہ چلے جاؤ۔ لہ
جب عمار تیار ہوئے تو قبیلہ مخزوم علیؓ کے پاس آیا اور
کہا کہ آپ ہی عثمان سے گفتگو کیجئے، علی علیہ السلام نے عثمان سے کہا: اے
عثمان خدا سے ڈرو! تم نے ایک صالح انسان کو جلا وطن کیا وہ جلا وطنی کے عالم

میں جاں بحق ہو گیا اور اب اس کے مثل ان کو جلاوطن کرنا چاہتے ہو؟
 دونوں کے درمیان کافی دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا
 یہاں تک کہ عثمان نے علی علیہ السلام سے کہا جلاوطنی کے تم اس سے بھی زیادہ
 مستحق ہو علیؑ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو کر گذرو!

پھر ہاجرین جمع ہو کر عثمان کے پاس آئے اور کہا کہ جو کچھ
 تم نے اس جلاوطن شخص کے لئے کہا ہے کہ جسے تم نے شہر بدر کیا ہے تو یہ تھا کہ
 حق میں بہتر نہیں ہے اس لئے عثمان نے عمار کو شہر بدر کرنے سے پرہیز کیا
 یعقوبی لکھتے ہیں کہ عمار یا مرنے مقداد کے جنازہ پر نسا
 پڑھی اور دفن کر دیا اور مقداد کی وصیت کے مطابق عثمان کو ان کے انتقال
 کی خبر نہ دی تو عثمان عمار پر بہت غضبناک ہوئے اور کہا: ویل ہو ابن سودا
 پر کاش مجھے اس کی اطلاع ہوتی۔ لہ

کیا اس شرمیلے انسان سے گالیوں کا صدمہ ممکن ہے جس
 سے ملا لکھ جیا کھاتے ہیں؟ اور وہ بھی نیک و شریف مومنین کے بارے میں؟
 عثمان نے مرنے والے عمار پر سب و شتم اور اٹھیں گالی دینے ہی پر
 اکتفا نہ کی جیسا کہ کہا تھا: یا عاصیٰ ابراہیمہ، بلکہ اپنے غلاموں سے کہا عمار پر
 ٹوٹ پڑو! پس انھوں نے لات اور میگوں سے عمار کو مارا اور پھر عثمان
 نے لاتوں سے مارا جبکہ عثمان کے جوتوں میں نعل لگی ہوئی تھی جس سے
 وہ (عمار) مرض قح میں مبتلا ہو گئے۔ عمار ضعیف تھے لہذا مار کی تاب
 نہ لا کر بے ہوش ہو گئے یہ قصہ مورخین کے درمیان مشہور ہے۔ لہ

عبداللہ ابن مسعود کے ساتھ بھی عثمان نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ عبداللہ ابن مسعود کو عثمان کا ایک سپاہی کا ندھے پر اٹھا کر مسجد کے دروازہ تک لایا اور زمین پر دے مارا جس سے ان کی پسلی ٹوٹ گئی۔ یہ جبکہ عبداللہ ابن مسعود کی صدمہ اتنی خطا تھی کہ انھوں نے عثمان سے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی امیہ کے فاسق افراد کو بے حساب مسلمانوں کا مال نہ دیں۔

پھر عثمان کے خلاف شورش برپا ہو گئی نوبت ان کے قتل تک پہنچی اور تین روز تک انھیں دفن نہ کیا گیا۔ اس کے بعد بنی امیہ کے چار افراد آئے تاکہ نماز جنازہ پڑھیں تو صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان پر تو ملائکہ نے نماز پڑھی ہے۔ پس لوگوں نے کہا: قسم خدا کی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں ہرگز دفن نہیں کرنے دیا جائے گا۔ لہذا بے غسل و کفن "حش کوکب" یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ جب بنی امیہ کا تسلط ہوا تب انھوں نے حش کوکب کو بقیع میں شامل کر لیا۔

یہ خلفائے ثلاثہ کی مختصر تاریخ ہے اگرچہ ہم نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ اور چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔ لیکن ان خیالی فضائل کا پردہ چاک کرنے کے لئے۔ کہ جنہیں خلفائے ثلاثہ جانتے بھی نہیں تھے اور اپنی زندگی کے کسی لمحہ میں

۱۔ الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۲۵، الامامت والسیاسة جلد ۲ ص ۲۹، شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۲۳۹، العقد الفرید ابن عبد ربہ جلد ۲ ص ۲۷۷۔ ۲۔ انساب الاشراف واقدی، تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۴، شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۲۳۷

ان فضائل کے حامل نہیں تھے۔ اتنا ہی کافی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اہلسنت ان

حقائق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

اہل ذکر کے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ: اگر تم ان

حقائق سے واقف ہو، انھیں تسلیم کرتے ہو، ان کا انکار نہیں کرتے کیونکہ

تم نے اپنی صحاح میں جس طرح پیش کیا ہے اگرچہ کثرت بیونت کے ساتھ

نقل کیا ہے لیکن اتنے ہی سے تم نے خلافت راشدہ کی عمارت منہدم کر دی ہے

اور اگر تم ان حقائق کا انکار کرتے ہو اور ان کو مستحجم

نہیں کرتے تو تم نے اپنی صحاح کا اعتبار کھو دیا اور تمہاری جن معتبر کتابوں میں

ان کا تذکرہ ہے ان کی تردید سے تمہارے سارے معتقدات کی عمارت

تہس نہس ہو جائے گی۔

چٹھی فصل

خِلَافَت سے متعلق

خِلَافَت، آپ جانتے ہیں خلافت کیا ہے؟ اس کو خدا نے امت کیلئے آزمائش بنایا ہے کہ جس کو طمع پر درلوگوں نے تقسیم کر لیا۔ اور اس کے سلسلہ میں بہت سے نیکو کار لوگوں کا خون بہا، یہ وہ ہے جس کی وجہ سے مسلمان کافر ہوئے، اس نے صراطِ مستقیم سے منحرف کیا اور جہنم میں جھونک دیا ہم اس کی مختصر تاریخ کو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو خلافت کی ان مخفی اور لکی پٹی باتوں کو آشکار کر دے جو رسول کی موجودگی اور وفات کے بعد خلافت کے سلسلہ میں ہوتی رہیں۔

پہلی چیز جو ذہنوں میں خطور کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ریاست (حاکمیت) اہل عرب کے نزدیک ہر زمانہ میں بدیہی امور سے مربوط رہی ہے آپ دیکھیں گے کہ عرب قبیلہ کے رئیس و سردار کو ہر معاملہ میں اپنے نفسوں پر مقدم کرتے ہیں وہ اس کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے جو کچھ ملے کرتے ہیں اس کے مشورہ سے کرتے ہیں اور اس کی بات پر سبقت نہیں کرتے۔

ان کا یہ رئیس عادتاً عمر رسیدہ اور امور کو دیگر افراد سے بخوبی جانتے والا اور ان (عرب) کے درمیان حسب و نسب کے لحاظ سے اشراف و افضل ہوتا ہے۔

اس رئیس قبیلہ پر جو بھی اس کے خاندان کا ذہانت، عقلندی، شجاعت اور دوسرے امور کے علم میں، مہمانوں کی ضیافت میں اس سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ وہی قبیلہ کا رئیس بن جاتا ہے، لیکن زیادہ تر ریاست میراث کے طور پر ملتی ہے۔

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں قبائل و خاندان اپنی استقلالیت کے باوجود اس ایک قبیلہ کی ریاست کے سائے میں رہتے ہیں، جو اموال و افراد کے لحاظ سے مضبوط ہوتا ہے۔ اس کے کچھ جیالے اور بہادر افراد ہوتے ہیں جو دوسرے قبیلوں کا دفاع اور حمایت کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال قریش ہے کہ جو عرب کے دوسرے قبیلوں کو اپنا مطیع سمجھتا ہے اور خانہ خدا کی کلید برداری کو اپنا حق تصور کرتا ہے۔

اور جب اسلام آیا اس وقت رسول نے اس چیز کو اتنی اہمیت دی کہ جب بھی کوئی قبیلہ آپ کے پاس آتا اور اسلام کا اقرار کرتا تھا تو اسی وفد میں سے اس کے سردار اور شریف آدمی کو اس قبیلہ کا رئیس بنادیتے تھے تاکہ وہ لوگوں کو مناز پڑھائے ان سے زکوٰۃ وصول کرے اور رسول و قبیلہ کے درمیان واسطہ قرار دیا۔

پھر محمدؐ نے حکم خدا سے اسلامی حکومت تشکیل دی کہ جو اپنے احکام و استحکام میں وحی خدا کے سامنے سرِ پا تسلیم ہے پس اجتماع اور انفرادی نظام جیسے عقود نکاح، طلاق، خرید و فروخت، لیس دین اور

میراث و زکوٰۃ اور اسی طرح ہر وہ چیز جو جنگ و معاملات و عبادات میں سے
فرد یا اجتماع سے مخصوص ہو اس میں سب احکام خدا کے سامنے عاجز ہیں
اور رسول کا کام احکام کو نافذ کرنا اور ان پر عمل کر کے بتانا ہے۔

لاحالہ رسول اس بات پر غور کرتے ہوں گے کہ اس مہم
کے سر کرنے کے لئے کس کو اپنا خلیفہ بنائیں۔

اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ ہر حکومت کا صدر یا بادشاہ
(اگر وہ اپنی قوم کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو وہ) ان تمام مہمات میں سے
کسی کو اپنا نائب بناتا ہے جو قوم و قبیلہ میں بادشاہ کی عدم موجودگی میں سے
رو نما ہوں گی لہذا یہ نائب اس کا وصی و وزیر اول ہے اور یہ وہ مقرب ہے
کہ جب کوئی بھی بادشاہ کے پاس نہ ہو گا تو یہ حاضر رہے گا اور یہ بھی ضروری
ہے کہ تمام وزراء اور قبائل اسے جانتے ہوں۔

پس عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ رسول نے ان تمام
باتوں سے چشم پوشی کر لی تھی۔ اور انھیں کوئی اہمیت نہیں دی تھی جبکہ ان کا
یہی کام تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، اسی موضوع سے متعلق بہت سی
احادیث تھیں جن پر ان لوگوں نے پردہ ڈال دیا جو شوریٰ کا نظریہ رکھتے تھے
اور وہ افراد نے خلیفہ کے تعین و شخص کے سلسلہ میں رسول کی عظمت و
قدست کو مجروح کرنا چاہتے تھے، چنانچہ آپ پر ہدیان کا اتہام لگایا۔ اسامہ
کے امیر بنانے کے بارے میں چرمی گویاں کہیں اور کہا کہ وہ بچہ ہے اس میں قیادت کی
صلاحیت نہیں ہے۔ پھر رسول کی وفات کے سلسلہ میں لوگوں کو شک میں سے
بتلا رکھا، تمام امکو کو معطل کر دیا تاکہ مسلمان رسول کے منتخب کردہ خلیفہ کی
بیعت نہ کر لیں، انصوص کی پامالی ہی سے متعلق ان کی یہ کوشش بھی تھی کہ انھوں نے

علیؑ اور یاران و انصار کو رسولؐ کی تجہیز میں مشغول پاکر موقع غنیمت سمجھا اور سقیفہ میں جا کر میٹنگ منعقد کرنی اور اپنی مرضی سے خلیفہ چن لیا اور اس سے امیدیں وابستہ کر لیں پھر عام لوگوں سے بالجبر و اکراہ بیعت لینا شروع کر دی اور میدان سیاست کو لوگوں کو الگ رکھنے میں پوری کوشش صرف کر دی اور پوری طاقت و توانا کے ذریعہ کسی بھی لب کشائی کرنے والے کی سرکوبی میں یہ کھکر منہمک ہو گئے کہ وہ اتحاد کو پاش پاش کرنا چاہتا ہے، یا کہتے تھے کہ نئی شرعی خلافت کے بارے میں شک میں مبتلا ہے خواہ اب اقدام کرنے والی فاطمہ ہی ہو۔ اس کے بعد نبیؐ کی احادیث پر پابندی نگاہی تاکہ خلافت سے متعلق نصوص لوگوں تک نہ پہنچ سکیں خواہ اس فردی معاملہ میں اجتماعی قتل و خونریزی کی نوبت ہی کیوں نہ آئی ہو اور یہ سب فتنہ کو بی کے نام پر ہوتا تھا۔ اور کبھی لوگوں پر کافر ہونے کا الزام لگا کر قتل کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں ہمیں مورخین کی تحریر سے معلوم ہوتی ہیں اگرچہ ان میں سے بعض نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ بعض مناقض روایات گڑھیں یا تاویلات و اعتذار کہ جن کی حقیقت کو مردِ ایمان و حادثات نے آشکار کر دیا۔

ان مورخین میں سے بعض افراد معذور ہیں کیونکہ انھوں نے اولین مصادر سے معلومات فراہم کی ہیں کہ جو ان سیاسی اور اجتماعی حالات کے تحت لکھی گئی ہیں کہ جن سے عظیم فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ سب کچھ نبیؐ امید کی خلافت کے دوران ہوا ہے کہ جنھوں نے بعض صحابہ اور تابعین کے درمیان اسوا و مناقب تقسیم کر دیتے تھے۔

لہذا بعض مورخین نے صحابہ سے حسن ظن کی بنا پر ایسی

باتیں نقل کر دی ہیں وہ (بیچارہ) آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے راز سے واقف نہیں ہے لہذا صحیح اور جھوٹی روایات خلط ملط ہو گئیں اور محقق کے لئے حقیقت تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہو گیا۔

محققین کے ذہن سے اس حقیقت کو قریب کرنے کیلئے چند سوالات پیش کرنا ضروری ہے تاکہ ان سوالات یا جوابات سے بعض حقائق سے پردہ ہٹ جائے یا بعض اشارات کا انکشاف ہو جائے کہ جو حقیقت تک پہنچانے والے ہیں۔

سوالات و جوابات

بہت سی جگہوں سے میرے پاس بعض مہم سوالات پر متعلق کچھ خطوط آئے ہیں ان خطوط سے قارئین محترم کے شوق اور ان کے ذوقِ تحسین کا پتہ ملتا ہے، ان میں سے بعض کے میں نے جواب روانہ کئے اور بعض کا جواب دینے سے اعراض کیا حالانکہ مجھے اس میں کوئی مہابہ نہ تھا۔ صرف اس وجہ سے جوابات نہیں لکھے کہ وہ سب میری کتاب ”شم اُھتدایت“ اور — „لاکون مع الصادقین“ میں موجود ہیں، افادیت کے پیش نظر میں ان سوالات کو مع جوابات کے اس فصل میں بیان کر رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قارئین بعض احادیث و حادثات کو ایک ہی کتاب میں مکرر یا تینوں کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ کام میں نے کتابِ خدا کی اقتدا کرتے ہوئے کیا ہے۔ قرآن نے ایک ہی بات کو مومنین کے ذہن میں بٹھانے کے لئے متعدد سورتوں میں بیان کیا ہے۔

س۔ ۱۔ جب رسول یہ جانتے تھے کہ امت میں امر خلافت کے سبب جھگڑا ہوگا تو انھوں نے کیوں خلیفہ معین نہیں کیا؟

ج۔ ۱۔ رسول نے حجۃ الوداع کے بعد علی ابن ابیطالب کو خلیفہ معین کیا تھا، آپ کے ہمراہ حج کرنے والے صحابہ نے اس کی گواہی دی ہے رسول یہ بھی جانتے تھے کہ امت عہد شکنی کرے گی اور اپنی پہلی حالت پر پلٹ جائے گی۔

س۔ ۲۔ کسی صحابی نے رسول سے امر خلافت کے بارے میں سوال کیوں نہ کیا جبکہ وہ ہر چیز کے بارے میں پوچھتے تھے؟

ج۔ ۲۔ یقیناً صحابہ نے اس سلسلہ میں سوالات کئے اور رسول جوابات دئے ہیں،

﴿بقولون هل لنا من الامر من شيء قل ان الامر كله لله﴾ سورہ آل عمران، آیت ۱۵۴

﴿انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون﴾ مائدہ ۵۴

وہ سمجھتے ہیں کیا کسی چیز میں ہمارا اختیار ہے۔ کہہ دیجئے کہ کل اختیار اللہ کا ہے۔

تمہارا ولی خدا اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

جب صحابہ نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

میرے بعد یہ میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں۔

لے تاریخ طبری و تاریخ کامل باب "وانذرو عیشہ تک الاقرین" ملاحظہ فرمائیں۔

س۔ ۳۔ جب رسول امت کو گمراہی و ضلالت سے بچانے کے سلسلہ میں نوشتہ لکھنا چاہتے تھے اس وقت بعض صحابہ کیوں سدا راہ بنے اور ہذیان کا ہتان لگایا؟

ج۔ ۳۔ یقیناً بعض صحابہ نے رسول کو نوشتہ نہ لکھنے دیا اور آپ پر ہذیان کا ہتان لگایا وہ (صحابہ) جانتے تھے کہ رسول تحریری شکل میں علیٰ کو خلیفہ معین کریں گے کیونکہ چند روز قبل ہی رسول نے کتاب خدا اور عزت سے تسک اختیار کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ تاکہ امت ان کے بعد گمراہ نہ ہو۔ صحابہ سمجھ گئے تھے کہ اس نوشتہ میں بالکل وہی الفاظ لکھے جائیں گے۔ کیونکہ علیٰ عزت کے اس وائس ہیں۔ اسی لئے صحابہ نے رسول پر ہذیان کی تہمت لگائی تاکہ وہ قطعی فیصلہ تحریر کی صورت میں نہ دے سکیں، یہی وجہ تھی کہ نوشتہ لکھنے سے قبل ہی شور و غوغا مچ گیا اور اختلاف و نزاع شروع ہو گیا۔ اور جب نبی (صحابہ کے عقیدہ کے مطابق) ہذیان بگئے گا تو ان کا نوشتہ بھی ہذیان ہوگا تو اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نہ لکھا جائے۔

س۔ ۴۔ رسول نے نوشتہ لکھنے پر اصرار کیوں نہ کیا خصوصاً

جبکہ آپ امت کو ضلالت سے بچانا چاہتے تھے؟

ج۔ ۴۔ نوشتہ لکھنے پر اصرار کرنا رسول کی طاقت سے باہر تھا کیونکہ گمراہی سے محفوظ رکھنا "بیشتر صحابہ کے" ہذیان والے قول سے منتفی ہو گیا تھا۔ اب وہ نوشتہ گمراہی سے بچنے کے بجائے گمراہی کا مصدر بن جاتا۔ اور اگر رسول نوشتہ لکھنے پر اصرار کرتے تو آپ کے بعد بہت سے بنیاد جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے۔ یہاں تک کہ کتاب اور نصوص قرآن میں شک کیا جانے لگتا۔

س۔ ۵۔ رسول وفات سے قبل زبانی تین وصیتیں کی تھیں تو ہم تک فقط دو وصیتیں کیوں پہنچی ہیں اور ایک کیوں ضائع ہو گئی؟

ج۔ ۵۔ بات واضح ہے۔ پہلی وصیت کو اس لئے ضائع کر دیا گیا کہ وہ علیؑ کی خلافت سے متعلق تھی اور خلفائے خلافت سے متعلق کچھ کہنے سننے پر پابندی لگا دی تھی ورنہ ایک عاقل اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے کہ رسول کوئی وصیت کریں اور ان کی وصیت کو بھلا دیا جائے جیسا کہ بخاری صحت سے کہتے ہیں۔

س۔ ۶۔ کیا رسولؐ اپنی موت کا وقت جانتے تھے؟

ج۔ ۶۔ بیشک رسولؐ پہلے سے اپنی موت کا وقت جانتے تھے اور حجۃ الوداع کی روانگی سے قبل بھی آپؐ کو اس کا علم تھا اور اسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں اور صحابہ بھی آپؐ کی اس بات سے یہ جان گئے تھے کہ آپؐ کی وفات نزدیک ہے۔

س۔ ۷۔ بنی نے ایسا لشکر کیوں تشکیل دیا تھا کہ جس میں سربراہ درودہ مہاجرین و انصار اور اصحاب کبار کو شامل ہونے کا حکم دیا تھا اور اپنی موت سے دو روز قبل فلسطین کی طرف روانہ ہونے کے لئے کیوں کہا؟

ج۔ ۷۔ رسولؐ نے یہ اقدام اس سازش سے آگاہ ہونے کے بعد کیا تھا جو قریش میں اندر، اندر کی گئی تھی اور انھوں (قریش) نے آپس میں یہ عہد کیا تھا کہ رسولؐ کے بعد پیمان شکنی کریں گے اور علیؑ سے خلافت چھین لیں گے، اس لئے آپؐ نے انھیں شکر میں شامل کر کے اپنی موت سے قبل مدینہ سے باہر بھیجنا چاہا تھا تاکہ وہ اس وقت مدینہ واپس آئیں جب علیؑ کی خلافت محکم ہو جائے۔ اس طرح وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو

سکے گئے۔ اس کے علاوہ سریٰ اسامہ کی کوئی علت بیان نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ کوئی عقل مند کی بات نہیں ہے کہ اپنی موت سے دو روز قبل دار الخلافہ کو فوج اور طاقت سے خالی کر دیں۔

س۔ ۸۔ رسول نے علیؑ کو لشکر اسامہ میں کیوں نہیں شریک کیا؟
ج۔ ۸۔ کیونکہ رسولؐ کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنا خلیفہ بنا کر دنیا سے جائیں تاکہ وہ آپؐ کے بعد تمام کاموں کو سنبھالے۔ اسی لئے علیؑ کو اس لشکر میں شریک نہیں کیا تھا جس میں ہذا جہین و انصار کے نمایاں چہرے شامل تھے، اور ان میں ابو بکر و عمر و عثمان اور عبد الرحمن ابن عوف بھی تھے۔ رسولؐ کا یہ عمل صاف بتاتا ہے کہ آپؐ کے بعد علیؑ بلا فصل خلیفہ ہیں، اور جن لوگوں کو رسولؐ نے حبش اسامہ میں شریک ہونے کا حکم نہیں دیا تھا ان میں خلافت کی طمع نہیں تھی۔ اور نہ ہی وہ علیؑ سے بغض رکھتے تھے۔ نہ ہی ہمدستی کا ارادہ رکھتے تھے۔

س۔ ۹۔ رسولؐ نے ایک بے ریش کمسن جوان کو ان (صحابہ) کا امیر

کیوں بنایا؟

ج۔ اس لئے کہ وہ علیؑ سے حسد کرتے تھے اور ان کے سلسلہ میں بد عہد تھے اور علیؑ کو کمسن سمجھتے تھے، قریش کے ساٹھ سالہ بوڑھے تیس سالہ جوان علیؑ کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ پس نبیؐ نے سترہ سالہ جوان اسامہ کو ان کا امیر بنایا تاکہ جس کی میں بھی نہیں بھیگی تھیں۔ صحابہ کی ناک گھسنا تھی تاکہ اولاد ان پر اور ثانیاً سارے مسلمانوں پر یہ واضح ہو جائے کہ اپنے ایمان میں سچا مومن وہ ہے جو اپنے نفس میں تنگی محسوس کرنے کے باوجود رسولؐ کے حکم کو سننے اور اطاعت کرے، اسامہ ابن زید بن حارث

کو امیر المومنین سید الوصیین، باب علم النبی اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب سے کیا نسبت؟ اسی لئے صحابہ و قریش اسامہ کو امیر بنانے سے رسول کی تدبیر کو سمجھ گئے تھے اور اسامہ کی سرداری کے سلسلہ میں چہ گیوٹیاں کرنے لگے اور ان کی معیت میں جانے سے انکار کر دیا ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ان لوگوں میں وہ چاباز افراد بھی شامل تھے جن کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

﴿وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ سورہ ابراہیم، آیت ۴۶
اور انھوں نے مکر کیا اور ان کا مکر خدا کے پاس ہے اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا جس سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

س۔ ۱۔ نبی کا غیظ متخلفین کے سلسلہ میں اتنا شدید کیوں ہو گیا تھا کہ ان پر لعنت تک کی؟

ج۔ یقیناً رسول کے غیظ میں اس وقت شدت آگئی تھی جب اکیچویر معلوم ہوا کہ اسامہ کے امیر بنانے پر وہ طعن کر رہے ہیں طعن کا رخ رسول کی طرف تھا نہ کہ اسامہ کی طرف اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ان لوگوں کا خدا و رسول پر ایمان نہیں تھا، وہ اپنے افکار کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ رسول کے حکم کو نہیں۔ اسی لئے رسول نے ان پر لعنت کی کہ انھیں، ان کے پیروکاروں اور سارے مسلمانوں کو یہ بات بتادیں کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ اس دلیل کی بنا پر یہ لوگ ہلاک ہوئے۔

س۔ ۱۱۔ کیا کسی مسلمان پر لعنت کرنا جائز ہے خصوصاً نبی کے لئے؟

ج۔ جو مرت زبان سے اسلام کا اقرار کرے یعنی اَشْهَدُ اَنْ
لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے اور اس کے بعد خدا
و رسول کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو اس پر لعنت کرنا جائز ہے اس سلسلہ
فتران مجید میں بہت سی آیتیں موجود ہیں ہم ان میں سے ایک کو نقل کرتے
ہیں :

﴿اِنَّ الدِّیْنَ یُکْتَمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْهُدٰی

مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیِّنَا لِلنَّاسِ فِی الْکِتَابِ، اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ

و یَلْعَنُهُمُ اللّٰعُنُوْنَ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۱۵۹

جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے واضح بیانات

اور ہدایات کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد بھی چھپاتے

ہیں ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کر نیوالے بھی

جب خدا حق چھپانے والوں پر لعنت کرتا ہے تو حق کا انکار

کرنے والوں اور باطل پر عمل کرنے والوں پر لعنت کرنے میں کیا حرج ہے۔

س۔ ۱۲ کیا رسول نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے معین کیا تھا؟

ج۔ متضاد روایات سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول نے ابوبکر

کو اس کام کے لئے معین نہیں کیا تھا، ہاں اگر ہم عمر کے ہم عقیدہ ہو جائیں

تو ممکن ہے رسول (معاذ اللہ) ہدایان کی حالت میں کچھ کہہ دیا ہو۔ اور جس کا

یہ عقیدہ ہے وہ کافر ہے ورنہ ایک عقلمند اس بات کی تصدیق کیونکر کر

سکتا ہے کہ رسول نے ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ جبکہ

انھیں حبش اسامہ میں شریک ہونے کا حکم دے چکے تھے اور خود اسامہ کو

ان (ابوبکر) کا امیر و امام بنایا تھا۔ پھر مدینہ میں ابوبکر کو کیسے امام جماعت بنایا

جبکہ وہ مدینہ میں نہیں تھے۔ تاریخ اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ نبی کی

وفات کے روز ابو بکر مدینہ میں نہیں تھے بعض مورخین من جلد ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے عائشہ کو متہم کیا کہ انھوں نے اپنے باپ سے کہلوادیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور جب نبیؐ کو صورتحال معلوم ہوئی تو بہت غضبناک ہوئے اور عائشہ سے فرمایا: تمہیں جیسی عورتیں یوسف کے ساتھ بھی تھیں۔ یہ فرما کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور ابو بکر کو ہٹا کر نماز پڑھائی تاکہ لوگوں کے پاس بعد کے لئے کوئی حجت نہ رہ جائے۔

س۔ ۱۳۔ عمر ابن خطابؓ نے یہ قسم کیوں کھائی تھی کہ رسولؐ نے وفات نہیں پائی اور ان لوگوں کو قتل کی دھمکی کیوں دی تھی جو کہہ رہے تھے کہ رسولؐ نے رحلت فرمائی اور یہ دھمکی انھوں نے ابو بکر کے پہونچنے کے بعد کیوں دی؟ ج۔ یقیناً عمر ان لوگوں کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے جو

یہ کہہ رہے تھے کہ رسولؐ نے دار فانی کو خیر باد کہہ دیا، عمر یہ اس لئے کہہ رہے تھے تاکہ لوگ شش و پنج میں مبتلا ہو جائیں اور علیؑ کی بیعت نہ کر سکیں یہاں تک کہ وہ جھکڑ والو لوگ مدینہ پہونچ گئے جن کو منصب دینے پر معاہدہ ہو چکا تھا اور جو لوگ نہیں پہونچے تو انھوں نے دیکھا کہ انھوں نے بازی جیت لی ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ عمر تنگی تلوار لے کر لوگوں کو عرب میں لینے لگے، بیشک عمر لوگوں کو نبیؐ کے حجرہ میں داخل ہونے سے منع کر رہے تھے تاکہ حالات کو کنٹرول میں لے لیں۔ ورنہ کسی ایک شخص کو بھی حجرہ رسولؐ میں کیوں نہیں داخل ہونے دیتے تھے۔ ص۔ ابو بکر وہاں آتے جاتے تھے جب ابو بکر کو یہ خبر ملی کہ ہم نے حالات پر قابو پا لیا ہے تب وہ حجرہ نبیؐ سے باہر نکلے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ جو شخص محمدؐ کی پوجا کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ مر گئے اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے تو بیشک خدا زندہ ہے۔ وہ

کبھی نہیں مرے گا۔

ہم یہاں اس قول پر ایک مختصر تعلیق لگانا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا ابوبکر کا یہ عقیدہ تھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی محمدؐ کی پوجا کرتا ہے؟ اگر نہ نہیں یہ تو انھوں نے مجازی طور پر بنی ہاشم اور خصوصاً علیؑ ابن ابیطالب کی تنقیص اور ہتک کے لئے کہا تھا کہ وہ سارے عرب پر یہ فخر کرتے تھے کہ محمدؐ رسول اللہؐ ہم میں سے ہیں اور ہم ان کے اہل و خاندان والے ہیں ہم تمام لوگوں سے زیادہ ان کی میراث کے حقدار ہیں۔

یہ تعبیر عبدالبن خطاب کی اس تعبیر سے کہیں زیادہ فیض ہے جو انھوں نے یوم رزیۃ الخمیس میں اس طرح بیان کی تھی کہ ”ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے، گویا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں محمدؐ کی کوئی ضرورت نہیں ہے ان کا قصہ تمام ہوا اور ان کا عہد گزر گیا، پھر ابوبکر نے اپنے اس قول سے اور تاکید کر دی کہ جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ مر گئے“ اس جملہ سے ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ جو لوگ محمدؐ کی وجہ سے ہم پر فخر کرتے تھے وہ آج سے پیچھے ہٹ جائیں۔ کیونکہ ان (محمدؐ) کا قصہ تمام ہو گیا۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گی۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ نبیؐ کو حقیقت میں بنی ہاشم اور علیؑ دوسروں سے بہتر سمجھتے تھے۔ وہ ان کے احترام اور تقدس و نفاذ امر میں مباغذ کرتے تھے اور ان کی اتباع میں غلام، صحابہ، اور قریش میں پر دسی افراد بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جب رسولؐ تھوکتے تھے تو وہ ایک دوسرے پر سبقت کر کے اسے اٹھاتے تاکہ اپنے چہرہ پر ملیں اور ان کے وضو کے پانی اور بال کے لئے لڑتے تھے۔ یہ تمام غریب و نادار زمانہ، رسولؐ ہی سے علیؑ کے شیعہ تھے اور انھیں اس نام سے

سے خود رسول نے پکارا ہے ۔ ۱۷

لیکن عمر ابن خطاب اور قریش میں سے بعض بلند پایہ صحابہ اکثر احکام نبی کے معارض ہوتے تھے اور آپ کی نافرمانی کرتے تھے بلکہ ان کے افعال سے اپنے کو دور رکھتے تھے۔ عمر ابن خطاب نے وہ درخت کٹوا دیا تھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی کیوں کہ بعض صحابہ اسے بابرکت سمجھتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں دیباہوں نے یہی کام کیا کہ انھوں نے آثار نبی کو مٹا دیا۔ یہاں تک کہ اس گھر کو بھی منہدم کر دیا جس میں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور ان کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کو میلاد شریف کے سلسلہ میں جمع نہ ہونے دیا جائے ان کے تبرکات میں سے ایک صلوٰۃ ہے۔ اس کے لئے بھی بعض غافلین کو یہ سمجھا دیا کہ صلوٰۃ کامل شرک ہے

س ۱۴۔ انصار مخفیانہ طور پر سقیفہ بنی ساعدہ میں کیوں جمع ہوئے

تھے ؟

ج۔ جب انصار کو قریش کی اس سازش کا علم ہوا جو انھوں نے علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے لئے کی تھی تو وہ دفات نبی کے وقت جمع ہوئے اور یہ کوشش کی کہ کسی طرح خلیفہ ہم میں سے بن جائے۔ پس مہاجر قریش کے ان سرداروں نے جو رسول سے خاندانی قربت رکھتے تھے علیؑ کی بیعت توڑنے کا ارادہ کر لیا تو انصار غیروں کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ حقدار ہیں کیوں کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اسلام نے ہماری تلواروں سے استحکام پایا ہے۔ اور مہاجرین تو ہمارے ٹکڑوں پر پلے ہیں اگر ہم مہاجرین کو

اپنے شہروں اور گھروں میں جگہ نہ دیتے اور ان کی مدد نہ کرتے تو ان کی کوئی عزت نہ ہوتی اور اگر اس و خنزرج کے درمیان خلافت کے سلسلہ میں اختلاف نہ ہوتا تو ابو بکر و عمر کو خلافت حاصل کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ یہ بھی انھیں کی بیعت کرنے پر مجبور ہوتے۔

س۔ ۱۵۔ ابو بکر و عمر اور ابو عبیدہ نے سقیفہ کی تشکیل میں کیوں جلدی کی اور اچانک انصار کے پاس کیوں پہنچے؟

ج۔ جب مہاجرین کے سرداروں نے انصار کی نقل و حرکت دیکھی اور ان کی تدبیر کو تاڑ گئے تو ان میں سے سالم حذیفہ کے غلام نے ابو بکر و عمر اور ابو عبیدہ کو اس مخفی اجتماع کی خبر دی تو وہ سقیفہ کی طرف دوڑے تاکہ انصار کی منصوبہ بندی کو ختم کر دیں اور وہاں اچانک پہنچ کر انصار پر یہ ثابت کر دیں کہ ہم تمھاری سازش سے بے خبر نہیں ہیں۔

س۔ ۱۶۔ عمر ابن خطاب نے راستہ ہی میں انصار کو مطمئن کرنے کے لئے نوشتہ کیوں تیار کیا تھا؟

ج۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عمر ابن خطاب انصار کے عمل سے ڈر رہے تھے اسی طرح وہ اس بات سے بھی ڈر رہے تھے کہ انصار نے اگر علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے سلسلہ میں ہماری موافقت نہ کی تو کیا ہوگا، ساری محنت اکارت ہو جائے گی اور تمام کوششیں برباد ہو جائیں گی۔ یہاں تک کہ خلافت کے لئے نبیؐ کے سامنے بھی جرأت کی اور یہ سب کچھ اکارت ہو جائے گا۔ اس لئے عمر ابن خطاب سقیفہ کے راستہ میں یہی سوچتے رہے کہ ان (انصار) کے ساتھ کون سی چال چلی جائے کہ جس سے اپنے مقصد کے بارے میں ان کی رائے حاصل کر لیں۔

س۔ ۱۷۔ مہاجرین نے انصار پر کس طرح کامیاب ہو کر ابوبکر کو خلیفہ

بنادیا؟

ج۔ مہاجرین کی فتح اور انصار کی ناکامی کے متعدد اسباب میں

انصار کے قبیلے تھے جو زمانہ جاہلیت ہی سے ریاست و زعامت کے لئے لڑ رہے تھے۔ آنحضرتؐ کی وجہ سے یہ حقیقت ختم ہو گئی تھی لیکن جب رسولؐ کا انتقال ہو گیا اور آپؐ کی قوم والوں نے خلافت کو اس کے شرعی وارث سے چھیننے کا قصد کر لیا تو اس نے بھی اپنے سردار سعد بن عبادہ کو خلافت کے لئے اکسایا۔ لیکن خزرج کے رئیس بشیر بن سعد نے اپنے ابن عم پر چسکیا اور اسے یہ یقین تھا کہ سعد بن عبادہ کے ہوتے ہوئے خلافت اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ پس انصار کی طاقت بٹ گئی اور ان میں سے کچھ لوگ۔ مہاجرین میں شامل ہو گئے اور مہاجرین نے سچے نصیحت کرنے والوں کا کردار ادا کیا۔

جیسا کہ ابوبکر نے ان کے اندر جاہلیت کی دشمنی کو ادھر بھر کا

دیا اس طرح ان کی دکھتی ہوئی رگ کو چھیر ڈاکہ اگر ہم خلافت اوس کے سپرد کر دیں تو اس پر خزرج بھی راضی نہیں ہوں گے۔ اور اگر خلافت کی باگ ڈور خزرج کے ہاتھوں میں دے دیں تو اسے اوس کبھی برداشت نہیں کریں گے پھر ابوبکرؓ نے انہیں اس بات کی طمع دی کہ حکومت میں تمہارا بھی حصہ ہو گا۔ اور کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم وزیر۔ ہم تمہارے اوپر رائے کے ذریعہ کبھی استبداد نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ابوبکرؓ نے اپنی ذہانت سے ایک کھیل پوری

امت کے ساتھ کھیلایا اور سچے نصیحت کرنے والے کا کردار کیا۔ اور اپنے زہد کا اظہار کرتے ہوئے کہا مجھے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم ان

دونوں ”عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ“ میں سے جس کو چاہو منتخب کر لو۔
 یہ بہترین اور مضبوط منصوبہ تھا، عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ
 نے کہا ہم آپ پر کس طرح سبقت کر سکتے ہیں۔ آپ ہم سے پہلے اسلام لائے
 ہیں اور رسول کے یار غار ہیں۔ ہاتھ پھیلائیے ہم آپ کی بیعت کریں پس ابوبکر
 نے ہاتھ پھیلا یا اور خنزرج کے سردار بشیر ابن سعد نے دوڑ کر بیعت کر لی۔
 اور اس کا اتباع کرتے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی لیکر
 سعد ابن عبادہ نے بیعت نہ کی۔

س۔ ۱۸۔ سعد ابن عبادہ نے بیعت سے کیوں انکار کیا اور عمر نے
 انہیں قتل کی دھمکی کیوں دی؟

ج۔ جب انصار نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور خلیفہ کی قربت
 و جاہ حاصل کرنے کی غرض سے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے تو
 سعد ابن عبادہ نے بیعت سے انکار کر دیا اور اپنی قوم کو بھی بیعت کرنے
 سے روکنے لگا۔ لیکن شدت مرض کی بنا پر کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ صاحب
 فراش تھا ان کی کوئی نہ سستا تھا۔ اس وقت عمر نے کہا: اسے قتل کر دو۔
 یہ فتنہ کو ہوا دے رہا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ اختلاف کی جھلنی کی جائے اور
 کوئی بیعت سے انکار نہ کرے، کیونکہ اس سے مسلمانوں میں تفرقہ پھیل جائے گا
 اور یہ فتنہ پیدا ہونے کا سبب بنے گا۔

س۔ ۱۹۔ انھوں (ابوبکر و عمر) نے خانہ فاطمہؓ کو جلانے کے
 دھمکی کیوں دی؟

ج۔ صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے ابوبکر کی بیعت سے انکار
 کر کے خانہ اعلیٰ ابن ابیطالب میں پناہ لے رکھی تھی۔ اگر عمر ابن خطاب جلدی

نہ کرتے اور گھر کے چاروں طرف لکڑیاں جمع کر کے انھیں جلاسنے کی دھمکی نہ دیتے تو بات بہت بڑھ جاتی، امت کے علوی اور بکری دو گروہ ہو جاتے۔ لیکن عمر بن خطاب کو بہت دور کی سوچھی اور کہا: یا تو تم بیعت کے لئے نکل آؤ ورنہ میں گھر کو اس کے مکینوں کے ساتھ جلا دوں گا۔ عمر کی مکینوں سے مراد علیؓ و فاطمہؓ بنت رسول ہیں۔

اس کے بعد لوگوں میں کس کی ہمت تھی کہ وہ اطاعت سے روگردانی کرے اور بیعت سے انکار کرے کیونکہ عمر کے سامنے سیدہ فاطمہؓ العالمین اور ان کے شوہر سید المرسلین سے بڑھ کر اور کون محترم ہو سکتا ہے؟
س۔ ۲۔ ابوسفیان ان کو ڈرانے اور دھمکانے کے بعد کیوں۔
خاتوش ہو گیا؟

ج۔ اس لئے کہ جب ابوسفیان وفات نبیؐ کے بعد مدینہ منورہ کے آیا تو اس کے پاس جمع شدہ صدقات بھی تھے۔ تو اب ابوبکر کی خلافت تھی اس لئے وہ تیزی سے علیؓ ابن ابیطالب کے گھر کی طرف پڑھا اور انھیں بغاوت پر اکسانے لگا اور موجودہ خلافت سے جنگ کے لئے مال و افراد کا لالچ دیا لیکن علیؓ ابن ابیطالب اس کی سازش کو ٹاٹ گئے اور اس کی پیش کش کو رد کر دیا۔ جب ابوبکر و عمر کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ دوڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس گئے اور اس کو مال و دولت کا لالچ دیا اور کہا کہ جو کچھ صدقات تم نے جمع کئے ہیں وہ ہم تمہیں کو لوٹا دیں گے اور تم کو خلافت میں بھی شریک بنالیں گے پس اس کے بیٹے کو شام کا حاکم مقرر کر دیا۔ لہذا ابوسفیان ان سے راضی ہو گیا اور خاموشی اختیار کر لی۔ اور جب ابوسفیان کا بیانیہ پانے کی فکر دار کو پہونچا تو ابوسفیان کے در سے بیٹے معاویہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا اور اس سے سند ولایت

پر بٹھا دیا۔

س۔ ۲۱۔ کیا علیؑ خلافت سے راضی ہو گئے اور بیعت کر لی تھی؟

ج۔ کبھی نہیں۔ علیؑ کبھی راضی نہیں ہوئے اور نہ ہی

خاکوش بیٹھے بلکہ ہر طریقہ سے ابوبکر کی خلافت کے خلاف احتجاج کیا۔ اور دھکی اور دہشت گردی کے باوجود بیعت کرنے پر تیار نہ ہوئے، ابن قتیبہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ علیؑ نے ان (ابوبکر و عمر) سے کہا قسم خدا کی میں تمہاری کبھی بیعت نہیں کروں گا، بلکہ بیعت کے سلسلہ میں میں تمہارے سے زیادہ اولیٰ ہوں۔ آپؑ نے اپنی زوجہ فاطمہؑ زہراؑ کو ساتھ لیا اور انصار کی مجلسوں میں گئے۔ لیکن انصار نے یہ عذر پیش کیا کہ ہمارے پاس ابوبکر پہلے آگئے تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ علیؑ نے فاطمہؑ کی حیات تک بیعت نہیں کی لیکن جب فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں کی بے رخی بڑھنے لگی تو آپؑ ابوبکر سے مصالحت کرنے پر مجبور ہو گئے، جناب فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، پس کیا فاطمہؑ بغیر بیعت کئے ہوئے مر گئیں جبکہ ان کے والد رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس کی گردن میں بیعت کا طوق نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور کیا علیؑ کو یہ علم تھا کہ وہ ابوبکر کے بعد تک زندہ رہیں گے۔ کیونکہ انھوں نے بیعت کرنے میں چھ ماہ کی تاخیر کی تھی؟ لیکن علیؑ کبھی خاکوش نہیں رہے اور اپنی طول حیات میں جب بھی موقع پایا اپنے حق کا مطالبہ کیا اور دلیل کے طور پر آپؑ کا مشہور خطبہ خطبہ شقیہ موجود ہے۔

س۔ ۲۲۔ انھوں نے فاطمہؑ زہراؑ کو کیوں غضبناک کیا، کیا مصالحت

کی کوئی گنجائش نہ تھی؟

ج۔ یقیناً انھوں نے فاطمہؑ زہراؑ کی اراضی اور دوسرے املاک غصب کر کے اور ان کے والد کی میراث نہ دے کر اور ہر دعوے میں جھٹلا کر فاطمہؑ کو غضبناک کیا، یہاں تک کہ لوگوں میں فاطمہؑ کی عظمت و ہیبت نہ رہی اور وہ آپؑ کی تصدیق تک نہیں کرتے تھے جب آپؑ خلافت کی نصوص لے کر اٹھیں تو انصار نے یہ عذر کیا کہ ہم پہلے ہی ابوبکرؓ کی بیعت کر چکے ہیں اگر آپؑ کے شوہر پہلے ہمارے پاس آتے تو ہم ان کی بیعت کر لیتے۔

اسی لئے فاطمہؑ ابوبکرؓ و عمرؓ پر اور زیادہ غضبناک ہوئیں۔ یہاں تک کہ آپؑ ہر نماز کے بعد ان (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے لئے بدعا کرتی تھیں، اور اپنے شوہر کو وصیت کی کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے جنازہ پر نہ لے اور جن لوگوں سے کراہت کرتی تھیں ان کا بھی سایہ مجھ پر نہ پڑے۔

جب انھوں نے جان بوجھ کر جناب سیدہ فاطمہؑ کو اذیت پہنچائی تاکہ علیؑ کو یہ بتادیں کہ ہم تم کو فاطمہؑ بنت رسولؐ سیدہٗ النساء العالمینؑ کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور ان کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے۔“ سے حقیر سمجھتے ہیں پس علیؑ کے پاس سکوت و رضا کے علاوہ چارہ کار نہ تھا۔

س۔ ۲۳۔ صحابہ کی عظیم شخصیتوں نے حبش اسامہ میں شریک ہونے سے کیوں پہلو تہی کی؟

ج۔ کیونکہ (اندرونی طور پر) معاملہ ابوبکرؓ کے لئے طے ہو چکا تھا اور وہ عمرؓ کی کوششوں سے مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے تھے اسی لئے ابوبکرؓ نے اسامہ سے یہ خواہش کی کہ عمرؓ کو چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ خلافت کے معاملہ میں ان سے

مرد حاصل کر سکے کیونکہ وہ نہ اپنے منصوبے کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے تھے بلکہ ان کو ایسے فعال لوگوں کی ضرورت تھی جن کی جرأت و قوت کا یہ عالم تھا کہ وہ رسول سے بھی معارضہ کر چکے تھے۔ اور غضب خدا اور رسول کی لعنت کی پرواہ نہیں کی تھی۔

..... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس منصوبہ کو بنانے والوں نے حبش اسامہ میں شریک ہونے سے اس لئے تخلف کیا تھا تاکہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکیں اور اپنے دستورات کو مستحکم بنانے میں ایک دوسرے کا تعاون کر سکیں۔

س ۲۴۔ علیؑ کو ہر عہدہ سے کیوں الگ رکھا، اور انھیں کسی چیز میں شریک کیوں نہ بنایا؟

ج۔ باوجودیکہ انھوں (خلفاء) نے طلقاء کی بہت بڑی تعداد کو اپنے قریب بلا لیا تھا۔ اور اپنی حکومت کے عہدوں پر فائز کر دیا تھا اور انھیں اپنا شریک بنا لیا تھا اور جزیرۃ العرب کے شہر اور اسلامی ممالک میں انھیں امیر و ولی مقرر کر دیا تھا۔ جیسے ولید بن عقبہ، مروان ابن حکم اور ابوسفیان کے بیٹے یزید و معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ ابن شعبہ اور ابوہریرہ اور ایسے ہی بہت سے لوگوں کو جمع کر لیا تھا جن سے رسول ناراض رہتے تھے۔ لیکن علیؑ ابن ابی طالب کو نظر انداز کر دیا اور خانہ نشین کر دیا اور پچیس سال تک کسی کام میں بھی شریک نہیں کیا اس کی وجہ صرف آپؐ کو لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل اور ان سے دور رکھنا تھا۔ اس لئے کہ لوگ دنیا کے غلام ہیں جس کے پاس مال و دولت دیکھتے ہیں اسی کی طرف جھکتے ہیں جبکہ علیؑ کے پاس ہمیشہ اپنے بازو کی کمانی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپؐ کے پاس نہیں آتے تھے۔

اب علیؑ ابو بکر و عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت کے دوران گھر کی چار دیواری میں مقید تھے اور سب کے سب ان کے خلاف سازش میں مصروف تھے۔ ان کا چراغ گل کر دینا چاہتے تھے اور ان کے فضائل و مناقب کو چھپاتے تھے۔ علیؑ کے پاس مال دنیا میں سے کچھ نہ تھا کہ جسکی وجہ سے لوگ آپ کی طرف راغب ہوتے۔

س۔ ۲۵۔ انھوں (ابو بکر و عمر) نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے ساتھ جنگ کیوں کی جبکہ نبیؐ نے اسے حرام قرار دیا تھا؟

ج۔ اس لئے کہ بعض صحابہ نے غدیر خم میں حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت نبیؐ کے ساتھ حضرت علیؑ کی بیعت کی تھی انھوں نے ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے اور انہی ان کو یہ معلوم تھا کہ خلافت علیؑ کے بجائے ابو بکر کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ اس لئے کہ وہ مدینہ کے باشندہ نہیں تھے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان تک یہ خبر بھی پہنچی تھی کہ خلیفہ سے فاطمہؓ ناراض ہیں اور علیؑ نے بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ انھیں وجوہات کی بنا پر انھوں نے اس وقت تک کے لئے ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے منع کر دیا تھا جب تک کہ معاملہ صاف نہ ہو جائے۔

اب ابو بکر و عمرؓ نے ان کی طرف خالد بن ولیدؓ کو ان کی شمشیر بر نہ تھا، کی قیادت میں لشکر بھیجے، کافیصلہ کیا، پس اس نے ان کا جوش ٹھنڈا کر دیا۔ ان کے احساسات کو مردہ بنا دیا ان کے افراد کو قتل کر دیا۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا، تاکہ اس شخص کے لئے باعث عبرت بن جائے جو خلیفہ کی اطاعت نہ کرنے کا قصد رکھتا ہو یا حکومت کی دھاگ بیٹھ جائے۔

س۔ ۲۶۔ انھوں (خلفائے ثلاثہ) نے حدیث نبوی کی تدوین اور نقل پر پابندی کیوں لگائی؟

ج۔ وہ ابتدا ہی سے احادیث نبوی پر پابندی لگا رہے تھے یہ پابندی صرف اس لئے نہ تھی کہ ان احادیث کے ضمن میں حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں نصوص تھیں بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اکثر احادیث خلفاء کے ان اقوال و افعال کے خلاف تھیں جن سے وہ زندگی کا نظم و نسق برقرار رکھے ہوئے تھے اور اسی کی بنیاد پر اس نئی حکومت کے ستون استوار کئے ہوئے تھے جو انھوں نے اپنے اجتہاد کے مطابق اختراع کر لئے تھے۔

س۔ ۲۷۔ کیا ابو بکر خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے تھے؟

ج۔ ابو بکر خلافت کی باگ ڈور نہیں سنبھال سکتے تھے اگر عمر اور بنی امیہ کے دوسرے سربراہ اور وہ افراد نہ ہوتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ احکام کے سلسلہ میں ابو بکر عمر کے محتاج تھے۔ اصل حاکم عمر ہی تھے یہاں اس بات پر مولفہ القلوب کا وہ قصہ دلالت کر رہا ہے جب وہ لوگ ابو بکر کی خلافت کے ابتدائے زمانہ میں ان کے پاس آئے اور ابو بکر نے انھیں ایک رقعہ لکھ کر دیا اور عمر کے پاس بھیج دیا۔ اس لئے کہ بیت المال کی چابی عمر کے ہاتھ میں تھی پس انھوں نے رقعہ لے کر پھاڑ ڈالا۔ اور انھیں واپس کر دیا، وہ ابو بکر کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: آپ خلیفہ ہیں یا وہ؟ ابو بکر نے جواب دیا: انشاء اللہ وہی ہیں۔

ایسا ہی اس وقت ہوا جب ابو بکر نے زمین کا ایک قطعہ عبیدہ ابن حصین اور اقرع ابن حابس کے نام لکھ دیا تھا۔ عمر نے ابو بکر کا خط پڑھ کر

انکار کر دیا اور اس پر ہتھوک کر مٹا دیا۔ تو دونوں عمر کے اس فعل سے برہم ہو کر ابو بکر کے پاس آئے اور کہا: قسم خدا کی ہم نہیں جانتے کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ ابو بکر نے کہا: خلیفہ تو عمر ہی ہیں، تھوڑی دیر کے بعد غیظ و غضب کے عالم میں عمر آئے اور ابو بکر سے زمین لکھ دینے کے سلسلہ میں سخت کلامی سے پیش آئے تو ابو بکر نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ موزوں ہو لیکن تم نے مجھے زبردستی پھنسا دیا۔ لہ

بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ عمر لوگوں کو ابو بکر کی بیعت پر اکساتے تھے اور کہتے تھے ابو بکر رسول کے ساتھ تھے وہ تمہاری حاکمیت کے لئے سارے مسلمانوں سے اولیٰ ہیں۔ اٹھو! اور ان کی بیعت کرو۔ انس ابن مالک کہتے ہیں کہ میں نے عمر کو ابو بکر سے کہتے ہوئے سنا کہ: منبر پر جاؤ اور مسلسل اصرار کے بعد انھیں منبر پر چڑھا دیا۔ اور سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔

س۔ ۲۸۔ ابو بکر نے اپنی موت سے پہلے عمر کو کیوں خلیفہ بنایا؟
ج۔ اس لئے کہ عمر نے علیؓ کو خلافت سے الگ کرنے میں بہت بڑا رد ادا کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں رسول سے بھی لڑ گئے تھے اور ابو بکر کی بیعت پر انصار کو بھی عمر ہی نے راضی کیا تھا۔ اور تمام لوگوں پر شہادت و سختی کے ساتھ بیعت واجب قرار دے دی تھی یہاں تک کہ خانہ فاطمہؓ کو جلانے کی دھمکی دی تھی۔

لہ عسقلانی نے اپنی کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں عینہ کے حالات میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی جلد ۱۲ کے صفحہ ۱۰ پر تحریر کیا ہے۔

اور پھر سرِ اصلی خلیفہ تھے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ پہلی اور آخری بات کا انھیں کو اختیار تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب کے ہوشیار ترین افراد میں سے تھے وہ جانتے تھے کہ مسلمان خصوصاً انصار تنہا اور مغلوب الغضب انسان کی بیعت پر اتفاق نہیں کریں گے اس لئے انھوں نے ابوبکر کو پیش کیا کیونکہ ابوبکر نرم مزاج تھے اور ان میں سابق الاسلام بھی تھے پھر ان کی بیٹی عائشہ جبرأت مند عورت تھی۔ وہ مشکلات کا سامنا کر کے امور میں تبدیلی کر سکتی تھی۔ اور عمر اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ ابوبکر میرے تابع دار اور ہر کام میں میرے اشاروں پر چلنے والے ہیں۔ عمر کی خلافت کے سلسلہ میں ابوبکر کی وصیت اکثر صحابہ پر وصیت لکھنے سے قبل بھی مخفی نہ تھی۔ علیؑ نے اول روز ہی عمر سے کہا تھا کہ جتنی کوشش ہو سکے کر لو اس میں تمھارا بھی فائدہ ہے آج کام کر کے ابوبکر کی خلافت کو مستحکم کر دو کل وہ تمھیں ہی لوٹا دیں گے، جیسا کہ دوسرے شخص نے عمر سے اس وقت کہا تھا جب وہ ابوبکر کا وصیت نامہ لے کر نکلے تو اس شخص نے کہا مجھے معلوم ہے اس میں کیا ہے پہلے تم نے انھیں خلیفہ بنایا آج انھوں نے تم کو خلیفہ بنادیا۔

اس سے ایک بار پھر ہم اہلسنت کے اس قول کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ خلافت کا تعلق شوریٰ سے ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ابوبکر و عمر کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار ہے اور جیسا کہ اہلسنت کا گمان ہے کہ رسول دنیا سے چلے گئے اور خلافت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ گئے تو سب سے پہلے اس اصل کو ابوبکر نے منہدم کر دیا اور اپنے بعد عمر کو خلیفہ بنا کر سنت نبیؐ کی مخالفت کی۔

آپ ہمیشہ اہل سنت کو اس پر فخر کرتے دیکھیں گے کہ ہم تو شوریٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ خلیفہ شوریٰ ہی کے ذریعہ صحیح طور منتخب ہو سکتا ہے وہ شیعوں کے اس قول کا مذاق اڑاتے ہیں کہ امامت کا تعلق خدا و رسول کی نص سے ہے ان میں سے اکثر لوگوں کو اس اعتقاد پر تنقید کرتا ہوا یائیں گے کہ عقیدہ امامتِ اسلام میں بھی فارس سے در آیا ہے (کیونکہ) فارس واک ہی حکومت الہی کے سلسلہ میں توارث کے قائل ہیں۔

اکثر اہلسنت اس آیت ﴿وَأمرهم شوریٰ بینہم﴾ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ آیت خلافت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابو بکر و عمر نے کتاب خدا اور سنتِ رسول و دونوں کی مخالفت کی اور خلافت حاصل کرنے کے چکر میں ان کے کوئی اہمیت نہ سمجھی۔

س۔ ۲۹۰۔ عبد الرحمن ابن عوف نے علی ابن ابیطالب سے سیرتِ شخین پر عمل کرنے کی شرط کیوں عائد کی؟

ج۔ دنیا کی پستی دیکھنے کے بعد عبد الرحمن ابن عوف امت کی تقدیر کا فیصلہ کر رہا ہے۔ پس جس کو چاہے وہ منتخب کرے اور جیسا چاہے فیصلہ کرے۔ یہ سب عمر کی تدبیریں ہیں کہ جس نے اس گروہ کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دی تھی۔ جس میں عبد الرحمن ابن عوف شامل ہو جبکہ عبد الرحمن ابن عوف دنیا نے عرب کا چالباز ترین انسان تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ عبد الرحمن ابن عوف خلافت کو اس کے اصلی و شرعی محور سے ہٹانے والے اور اپنے منشاء سے خلیفہ بنانے والے گروپ میں سے تھے اور جب خود بخاری کو یہ اعتراف ہے کہ عبد الرحمن

حضرت علیؑ سے کسی چیز سے ڈر رہے تھے بلکہ پس لامحالہ عبدالرحمن ابن عوف نے علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے سلسلہ میں پوری کوشش صرف کی ہوگی اور عبدالرحمن ابن عوف دوسرے صحابہ کی طرح یہ بھی جانتے تھے کہ علیؑ ابوبکر و عمر کے اجتہادات اور جو کچھ انھوں نے کتاب خدا اور سنت رسول میں رد و بدل کیا ہے کے خلاف ہیں اور حضرت علیؑ ہمیشہ ان کے خلاف رہے اور ان سے لڑتے رہے ہیں۔

اس لئے عبدالرحمن ابن عوف نے علیؑ کے سامنے یہ شرط پیش کی کہ آپ کو میرے شیخین کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا بلکہ عبدالرحمن اس بات کو دوسروں سے زیادہ اچھے طریقہ سے جانتا تھا کہ علیؑ نہ فریب کار ہیں نہ دروغگو، لہذا وہ بھی اس شرط کو قبول نہیں کریں گے۔ جیسا کہ عبدالرحمن یہ بھی جانتا تھا کہ ان کے بہنوئی عثمان کی طرف قریش اور خلیفہ ساز کمیٹی کارجمان ہے۔

س۔ ۳۰۔ کیا اہلسنت کی کتابوں میں حدیث ائمہ اثنا عشر کا کہیں وجود ہے؟

ج۔ بخاری و مسلم نے اور اہلسنت کے دوسرے تمام محدثین نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ:

«لا يزال الدين قائماً حتى تقوم الساعة»

«يكون عليكم اثنا عشر خليفة كلهم من قریش» ۲۷

یہ دین قیامت تک باقی رہے گا یا بارہ خلفاء کے

۱۔ صحیح بخاری جلد ۶، ص ۱۲۳ باب «کیف یمایع الناس الامام» کتاب الاحکام

۲۷۔ صحیح بخاری جلد ۶، ص ۱۲۴، صحیح مسلم جلد ۶، ص ۳

زمانہ تک باقی رہے گا اور وہ (خلفاء) سب قریش سے ہوں گے۔

یہ حدیث ایسی پیچیدہ پہیلی بن کے رہ گئی کہ جس کا جواب اہلسنت کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی ان کے علماء میں سے کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ چار خلفائے راشدین اور پانچویں عمر ابن عبد العزیز کے علاوہ سات اور خلفاء کے نام شمار کر سکے۔ ان کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔

یادہ اہلسنت "شیعوں کی طرح علی اور اولاد علیؑ کی امامت کے قائل ہو جائیں، یا پھر اس حدیث کو جھٹلا دیں اور ان کی صحاح حق سے خالی ہو جائے اور اس میں جھوٹ کے علاوہ کچھ نہ رہ جائے۔

یہاں میں ایک بات کا اور اضافہ کر رہا ہوں اور وہ یہ کہ صرف یہ حدیث خلافت کو قریش میں منحصر کرتی ہے جبکہ شوریٰ کا نظریہ اس کی تردید کرتا ہے۔ جس کے اہلسنت معتقد ہیں کیونکہ انتخاب اور ڈیموکریسی میں ساری امت کے افراد شامل ہیں، تمام قبائل کو چھوڑ کر اسے ایک خاندان میں محدود نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس انتخاب میں عرب قبائل کے علاوہ غیر عرب اسلامی قبائل بھی شامل ہیں۔

یہ ان بعض مسائل کے مختصر اور سرسری جوابات تھے کہ جو قارئین کے ذہنوں کو پریشان کئے ہوئے تھے۔ واضح رہے کہ ان مسائل کے مفصل جوابات تاریخی کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ اور میری بے کتاب "ثم اُھتدَیْتُ" اور "لاکون مع الصادقین" میں بھی مل سکتے ہیں۔ تحقیق کرنے والے کو موثق مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور حقیقت تک پہنچنے کے لئے نیوٹرل ہو کر روایات

اور تاریخی واقعات کی چھان بین کرنا چاہیے، تاکہ ان کے درمیان سے باطل کا پردہ چاک کر کے حقائق کا انکشاف کر سکے اور اس کو اس کی اصلی شکل میں دیکھ سکیں۔

ساتویں فصل

حدیث سے متعلق

عنقریب میں قارئین کے سامنے یہ بات پیش کروں گا کہ حدیث کا مسئلہ ان مسائل سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے جن میں آج مسلمان مبتلا ہیں خصوصاً دورِ حاضر میں کیونکہ وہابیوں کی یونیورسٹیوں سے لوگ فنونِ احادیث میں ڈاکٹریٹ کی سند لے کر نکل رہے ہیں۔ آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ ان ہی احادیث کو حفظ کرتے ہیں کہ جو ان کے مذہب اور عقیدہ کے مطابق ہوتی ہیں اور ان احادیث میں اکثر وہ حدیثیں ہیں جو ان کے اسلاف بنی امیہ نے گڑھی ہیں۔ ان حدیثوں سے وہ نورِ نبیؐ کو بچانا اور تصورِ رسالت کو داغدار بنانا چاہتے تھے۔ رسول (معاذ اللہ) یہ نہیں جانتے تھے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور نہ ہی اپنے ان متناقض افعال و اقوال سے باخبر تھے جنہیں دیکھ کر دیوانوں کو ہنسی آجائے۔

باوجودیکہ اہل سنت کے علماء و محققین نے احادیث کے سلسلہ میں کام کیا ہے اور جانفشانی کی ہے لیکن افسوس کہ اس کے بعد بھی انکی

معتبر اور صحیح کتابوں میں ایسی بہت سی بے بنیاد چیزیں موجود ہیں ایسے ہی شیعوں کی کتابیں بھی تال میل سے محفوظ نہیں ہیں لیکن شیعوں کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارے پاس صرف کتاب خدا صحیح ہے اور کوئی کتاب صحیح نہیں ہے جبکہ اہلسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتابیں ہیں۔ بلکہ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ ان دونوں میں بیان ہوا ہے وہ سب صحیح ہے۔ اسی لئے میں قارئین کے سامنے نمونہ کے طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض ایسی حدیثیں پیش کرنے کی کوشش کروں گا جو رسول یا اہلبیت رسول کی عظمت کو گھٹاتی اور ان کی قداست کو داغدار بناتی ہیں نیز یہاں بعض ان احادیث کو پیش کروں گا کہ جو نبی امیر اور بنی عباس کے حکام کے کرتوتوں کو جائز بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں، درحقیقت وہ اپنے جرائم اور نیکو کار لوگوں کے خون سے رنگین ہاتھوں کو چھپانے کے لئے عصمت نبی کو مخدوش کرنا چاہتے تھے۔

نبی دھوکا دیتے ہیں "معاذ اللہ"

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاستئذان اور کتاب الایات کے باب "من اطلع فی بیت قوم ففقوا عینہ فلا یدلہ" میں۔ اور اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الآداب کے باب "م النظر فی بیت غیرہ" میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ نبی کے حجرہ آدمی اچانک آگیا پس نبی ایک ہتھیار لے کر کھڑے ہو گئے گویا میں نبی اس شخص کو دھوکے سے زخمی کرنا چاہتے ہیں۔

ایسے کام کے لئے خلق عظیم مانع ہے پھر نبی مومنین پر رؤوف

وحیم ہیں جبکہ منض یہ کیا گیا ہے کہ نبیؐ اس شخص کو جو جہد میں اچانک داخل ہو گیا تھا اسے اسلام سکھاتے۔ اور اسے یہ بتاتے کہ جو کچھ تم نے کیا، سب کو حرام ہے نہ وہ کہ اسے دھوکہ سے زخمی کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالتے اور ہو سکتا ہے کہ اس شخص کی نیت صحیح ہو کیونکہ یہ ازواجِ نبیؐ کا حجرہ نہیں تھا اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ انس ابن مالک اس حجرہ میں موجود تھے پس اس شخص کے رسولؐ کے پاس پہنچ جانے میں کون سی قیامت ٹوٹ پڑی تھی اور پھر آپؐ کا تصور اتنا غلط تھا کہ اسے غافل بنا کر اس کی آنکھ پھوڑ دینا چاہتے ہیں۔

شارح بخاری نے تو اس کی قباحت کو اور بڑھا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسولؐ اس شخص کو غافل بنا کر، یعنی اس طرح کہ وہ دیکھ نہ سکے، اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کسی کو غافل بنانا رسولؐ سے بعید ہے۔

نبیؐ سخت عذاب دیتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ پر

قطع کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الطب کے باب "الدوا"

بالبان الابل، اور باب "الدواء بالوال الابل" میں نقل کیا ہے کہ ثابت

انس سے روایت کی ہے کہ لوگوں کو مرض لاحق ہو گیا تھا۔ انھوں

کی یا رسول اللہؐ ہمیں بچائیے اور کچھ کھانے پینے کو دیجئے۔ نبیؐ نے

کہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پیو پس انھوں

ہو گئے، تو انھوں نے اونٹوں کے چرواہے کو مر

کیا اس واقعہ کی رسول کو اطلاع ہوئی تو آپ نے انھیں بلوایا جب لوگ انھیں لے کر آئے تو آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں قطع کر دئے اور آنکھیں پھوڑ دیں ان میں سے میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ زبان سے خاک چاٹ کر گر گیا۔

کیا کوئی مسلمان اس بات کی تصدیق کرے گا کہ جو رسول خود ہاتھ پیر قطع کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ ایک گروہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں گے اس لئے کہ انھوں نے ایک چرواہے کو قتل کر دیا تھا۔ اگر راوی نے یہ کہا ہوتا کہ ان لوگوں نے چرواہے کے ہاتھ پیر کاٹ دئے تھے تو بھی نبی کے پاس ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹنے کے لئے عذر تھا۔ لیکن (روایت میں) یہ وارد نہیں ہوا ہے اور پھر رسول انھیں بغیر تحقیق کے کیسے قتل کرتے ہیں اور کیونکر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹتے ہیں قاتل کی تحقیق کیوں نہیں کرتے خود ان ہی سے معلوم کریں شاید ان میں سے بعض کہیں کہ ہم سب اس کے قتل میں شریک تھے۔ کیا رسول انھیں معاف نہیں کر سکتے تھے جب اس دلیل سے کہ انھوں نے یا رسول اللہ کہا مسلمان بھی تھے۔ کیا رسول نے خدا کا یہ قول نہیں سنا تھا کہ :

﴿وَأِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عَاقَبْتُمْ بِهِ،

وَلَنْ صَبْرُكُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ﴾

اور اگر تم ان کے ساتھ سختی بھی کرو، اتنی ہی جتنی انھوں نے

تمہارے ساتھ کی ہے اور اگر صبر کرو تو بہر حال یہی فکیر نیا لوگ لے رہے ہیں۔

اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ جب قلب رسول

اپنے چچا سید الشہداء حمزہ ابن عبد المطلب کے غم میں کباب ہو رہا تھا کہ جن کا بطن چاک کر کے جگر چبایا گیا تھا اور نگلیاں کاٹ لی گئی تھیں جب رسول نے اپنے

چچا کو اس حالت میں دیکھا بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا اگر خدا نے مجھے طاقت عطا کی تو میں ستر مرتبہ ان کے ہاتھ پر قطع کروں گا۔ پس آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: صبروت یارب۔ پروردگار! میں نے صبر کیا اور اپنے چچا کے وحشی قاتل کو معاف کر دیا۔ جھولنے جناب حمزہ کے بدن کے ٹکڑے کئے تھے اور آپ کا جگر چبایا تھا۔ یہ ہے نبی کا اخلاق۔

جو چیز روایت کی قباحت کو آپ (نارین) پر روشن کرتی ہے وہ راوی کا بیان ہے جس نے اسے قبیح بنا دیا ہے۔ اسے میں ترتیب وار بیان کر دوں گا۔ کہتے ہیں کہ قتادہ نے کہا کہ: مجھ سے محمد ابن سیرین نے بیان کیا کہ یہ واقعہ آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے تاکہ اس طرح فعل نبی کی توجیہ کر سکیں، رسول پروردگار کے حکم سے قبل ہرگز ایسا حکم نہیں لگا سکتے تھے اور جب آپ معمولی سائل میں وحی کے بغیر کوئی حکم نہیں لگا سکتے تھے تو نبی کو خون بہانے اور حدود جاری کرنے میں کیا ہو گیا تھا؟

غور و فکر کرنے والے کے لئے یہ بات سمجھنا بہت ہی آسان ہے کہ یہ روایت امویوں اور ان کے پیروکاروں کی گڑھی ہوئی ہیں۔ وہ (تابعین) ان حکام کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے گڑھنے تھے کہ جن کے لئے صرف گمان یا تہمت پر نیکو کار افراد کو قتل کرنا اہم نہیں تھا۔ اور یہی راوی حکام کے سامنے ماضی کی فضیلتیں پیش کرتے تھے۔ اس بات کی دلیل خود یہ روایت ہے کہ جس کو بخاری نے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حجاج نے انس سے کہا کہ میرے سامنے ایسی حدیث بیان کر دو جس سے نبی کا سخت مزاج ثابت ہوتا ہو تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی جب جس کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انھوں نے یہ حدیث بیان

نہیں کی۔ لہ

اس حدیث سے توجہ کی تفتی کی خوشنودی کے لئے اس حدیث کے گڑھے کی بو آتی ہے۔ کہ جس نے زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیا تھا اور شیعیان اہلبیت کو ہزاروں کی تعداد میں قتل کیا تھا۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیتا تھا ان کی آنکھیں پھوڑ دیتا تھا اور گدیوں سے زبان نکلوا لیتا تھا، زندہ افراد کو اس طرح سولی پر لٹکا دیتا تھا کہ وہ سورج کی دھوپ میں جل کر جاں بحق ہو جاتے تھے۔ اس قسم کی روایتیں حجاج کے کرتوتوں کو جائز بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں کیونکہ (ان روایتوں کے ہوتے ہوئے) اس طرح وہ رسول کی اقتدا کرتا ہے۔ ”لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ اور پھر رسول میں تمہارے لئے اسوۃ حسنہ ہے۔ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“

اسی لئے معاویہ نے شیعان علی کو طس طرح کی تکلیفیں دیکر قتل کیا، کبھی ہاتھ پیر کاٹے اور کبھی عبرت ناک سزا دی بہت سوں کو آگ میں جلا دیا کتے ہی افراد کو زندہ دفن کر دیا بہتروں کو سولی پر چڑھایا اور اسی طرح معاویہ کے وزیر عمرو ابن عاص نے بھی انسانیت سوز سزائیں ایجاد کر لی تھیں۔ محمد ابن ابی بکر کے ہاتھ پاؤں قلم کر کے گدھے کی کھال میں سلا اور پھر آگ میں سے پھینک دیا۔

ان افراد اسی بے حیائی کی، اور لڑکیوں اور عورتوں سے کھیلنے کے جواز کے سلسلہ میں جوہ احادیث گڑھی ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

نبی جماع کے شوقین تھے۔ معاذ اللہ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب غسل کے باب ”اذا جامع ثم عاد ومن داسر علی نساءہ فی غسل واحد“ میں روایت کی ہے کہ: ہم سے معاذ ابن ہشام نے بتایا کہ مجھ سمیرے والد نے قتادہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ قتادہ نے کہا کہ ہم سے انس ابن مالک نے بیان کیا کہ نبیؐ دن رات میں اپنی گیارہ بیویوں کے پاس ایک گھنٹے میں گھوم آتے تھے قتادہ نے انس سے کہا کیا ان کے اندر اتنی طاقت تھی؟ تو انس نے کہا انھیں تیس کی طاقت عطا کی گئی ہے۔

یہ روایت عظمت رسولؐ کو گھٹانے کے لئے گڑھی گئی ہے تاکہ معاویہ اور یزید بے حیا کے افعال کی توجیہ کی جاسکے، اور انس ابن مالک کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ نبیؐ ایک گھنٹے میں اپنی گیارہ بیویوں سے جماع کرتے ہیں۔ کیا یہ بات انھیں خود رسولؐ نے بتائی ہے یا وہ دیکھ رہے تھے؟ اس جھوٹے قول سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں؛ اور انس کو یہ کہاں سے سراغ ملا تھا کہ نبیؐ کو تیس عورتوں کی طاقت عطا کی گئی تھی؟

یہ رسولؐ کے حق میں ظلم ہے انھوں نے اپنی پوری زندگی جہاد اور عبادت اور امت کی تعلیم و تربیت میں صرف کی ہے۔

یہ جاہل افراد اس طرح کی روایات کو بیان کرتے وقت کیسا سمجھتے تھے وہ اپنی نفس عقلوں اور شہوت کے لحاظ سے کثرت جماع لائق فخر سمجھتے تھے اسی لئے وہ اپنے ہم عمروں پر فخر کرتے تھے؛ حقیقت یہ سمجھ کر یہ روایات نبیؐ کی قداست کو دغا دہانے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ دوسرے وہ ان روایات

کے ذریعہ حکام و خلفاء کی اس بے حیائی کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں کہ عورتوں اور کینسڈوں پر جن کی چہرہ دستیوں کے بارے میں تاریخ بھری پڑی ہے اور اس حدیث کے راوی انس ابن مالک زوجہ نبی عائشہ کے سامنے کیا کہیں گے وہ تو کہتی تھیں کہ جماع کے سلسلہ میں نبی بھی ایسے ہی تھے جیسے دوسرے افراد ۔

مسلم نے اپنی صحیح کے کتاب الطہارت کے باب ”نسخ الما من الما و وجوب الغسل بالتقاء الختانین“ میں ابو زبیر سے اور انھوں نے جابر ابن عبد اللہ اور انھوں نے ام کلثوم سے اور انھوں نے زوجہ نبی عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: ایک شخص نے رسول سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اور پھر میاں بیوی دونوں سست پڑ جاتے ہیں کیا ان دونوں پر غسل واجب ہے؟ اور عائشہ رسول کے پاس بیٹھی ہیں۔ رسول نے فرمایا: میں اور یہ (عائشہ) ایسا ہی کرتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں۔

پھر حدیث کا شارح صحیح مسلم کے حاشیہ پر اضافہ کرتا ہے کہ مصباح میں کسل (سست پڑ جانے) کے معنی یہ ہیں کہ جب مجامعت کرے اور ضعف کی بنا پر انزال نہ ہو۔۔۔۔۔ پس یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ انھیں (نبی کو) تیس عورتوں کی طاقت عطا کی گئی تھی؟

گٹھنے والوں نے یہ دوسری حدیث گٹھ لی ہے خدا انھیں غارت کرے اور ان کے غدا میں اضافہ کرے ورنہ رسول کے بارے میں ایسی حدیثوں کو ایک عاقل کیسے قبول کر سکتا ہے کہ جن سے رسول کی حیا پر حرف آتا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کے سامنے مردوں سے ایسی بات بیان کرتے ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے ایک عام مومن بھی شرم کرتا ہے ۔

امویوں کے زمانہ میں قص و غنا کے جواز پر چند مثالیں

رسولِ قص سے مسرور ہونے اور موسیقی سنتے تھے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب ۱۱۰ ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے بشر بن مفضل نے اور خالد بن زکوان نے بیان کیا ہے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء نے کہا: جب بی بی نے مجھ سے شادی کی تو میرے پاس آئے اور میرے بستر پر اتنی دو بیٹھ گئے جتنی دو تم بیٹھے ہو پس لونڈیاں ہمارے پاس آکر دف بجانے لگیں اور بدر میں قتل ہونے والے میرے آباء کی کامرثیہ بیان کرنے لگیں اس وقت ان میں سے ایک نے کہا: حالانکہ ہمارے نبی جانتے ہیں کھل کیا ہو گا۔ پس آپ نے منہ پایا کہ اسے چھوڑو! وہی گاؤ جو تم گارہی تھیں۔

اسی طرح بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الجہاد کے باب الدرق میں اور سلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلوٰۃ العیدین کے باب ۱۱ الرخصة فی اللعب الذی لامعصیۃ فیہ میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

رسول میرے پاس اس وقت آئے جب دو لونڈیاں گارہی تھیں اور بستر پر بیٹھ گئے اور منہ پھرایا تھوڑی دیر بعد ابو بکر داخل ہوئے اور مجھے ڈانٹا اور کہا: شیطان کام رسول کے پاس؛ پس رسول نے ابو بکر سے کہا:۔۔:

جانے دو اور جب وہ دونوں (رسول اور ابو بکر) دوسری طرف متوجہ ہوئے تو لونڈیاں کھل گئیں۔

عائشہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: عید کے روز جیشی

(کالے) تماشہ کر رہے تھے پس یا تو میں نے رسول سے دریافت کیا یا آپ نے فرمایا کہ کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں، تو مجھے اپنی پشت پر اس طرح اٹھایا کہ میرا رخسار ان کے رخسار پر تھا۔ آنحضرتؐ نے کہا: بنی ارفدہ (حبشیو) تم اپنے قص کو جاری رکھو یہاں تک کہ عائشہ نے کہہ دیا میں شک گئی تو آپؐ نے فرمایا بس اتنا کافی ہے میں نے کہا ہاں، آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "نظر المرأة الى الحبش وخنوهم من غیر ديبہ"، میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے نبیؐ کو دیکھا کہ وہ مجھے اپنی ردا میں چھپا رہے ہیں اور میں ان حبشیوں کا تماشہ دیکھ رہی تھی کہ جو مسجد میں بٹڑ چائے ہوئے تھے یہاں تک کہ مجھے بھی دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ یہاں تک کہ میرا بھی جی چاہنے لگا کہیں ناچنے لگوں۔

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلوٰۃ العیدین کے باب "الرخصة فی اللعب"، میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ عید کے روز حبشی ناچتے ہوئے مسجد میں آئے تو نبیؐ نے مجھے بلایا پس میں نے اپنا سر ان کے کاندھے پر رکھ کر ان کا تماشہ دیکھنے میں اس طرح کھو گئی کہ ان کی طرف سے آنکھیں ہی نہ ٹپیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "ذهاب النساء والصبيان الى العرس"، میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: نبیؐ نے دیکھا کہ عورتیں اور بچے شادی میں کھیل کود رہے ہیں پس آپؐ نے دیکھنے کے اشتیاق میں کھڑے ہو گئے اور کہا کہ: تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔ بخاری کے شارح کہتے ہیں کہ اشتیاق میں کھڑے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ بھی ان کے کھیل سے سرور ہو رہے تھے۔

”منشیات اور شراب خوری کی نہمت سے بچنے کے لئے دوا کا نام دے کر پینے کے سلسلہ میں چند نمونے“

نبی نبیذ پیتے تھے ”معاذ اللہ“

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب ”قیام المرأة علی الہجاء فی العرس“ میں اور اسی طرح باب ”التقیع والشراب الذی لا یسکر فی العرس“ میں ابو حازم سے اور انھوں نے سہل سے روایت کی ہے کہ جب ابواسید ساعدی نے شادی کی تو نبیؐ اور ان کے اصحاب کو دعوت دی لیکن ان کے لئے کھانا تیار نہ کیا اور خود بھی ان کے پاس نہ آیا (ہاں) اسید کی ماں نے شب میں کچھ کھجوریں پتھر کے چھوٹے برتن میں بھگو دی تھیں وہ نبیؐ اور ان کے سامنے پیش کیا جب نبیؐ فارغ ہو چکے تو تحفہ کے طور پر ان کھجوروں کے پانی سے سیراب کیا گیا۔

اس روایت سے وہ یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ — (معاذ اللہ) نبیؐ شراب پیتے تھے۔ شاید نبیذ سے غیر مشہور نبیذ مراد ہو کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ پانی کی بوزائل کرنے کے لئے اس میں کھجوریں ڈال دیتے تھے پس وہ حقیقتاً نبیذ نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ اس کا استعمال صحیح ہے۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الاشراب کے باب ”اباحۃ النبیز الذی لم یشد دولم یصر مسکراً“ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یہیں سے شراب خوری کی ابتدا ہوئی اور یہیں سے حکام نے یہ حکم لگایا کہ جب تک وہ نشہ آور نہ ہو حلال ہے۔

”کچھ اور چیزیں جن میں نبی امیر اور نبی عباس ملوث تھے۔۔۔“

نبیؐ اور ابتذال!

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب ”الزیارت یوم النحر“ میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ہم نے نبیؐ کے ہمراہ حج کیا اور قربانی کے روز صفیہ کو حیض آگیا اور نبیؐ نے ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہا جو مرد اپنی بیوی سے کرتے ہیں تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ حائض ہے۔ تعجب ہے اس نبیؐ پر کہ جو ایسے محترم مقام پر اپنی زوجہ سے مجامعت کرنا چاہتے ہیں اور آپؐ کی دوسری زوجہ کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے اور وہ آنحضرتؐ کو یہ بتاتی ہے کہ وہ حائض ہے اور خود نبیؐ نہیں جانتے ہیں۔

نبیؐ اور حیا

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل کے باب ”فضائل عثمان ابن عفان“ میں زوجہ نبیؐ عائشہ اور عثمان سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابوبکرؓ نے رسولؐ کے پاس پہنچنے کی اجازت طلب کی در آنحالیکہ آپؐ عائشہ کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے پس آپؐ نے ابوبکرؓ کو داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی اور ایسے ہی لیٹے رہے ابوبکرؓ کی حاجت پوری ہو گئی تو واپس چلے گئے عثمانؓ کہتے ہیں کہ کچھ دیر کے بعد عمرؓ نے اجازت چاہی آپؐ نے انھیں بھی اجازت دے دی وہ داخل ہوئے لیکن آپؐ لیٹے ہی رہے ان کے

ضرورت پوری ہوگئی تو وہ بھی لوٹ گئے پھر عثمان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے
 اذن چاہا تو آپ بیٹھ گئے اور عائشہ سے کہا تم بھی اپنا لباس صحیح کر لو۔ پس جب
 میرا مقصد بھی پورا ہو گیا تو میں بھی لوٹ آیا تو عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ مجھے کیا
 ہو گیا ہے کہ میں آپ کو ابو بکر و عمر کی آمد پر اتنا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا
 کہ عثمان کی آمد پر دیکھا ہے۔ رسول نے فرمایا: عثمان بہت شرمیلے انسان ہیں میں
 اس بات سے ڈرتا تھا کہ اگر میں انھیں اجازت دے دوں اور خود اسی حالت میں لیٹا
 رہوں تو وہ واپس نہ چلے جائیں۔

یہ کون سا نبی ہے کہ اس کے اصحاب ملنے آتے ہیں اور وہ اپنی
 زوجہ کی چادر پیٹے لیٹا ہے۔ اور دوسری طرف ان کی زوجہ معمولی لباس پہننے لگی
 ہیں یہاں تک کہ عثمان کے آتے ہی آپ اٹھ بیٹھتے ہیں اور اپنی زوجہ سے کہتے ہیں
 کہ لباس صحیح کر کے بیٹھو!

نبی اور برہنگی!

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الصلوٰۃ کے باب ”کراہۃ
 التعری فی الصلوٰۃ“ میں اور اسی طرح مسلم نے کتاب الحيض کے باب ”الاعتناء
 بحفظ العورة“ میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ:

رسول ہم لوگوں کے ساتھ کعبہ کے لئے پتھر لارہے تھے کہ آپ
 ننگی باندھے ہوئے تھے آپ کے چچا عباس نے آپ سے کہا بھتیجے ننگی اتار لو اور اسے
 کندھے پر رکھ کر اس پر پتھر رکھو! پس آپ نے ننگی اتار کر کندھے پر رکھ لی تھوڑی
 دیر کے بعد غش کھا کے گر پڑے تو آپ کو عمر ایں دیکھا گیا۔

قارئین اس رسول پر ان یہودہ تہمتوں کو ملاحظہ فرمائیں کہ جس نے جیسا کو ایمان کا ستون قرار دیا ہے جو کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیادار تھے، اہلسنت نے اس رکیک روایت پر سبی اکتفا نہ کی بلکہ اس گڑھی ہوئی روایت کے ذریعہ آپ پر شرمگاہ کے کھولنے کی بھی تہمت لگا دی۔ کیا ان کے نزدیک، رسول اللہ (معاذ اللہ) اتنے ناہم ہیں کہ وہ اپنے چچا کی باتوں میں آگئے اور اپنے جسم کو لوگوں کے سامنے کھول دیا۔

ان شیطانوں اور اہلسوں کے ان اقوال سے خدا بچائے کہ جو خدا اور رسول پر بہتان باندھتے ہیں۔ یہ وہ رسول ہے کہ جس کی شرمگاہ کو آپ کی ازواج نے بھی کبھی نہ دیکھا جبکہ ان کے لئے شرع نے اس کی اجازت دی ہے اس کے باوجود عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول کی شرمگاہ نہیں دیکھا ہے۔ پس جب ازواج کے ساتھ آپ کا یہ برتاؤ تھا کہ جو آپ کے ساتھ حمام یا برتن میں غسل کرتی تھیں ان سے آپ اپنی شرمگاہ کو چھپائے رکھتے تھے اور ان میں سے کسی نے کبھی آپ کی شرمگاہ نہ دیکھی تو اصحاب اور عام لوگوں کے لئے ایسا کیونکر ممکن ہے۔

ہاں یہ سب حدیثیں نبی امیہ کی گڑھی ہوئی ہیں وہ لوگ کسی چیز کی پروا نہیں کرتے تھے اور جب ان کا خلیفہ و امیر کسی شاعر کے غزلیہ کلام سے وجد میں آجاتا تھا وہ کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور شاعر کی شرمگاہ کو کھول کر اس کا عضو تناسل چوم لیتا تھا۔ تو اس کے لئے نبی کی برنگی کوئی عجیب بات نہیں ہے اور یہ نفسیاتی مرض ان سے دنیا میں پھیل گیا اور آج یہ بھائی معمولی چیز سمجھی جاتی

جانے لگی ہے ان کے لئے اخلاق و حیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے ہر جگہ عریانیت کے اڈے اور سینہ بے ہونے ہیں جہاں مرد و عورت اس نافرہ کے تحت جمع ہوتے ہیں۔ پروردگار جیسے تو نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم اب بھی اسی حالت میں ہیں۔
 ”احکام شرعیہ اور دین سے کھلاؤں کے چند نمونے۔۔۔“

نبیؐ سے نماز میں سہو ہوتا ہے

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب ”ما یجوز من ذکر الناس“ میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ کے باب ”السہو فی الصلوٰۃ والسجود“ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: نبیؐ نے ہمارے ساتھ نماز ظہر کی دو رکعت ادا کی پھر مسجد کے سامنے والی لکڑی پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے لوگوں میں ابو بکر و عمر بھی اس وقت موجود تھے وہ دونوں آپؐ سے پوچھنے کے لئے دوڑے اور وہ لوگوں کے بیچ سے تیزی سے نکل گئے۔ لوگوں نے کہا نماز قصد ہو گئی لوگوں میں ایک اور شخص موجود تھا جسے نبیؐ ذوالیدین کہہ کر پکارتے تھے، اس نے کہا یا نبیؐ اللہ کیا آپ نماز بھول گئے تھے۔ یا قصر پڑھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ قصر پڑھی ہے، لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ آپ بھول گئے تھے۔ تب آپؐ نے فرمایا: ذوالیدین صحیح کہہ رہا تھا اس کے بعد آپؐ نے دو رکعت نماز پڑ کر سلام پھیرا اور تکبیر کہہ کے سجدہ ہی کے برابر یا اس سے طویل سجدہ کیا اس کے بعد پھر تکبیر کہہ کے سجدہ میں گئے اور ایسے ہی سجدہ بجالائے اس کے بعد سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ اے

افسوس! کہ رسول سے نماز میں سہو ہو اور اخص میں معلوم نہ ہو کہ میں نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے اور جب ان سے کہا جائے کہ آپ نے قصر پڑھی ہے تو آپ فرمائیں: نہ میں بھولا ہوں اور نہ قصر پڑھی ہے۔ یہ اہلسنت نے رسول پر خلفاء کو تہمت سے بچانے کے لئے بہتان لگایا ہے۔ کیونکہ وہ اکثر نشہ کی حالت میں نماز پڑھانے آتے تھے اخص میں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہم نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے اور ان کے امیر کا واقعہ تاریخی کتابوں میں مشہور ہے کہ اس نے نماز صبح چار رکعت پڑھانے کے بعد نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اور پڑھاؤں یا اتنی کافی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاذان کے باب "اذا قام الرجل عن يسار الامام" میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: میں میمونہ کے پاس تھا اور اس شب میں نبیؐ بھی میمونہ ہی کے یہاں تھے آپؐ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے میں بھی ان کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دائیں طرف کر دیا پھر تیرہ رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ خراثوں کی آواز آنے لگی اور جب بھی آپؐ سوتے تھے۔ خراثوں سے سوتے تھے پھر موزن نے اذان دی تو بغیر وضو کئے نماز پڑھی۔

عمرؓ نے کہا میں نے یہ بات بکیر کو بتائی تو انھوں نے کہا کہ سید نے بھی مجھ سے ایسے

رسولؐ کی طرف ایسی جھوٹی احادیث کی نسبت دے کر نبیؐ امیر اور نبیؐ عباس کے امر و سلاطین وضو اور نماز کی اہمیت کو کم کر رہے تھے یہاں تک کہ ہمارے درمیان یہ مثل مشہور ہو گئی کہ "صلوة القياد في الجمعة والايعاد" امیر و

حاکم جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھتے ہیں۔

نبیؐ اور حلف شکنی !

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب ”قدوم الاشعریین و اهل الیمن“ میں قصہ عمان و بحرین میں ابو قلابہ سے انھوں نے زہد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب ابو موسیٰ آئے تو شہر والوں نے انکا احترام کیا اور ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے وہ مرغ مسلم کھا رہے تھے وہیں پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا ابو موسیٰ نے اسے کھانے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم غلات کھا رہے ہو، پس ابو موسیٰ نے کہا اؤ ہم نے سؤل کو اسے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اسے نہیں کھاؤں گا ابو موسیٰ نے کہا تمہیں قسم کے بارے میں بتائیں، نبیؐ کے پاس ایک اشعری آیا پس ہم نے نبیؐ سے مطالبہ کیا کیا کہ ہمیں لے چلیں تو نبیؐ نے اس کو لے جانے سے انکار کر دیا پھر ہم نے مطالبہ کیا تو نبیؐ نے قسم کھائی کہ ہم نہیں لے جائیں گے۔ پس ہمیں پانچ ذریعہ اونٹیاں دیئے کا حکم دیا جب ہم نے اسے لے لیا تو ہم نے کہا کہ نبیؐ نے قسم کے سلسلہ میں بے اعتنائی کی ہے ہم اس کے بعد کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پس میں آیا اور کہا اے نبیؐ اللہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہمیں نہیں لے جائیں گے اور لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی قسم کھاتا ہوں کہ جس میں خیر ہو اور میں نے وہی کیا جس میں خیر تھا۔

اس نبیؐ کو ملاحظہ فرمائیے جس کو خدا نے اس لئے بھیجا تاکہ وہ

لوگوں کو یہ بتائیں کہ اپنے عہدوں کی حفاظت کریں، برادری کا پاس رکھیں اور قسم

نہ توڑیں، ہاں کفارہ دے کر توڑ سکتے ہیں لیکن نئی لوگوں کو جس چیز کا حکم دیتے
خود اسے انجام نہیں دیتے ہیں جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے :

﴿لَا يَأْخُذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ
يَأْخُذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسَاكِينَ
مِنْ أَوْسَطِ مَا نَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كَسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ
فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا
حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۱۹

خدا تم سے بے مقصد قسمیں کھانے پر مواخذہ نہیں
کرتا ہے لیکن جن قسموں کی گھرہ دل نے باندھ لی ہے ان کی مخالفت
کا کفارہ دس مسکینوں کے لئے اوسط درجہ کا کھانا ہے۔ جو
اپنے گھروالوں کو کھلاتے ہو یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادی ہے
پھر اگر یہ سب ناممکن ہو تو تین روزے رکھو کہ یہ تمہاری قسموں
کا کفارہ ہے جب بھی تم قسم کھا کر اس کی مخالفت کرو۔ لہذا
اپنی قسموں کا تحفظ کرو کہ خدا اس طرح اپنی آیات کو واضح کر کے
بیان کرتا ہے کہ شاید تم اس کے شکر گزار بنو۔ بن جاد
دوسری جگہ ارشاد ہے :

﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِدِهَا﴾
اور اپنی قسموں کو ان کے استحکام کے بعد ہرگز مت توڑو۔
لیکن انھوں نے رسول کی کسی فضیلت و شرافت کو نہ چھوڑا !

قسم کفارہ میں عائشہ نے چالیس غلام آزاد کئے

رسول کہاں ہیں؟ (دیکھیں) کہ ان کی زوجہ عائشہ ایک قسم کفارہ میں چالیس غلام آزاد کرتی ہیں! کیا عائشہ رسول کی یہ نسبت خدا سے زیادہ ڈرتی ہیں۔ لے

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب البھرہ اور رسول کے اس قول کے سلسلہ میں کہ کسی مومن کے لئے تین روز تک اپنے برادر مومن سے بول چال بند رکھنا جائز نہیں ہے۔ روایت کی ہے کہ عائشہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے اس بیع یا عطا کے بارے میں جو انھیں عائشہ نے عطا کیا تھا کہا: کہ ہم اس میں عائشہ کو تصرف کرنے سے روک دیں گے، تو عائشہ نے کہا کہ کیا اس نے یہ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں: عائشہ نے کہا کہ میں خدا سے اس بات کی نذر کرتی ہوں کہ ابن زبیر سے کبھی نہیں بولوں گی۔ پس جب قطع کلامی کو طویل عرصہ گزر گیا تو ابن زبیر نے ان سے معذرت چاہی عائشہ نے کہا: ہرگز نہیں، قسم خدا کی میں کبھی بھی معاف نہ کروں گی اور نہ اپنی قسم، توڑوں گی، پس جب اور زیادہ زمانہ گزر گیا تو ابن زبیر نے مسور ابن مخزوم اور عبدالرحمن ابن الاسود ابن عبد یغوث سے اس سلسلہ میں گفتگو کی، واضح رہے کہ یہ دونوں قبیلہ زہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور کہا میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے عائشہ کے پاس پہنچاؤ کیونکہ ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطع کلامی

کی نذر کریں۔ وہ دونوں اس کو چھپا کر اپنے ساتھ لے گئے اور عائشہ سے اندر آنے کی اجازت چاہی اور ان دونوں نے سلام کیا۔ اور کہا ہم اندر آ سکتے ہیں؟ عائشہ نے کہا چلے آؤ۔ انھوں نے کہا ہم سب چلے آئیں؟ کہا، ہاں سب چلے آؤ، عائشہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیر بھی ہے۔

پس جب وہ داخل ہوئے تو ابن زبیر بھی پیچھے پیچھے داخل ہو گئے تو عائشہ نے منہ پھیر لیا۔ تو یہ رور و کر اتما س کرنے لگے، مسرور اور عبدالرحمن اس وقت تک گڑ گڑاتے رہے جب تک کہ انھوں (عائشہ) نے بات نہیں کی۔ ان دونوں نے کہا آپ جانتی ہیں کہ نبیؐ نے تین روز سے زیادہ قطع کلامی سے منع فرمایا ہے۔ جب عائشہ کو انھوں نے بہت زیادہ سمجھایا اور دباؤ ڈالا تو عائشہ نے ان کی بات مان لی اور روتے ہوئے کہا کہ میں نے ان سے کلام نہ کرنے کی نذر کی تھی اور نذر بہت سخت چیز ہے۔ لیکن وہ لوگ اس وقت تک وہاں سے نہ ٹلے جب تک کہ عائشہ نے ابن زبیر سے بول چال شروع نہ کی۔ پھر عائشہ نے اپنی نذر توڑنے کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے وہ اپنی نذر کو یاد کرتی تھیں اس کے بعد روئیں کہ آنسو سے دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔

باوجودیکہ عائشہ کی قسم صحیح نہیں تھی کیونکہ نبیؐ نے مسلمان کے لئے اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ بول چال بند کرنے کو حرام قرار دیا ہے لیکن عائشہ نے اس پر عمل نہیں کیا اور بعض قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے۔ یہ چیز اس بات کی طرف بھی ہماری راہنمائی کرتی ہے کہ یہ عائشہ ہی کی ذاتی دولت تھی ورنہ عائشہ چالیس غلام یا ان کی قیمت کی مالک کیسے بن سکتی تھیں یہ کوئی آسان بات نہیں تھی اور تاریخ نے کوئی ایسا واقعہ نقل نہیں کیا کہ رسولؐ نے اپنی پوری حیات میں غلاموں کی اتنی بڑی تعداد آزاد کی ہو۔

انھوں نے کوئی برائی اور خامی ایسی نہیں چھوڑی جس کی نسبت رسول کی طرف نہ دی ہو اور اس کی وجہ صرف اپنے امراء کے کرتوتوں کو تنقید سے بچانا تھی۔ خدا انھیں غارت کرے انھوں نے بہت برا کام کیا ہے۔

”الحکام شرعیہ کا بے احترامی کے سلسلہ میں انھیں بری الزمہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔“

نبی اکاخذ ایں جیسے چاہتے ہیں تبدیلی کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الصوم کے باب ”اغتنال الصائم“ میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الصیام کے باب ”تغلیظ تحریم الجماع فی نهار رمضان علی الصائم ووجوب الکفارة الکبوی فیہ وانھا تجب علی الموسر والمعسر“ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

ہم لوگ رسول کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا: یا رسول اللہ میں ہلاک ہوا! فرمایا تمھیں کیا ہو گیا؟ اس نے کہا: میں نے اپنی زوجہ سے ہمبستری کر لی حالانکہ میں روزہ سے تھا۔ رسول نے فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تم پے درپے دو ماہ روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، راوی کہتا ہے کہ وہ شخص تھوڑی دیر نبی کے پاس ٹھہرا تھا ہم بھی بیٹھے تھے کہ نبی نے اسے کھجور کا رس دیا کہ اس میں کھجوریں بھی پڑی تھیں — فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں ہوں، فرمایا: تو اسے تصدق کر دے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ مجھ سے بڑا بھی کوئی فقیر ہے؟

قسم خدا کی کوئی گھرا نہ میرے گھر سے زیادہ فقیر نہیں ہے۔ پس نبی کو نہیں آگئی یہاں تک کہ دندان (مبارک) ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

احکام و حدودِ خدا کی گت ملاحظہ فرمائیے، خدا نے اپنے خوش حال بندوں پر غلام آزاد کرنا اور اگر غلام آزاد نہیں کر سکتے تو ان پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور جو فقری کی وجہ سے کھانا بھی نہیں کھلا سکتے تو ان پر دو مہینوں کے روزے واجب کئے ہیں یہ ان فقیہ کا کفارہ ہے کہ جن کو غلام آزاد کرنے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے بھر پیہ نصیب نہیں ہوتا ہے لیکن یہ روایت تو خدا کے ان حدود کو پامال کرتی ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔

ہمارے لئے مجرم کا یہی کہنا کافی ہے کہ رسول اس طرح سکرانے کہ دانت نظر آنے لگے گویا حکم خدا کو اس کے لئے آسان کر دیا اور صدقہ لینا مباح کر دیا کیا خدا اور رسول پر اس سے بڑا ہتھان بھی باندھا جاسکتا ہے کہ گناہ کرنے والے کی سزا کے بجائے معاف کر دیا اس سے بھی زیادہ کناہگاروں فاسقوں، اور منحرف لوگوں کو جبری بنایا جاسکتا ہے۔

ایسی ہی روایات کی بنا پر تو دین خدا اور اس کے احکام کھلوانے بن کے رہ گئے اور زنا کار اپنے اس فعلِ شنیع پر فخر اور محافل و شادیوں میں زانی کے نام کے گانے گائے جانے لگے اسی طرح ماہِ رمضان میں روزہ توڑنے والا روزہ داروں کا منہ چڑھاتا ہے۔

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان والندور کے باب "اذا حنث ناسیاً" میں عطا ہے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت

کی ہے کہ ایک شخص نے نبیؐ سے کہا کہ میں نے رمی جمرات سے قبل طواف زیارت کر لیا۔ نبیؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا میں نے قربانی سے پہلے سرمٹا لیا۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ تیسرے نے کہا: میں نے رمی جمرات سے قبل قربانی کر لی، فرمایا: کوئی اشکال نہیں ہے۔

اور عبداللہ ابن عمروؓ ابن عاص سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان بنی خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہؐ فلاں سے قبل میرا ایسا ایسا خیال تھا، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہا: میں ان تینوں (سرمٹا آنے، قربانی اور رمی جمرات کے بارے میں ایسا خیال رکھتا تھا، نبیؐ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تینوں کو ایک ہی روز میں انجام دیا جاتا ہے پس جب ان میں سے کسی نے کسی کے بارے میں سوال کیا تو کہا: بجالاد، بجالاد اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ جب آپؐ ان روایات کو پیش کریں گے تو بعض معاندین آپؐ کے سامنے ڈٹ کے کہیں گے دین خدا آسان ہے اس میں تنگی نہیں ہے۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: آسانی کو اختیار کرو اور تنگی سے بچو!

اگرچہ یہ بات حق ہے لیکن مراد باطل ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا نے ہمارے لئے سہولتیں رکھی ہیں اور حرج میں مبتلا نہیں کیا ہے لیکن اس قدر ان مجید اور سنت نبویؐ کے ذریعہ ہم تک احکام و حدود پہنچائے ہیں اور اقتضائے وقت کے لحاظ سے ہمیں چھوٹ بھی دی ہے جیسے پانی کے فقدان اور بیماری کے خوف کے وقت تیمم کی اجازت مرحمت کی اسی طرح مقتضائے وقت کے لحاظ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی، چنانچہ سفر میں روزہ نہ رکھنے اور نماز

قصر پڑھنے کی رخصت دی یہ سب چیزیں صحیح ہیں لیکن ہم احکام خدا کی مخالفت کرتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ہم وضو و تیمم کی ترتیب کو بدل دیں ہاتھوں کو چہرہ سے قبل دھوئیں یا پیروں کا مسح سر سے پہلے کریں یہ جائز نہیں ہے۔

لیکن گٹرھنے والوں کا ارادہ تو یہ ہے کہ رسول کو اتنا گرا دے کہ ہمارے لئے راستہ کھل جائے۔ آج بھی بہت سے لوگ (جب ان سے فقہی مسائل میں آپ بحث کریں گے تو وہ) کہتے ہیں کہ برادرِ م کوئی جبر نہیں ہے ہم کو صرف نماز پڑھنا ہے جیسے بھی ہو سکے نماز پڑھو۔

عجب بات تو یہ ہے کہ بخاری نے اسی صفحہ پر جس پر رسول کا یہ قول "افعل افعل ولا حرج" انجام دے کوئی حرج نہیں ہے، درج کیا ہے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول حدود سے تجاوز کر کے بہت دور نکل گئے تھے، ابو ہریرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں، ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی رسول بھی مسجد کے گوشہ میں تشریف فرما تھے۔۔۔ وہ شخص نماز کے بعد رسول کے پاس آیا اور سلام کیا تو آپ نے فرمایا: "دوبارہ نماز پڑھو! تم نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ واپس گیا، نماز ادا کی، اور اگر سلام کیا آپ نے پھر فرمایا: نماز پڑھو! تم نے صحیح نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ نماز ادا کی اور رسول ہر بار اس سے یہی کہتے رہے، پھر سے نماز پڑھو! تم نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ پس اس شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے سکھا دیجئے۔ تو آپ نے اسے بتایا کہ رکوع و سجود کو اطمینان سے بجالاؤ پھر رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو اور سجدہ کے بعد اطمینان سے بیٹھو! دوبارہ پھر اطمینان سے سجدہ بجالاؤ اور اس کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ اسی طرح پوری نماز پڑھو۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب قول اللہ ،

عز وجل ”فاقروا ما یتسمعن القرآن“ میں عمر ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے حیات رسول میں ہشام ابن حکیم کو سورہ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ان کی قرأت پر میں نے جو غور کیا تو بہت سے حروف تھے جن کی تعلیم رسول نے ہمیں نہیں دی تھی۔ میں نے چاہا کہ نماز ہی سے اسے گمراہ بیان پکڑ کر گھسیٹ لوں مگر سلام پھرنے تک صبر کیا اور پھر اپنی ردا سے جکڑ کر پوچھا یہ سورہ تمہیں کس نے پڑھایا ہے۔ اس نے کہا رسول نے ، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو میں تو اس کی تعلیم نہیں دی جو تم پڑھ رہے تھے۔

میں اسے لے کر رسول کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی میں

نے اسے اس سورہ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا کہ جواب نے ہمیں نہیں سکھایا ہے آپ نے فرمایا : اسے چھوڑ دو ! اسے ہشام پڑھو ، پس اس نے وہی تلاوت کی جو میں نے سنی تھی پس رسول نے فرمایا : یہ سورہ اسی طرح نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد رسول نے فرمایا : اسے عمر تم پڑھو ! پس میں نے وہی قرأت کی جو مجھے سکھائی تھی۔ آپ نے فرمایا : یہ سورہ ایسے ہی نازل ہوا ہے۔ بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے جس طرح ممکن ہو پڑھو !

کیا اس روایت کے بعد اس میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ

گڑھنے والوں نے رسول کی قدست پر دھبہ لگانے کی کوشش کی ہے یہاں تک کہ قرآن کے بارے میں بھی آپ کی شخصیت کو اس طرح مخدوش کرنا چاہا ہے کہ آپ نے صحابہ کو مختلف قرأتیں سکھائیں اور ہر ایک سے کہہ دیا یہ سورہ ایسے ہی نازل ہوا ہے۔ اگر قرأت میں اتنا بڑا اختلاف نہ ہوتا تو عمر و شام کو نماز کے درمیان ہی سے گھسیٹنے اور انھیں دھمکانے کی کوشش نہ کرتے۔ اس سے ان علما کلمنت

کی روش یاد آگئی کہ جو دوسروں کے لئے اسی قرأت کو جائز سمجھتے ہیں جس کا انھیں علم ہے اس کے علاوہ دوسری قرأت جس کا انھیں علم نہ ہو وہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں سمجھتے۔ ایک روز میں آیہ ﴿اذکروا نعمتی الّٰہی انعمتُ علیکم﴾ کی تلاوت کر رہا تھا۔ ان میں ایک صاحب مجھ پر پکڑ پڑے اور چیختے ہوئے کہا: اگر تم قرأت سے جاہل ہو تو قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو۔

میں نے کہا: میں نے قرآن کے ٹکڑے کیسے کر دتے؟
اس نے کہا: اَذْکُرْ نِعْمَتِیْ ہے نہ نِعْمَتِیْ

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاستقراض واداء الدین کے باب "الْحُقُومَات" میں عبد الملک ابن میسرہ سے مثل طریقہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک شخص کو نبی کی قرأت کے خلاف ایک آیت کی قرأت کرتے ہوئے سنا تو اسے پکڑ کر نبی کے پاس لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: تم دونوں صحیح ہو۔ لے

شعبہ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: اختلاف پیدا نہ کرنا کیونکہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئے۔
سبحان اللہ! رسول ان کے درمیان کیسے اختلاف کو ہوا دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم دونوں صحیح ہو؟ اور انھیں ایک قرأت پر جمع نہیں کرتے کہ جس سے اختلاف کی جڑ کاٹ جائے۔

اور اس کے بعد فرماتے ہیں: اختلاف پیدا نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ خدا کے بندو! خدا تم پر رحم

کھرے ہیں یہ بتائیے کیا یہ تناقض نہیں ہے؟ کیا لوگوں میں (اس لحاظ سے) رسول کی بات سے اختلاف نہیں ہوا؟ یہ تو اختلاف پر جبری بنا تا ہے۔ حاشا۔ رسول اللہ اس اختلاف سے بری ہیں جس سے عقلیں نفرت کرتی ہیں۔
کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے جو کہتا ہے:

﴿وَلَوْ كَانُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ

اختلافًا كَثِيرًا﴾ سورہ نساء، آیت ۸۲

اگر یہ قرآن خدا کے علاوہ کسی دوسرے کا کلام ہوتا

تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

کیا امت مسلمہ میں متعدد قراءتوں سے بڑا اور پرخطر کوئی

اختلاف ہے کہ جس نے قرآن کے معنی کو مختلف تفاسیر و آراء میں تقسیم کر دیا

ہے پس واضح آیت وضو مختلف فیہ ہو گئی ہے۔

۔ معاذ اللہ۔ نبی بچوں کی سی حرکت کرتے ہیں اور جو سزا کا مستحق

نہیں ہوتا ہے اسے سزا دیتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب ”مرض النبی

وفاته“ اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب ”کواھۃ التداوی للدرد“

میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

ہم نے مرض میں نبیؐ کو زبردستی دوا پلا دی تو آپ نے

اشارہ سے منع کیا کہ مجھے دوا نہ پلاؤ ہم نے کہا ہم رض تو دوا سے

کراہت کرتا ہی ہے لیکن جب آپؐ کو آفاقہ ہوا تو فرمایا: کیا میں

نے منع نہیں کیا تھا کہ مجھے دوا نہ پلاؤ؟ ہم نے کہا ہم رض دوا سے کراہت

کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا پورا گھر مجھے دوا پلانے میں لگاتھا اور
میں مجبور دیکھ رہا تھا۔ صرف عباس اس میں تمھارے شریک
نہیں تھے۔

تعجب ہے نبی کو افراتفری کرنے والے لوگوں نے ایسا سچ بنا دیا کہ
جو کڑوی دوا پینے سے بھاگتا اور پریشان ہوتا ہے۔ اور اشارہ سے دوا پلانے سے
منع کرتا ہے۔ لیکن وہ زبردستی انھیں دوا پلا دیتے ہیں۔ اور جب افادہ ہوتا ہے تو
آپ ان سے فرماتے ہیں کیا میں نے تمھیں منع نہیں کیا تھا کہ تم مجھے دوا نہ پلاؤ؟ پس
سب سے معذرت کی اور کہا! ہم یہ سمجھ کر مرخص ہو کر رہے کہ اسے کراہت کرتا ہی ہے۔ اور
سب سے جمع ہو کر دوا پلا دی اور نبی دیکھتے رہے کہ کوئی مجھے ان لوگوں سے چھڑا دے
اور اس کام میں سب شامل تھے صرف آپ کے چچا عباس سستی تھے۔ کیونکہ وہ
اس وقت موجود نہ تھے۔

جناب عائشہ نے قصہ کو کامل طور پر نقل نہیں کیا ہے، نبی نے ان
لوگوں کے بارے میں کچھ فرمایا نہیں۔ (معلوم نہیں) یہ دوا پلانے کا کام مردوں کے درمیان
انجام پایا تھا یا عورتوں کے درمیان انجام پذیر ہوا تھا۔

نبی قرآن کی بعض آیتوں کو ختم کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل القرآن کے باب
”نسیان القرآن“ میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الصلوٰۃ المسافرین وقصراء
کے باب ”الامر بتعہد القرآن وکراہۃ قول نسیۃ آیتہ کذا“ میں اس امر سے
اور انھوں نے ہشام ابن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے

عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ نے ایک شخص کو ایک سورہ کی رات میں تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: خدا اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں آیت یاد دلائی جسے میں بھول گیا تھا۔

جیسا کہ بخاری نے دوسری روایت میں علی ابن مسہر سے اور انھوں نے ہشام سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے عائشہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ نبیؐ نے رات کے وقت مسجد میں کسی شخص کو قرأت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: خدا اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلائی جسکو میں فلاں فلاں سورہ سے حذف کر چکا تھا۔

یہی وہ نبیؐ ہیں جن کو خدا نے قرآن دے کر بھیجا اور یہی (قرآن) ان کا دائمی معجزہ بھی ہے۔ اور یہی وہ نبیؐ ہیں جو اسے تدریجی نزول سے پہلے پورا قرآن ایک ساتھ نازل ہوا تھا اسی وقت سے اسکی حفاظت کر رہے تھے۔ خداوند عالم ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿لَا تَحْزَنْكَ بِهِ لِسَانُكَ لَتَعْجَلَ بِهِ﴾

آپ قرآن کی تلاوت میں عجلت کے ساتھ زبان کو حرکت نہ دیں
نیز فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّهُ تَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى

قَلْبِكَ لَتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾

سورہ شعراء، آیت ۱۹۶

ترجمہ: اور یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والا ہے اسے جبریل امینؑ بیکر نازل ہوئے ہیں یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا ہے تاکہ آپ لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرائیں یہ واضح عربی زبان میں ہے اور اس کا ذکر سابقین کی کتابوں میں موجود ہے

لیکن جھوٹوں، دجالوں اور گڑھنے والوں نے ان سب چیزوں کو ٹھکرا دیا اور آپ کی طرف ایسی باطل و نازیبا باتوں کی نسبت دی جنہیں نہ عقل قبول کرتی ہے نہ ذوق سلیم، مسلمان محققین کا یہ حق ہے کہ رسول کے بارے میں موجود اس قسم کی روایات ”کہ جن سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں خصوصاً وہ کتابیں جنہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے ایسی باتوں سے مملو ہیں“ کی تردید کریں۔ ہم دور نہ جائیں صرف بخاری و مسلم کو دیکھیں کہ جو اہلسنت کے درمیان کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتاب شمار ہوتی ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ وہ قداسست رسول کو داغدار بتاتی ہیں تو دوسری کتابوں کا تو ذکر ہی کیا ہے یہ سب ان دشمنان خدا و رسول کی گڑھی ہوئی حدیثیں ہیں جو معاویہ اور اس کے بعد بنی امیہ کے حکام کے قریبی تھے ان لوگوں نے اتنی جھوٹی احادیث گڑھیں کہ کتابیں بھر گئیں ان حدیثوں کے گڑھنے کا مقصد عظمت رسول کو گھٹانا تھا کیونکہ وہ ایک طرف تو خدا کی جانب سے رسول پر نازل ہونے والی ہر چیز پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے سرداروں کے ان افعال شنیع کو بھی تنقید سے بچانا چاہتے تھے جنہیں مسلمانوں کی تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔ رسول نے ابتداء نے بعثت ہی میں ان لوگوں کے چہرے سے نقاب ہٹا دی تھی اور ان سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی تھی۔ انہیں مدینہ سے بھکادیا تھا چنانچہ طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بنی نے ابوسفیان کو گدھے پر سوار دیکھا کہ جس کی لجام معاویہ پکڑ کر چل رہا تھا اور یزید (ابوسفیان) کا بیٹا ہنکارا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا اس کے سوار ہنکانے والے اور آگے آگے چلنے والے پر لعنت کرے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں رسول کے ہمراہ تھے کہ دو افراد کو گاتے ہوئے سنا گیا جو ایک دوسرے کا جواب دے رہے تھے، نبیؐ نے فرمایا دیکھو یہ کون ہیں، لوگوں نے بتایا کہ معاویہ اور عمر بن عاص ہیں تو رسولؐ نے ہاتھوں کو بند کیا اور فرمایا: پروردگار! انھیں برباد فرما، اور انھیں جہنم میں جھونک دے۔ لے ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ انھوں نے معاویہ سے کہا کہ جب تم رسولؐ کے قریب سے گزرے تھے تو میں نے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: پروردگار! اس پر لعنت فرما اور خاک کے علاوہ اسے کبھی (شکم) سیر نہ کرنا۔ ۲۷ اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس خط میں جو آپؐ نے اہل عراق کے نام لکھا ہے تحریر کیا ہے:

بخدا اگر میں تین تنہا ان سے مقابلہ کے لئے نکلوں
 اور زمین کی ساری وسعتیں ان سے چھلک رہی ہوں جب بھی
 میں پرواہ نہ کر دوں اور نہ پریشان ہوں اور جس گمراہی میں
 وہ مبتلا ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں اس کے متعلق پوری
 بصیرت اور اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے یقین رکھتا
 ہوں اور میں اللہ کے حضور میں پہنچنے کا مشتاق اور
 اس کے حسن ثواب کے لئے دامن امید پھیلانے ہوئے
 منتظر ہوں مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر بد مغز اور
 بد کردار لوگ حکومت کریں اور وہ اللہ کے مال کو اپنی

۱۔ مسند امام احمد جلد ۴ ص ۲۲۱ طبرانی نے بھی کبیر میں تحریر کیا ہے۔

۲۔ مسند امام احمد جلد ۴ ص ۲۲۱، لسان العرب جلد ۲، ص ۴۰

الماک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں، نیکو کاروں کو بریکار
رہیں بدکرداروں کو اپنے قبضہ میں رکھا

باوجودیکہ رسول نے ان پر لعنت کی ہے اور ان احادیث
انھیں (المسند کو) کوئی خدشہ نہیں ملا ہے، کیونکہ وہ صحابہ ان احادیث
قبولی جانتا ہے لہذا انھوں نے ان احادیث کے مقابلہ میں اور حدیثیں
عیں کہ جنھوں نے حق کو باطل میں تبدیل کر دیا اور رسول کو ایک عام انسان
یا کہ جس پر جاہلیت کی حمیت طاری ہو جاتی ہے اور کبھی اتنے مغلوب
مجب ہو جاتے ہیں کہ ناحق کسی شخص پر سب و شتم کرنے لگتے ہیں۔ انھوں نے
ملعون سرداروں کے دفاع میں یہ حدیث گڑھی کہ جسے بخاری نے اپنی
کی کتاب الدعوات کے باب قول النبی "من آذیتہ فاجعلہ لہ زکاة ورحمة"
اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البر والصلة والادب کے باب "من لعنہ
الخ۔۔۔" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

رسول کے پاس دو اشخاص آئے اور کسی ایسی
چیز کے بارے میں بحث کرنے لگے جسے میں نہیں جانتی پس
رسول ان پر غضبناک ہوئے اور لعنت و سب و شتم کیا۔
جب وہ چلے گئے تو میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ان دونوں
سے کیا غلطی ہو گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: تم کیا کہہ رہی ہو؟
میں نے کہا آپ نے ان پر لعنت کی ہے، فرمایا
کیا تم نہیں جانتی ہو کہ میں نے اپنے رب سے شرط کر رکھی ہے کہ
پروردگار میں بشریوں پس اگر میں کسی مسلمان
پر لعنت کروں یا اسے برا بھلا کہوں تو تو اس سے معاف فرما۔

اور اسی پر لعنت کرتے تھے جو لعنت کا مستحق ہوتا ہے
 قائم کرنے کے لئے کوڑے لگواتے تھے ان نیک افراد کو
 دانتے جن کے خلاف ثبوت یا کو اہی یا خود ان کا اعتراف ہو
 لیکن ان کا دل ان روایات کو دیکھ کر بیت جلتا تھا کہ جن
 اور نبی امیہ پر لعنت کی گئی ہے لہذا انھوں نے لوگوں کو دھوکا دینے
 کے لئے ایسی احادیث گڑھ لی ہیں اسی لئے سلم نے
 یو بڑھانے کے لئے ایسی احادیث گڑھ لی ہیں اسی لئے سلم نے
 میں ان روایت کو نقل کر کے بعد کہ جن میں نبی نے معاویہ پر لعنت کی ہے اور
 در کی رحمت و قربت بن گئی ہیں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے
 میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول آگئے تو میں دروازہ کی اوٹ میں
 چھپ گیا ابن عباس کہتے ہیں کہ میں معاویہ کے پاس سے رسول کے پاس آیا عرض کی
 لاؤ ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور بلا کے لاؤ ابن عباس کہتے ہیں
 وہ کھانا کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا کھا رہا ہے پس آپ نے فرمایا بخدا

میں پھر گیا، اور واپس آکر عرض کی وہ کھانا کھا رہا ہے پس آپ نے فرمایا بخدا

اس کا پیٹ نہ بھرے۔ لے

تاریخی کتابوں میں ہیں یہ چیز ملتی ہے کہ امام زانی نے انھیں

کر امیہ المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے مختص کی تھی لکھنے کے بعد

شام کے تو شام والوں نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا، تم نے معاویہ کے

فضائل کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ امام زانی نے کہا: مجھے اس کی کسی فضیلت

نہیں ہے مگر یہ کہ خدا اس کا پیٹ نہ بھرے پس یہ جگہ سن کر شام والوں نے

انہیں اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گئے، مورخین لکھتے ہیں کہ معاویہ کو رسول کی بد دعا لگ گئی یہی وجہ ہے کہ معاویہ کھاتے کھاتے تھک جاتا تھا لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ میں بھی ان روایات سے واقف نہیں تھا جو لعنت کو رحمت اور قربِ خدا قرار دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ تیونس میں ایک بزرگوار نے مجھے ان سے آشنا کیا، بزرگوار علم و آگہی کے لحاظ سے شہرت یافتہ تھے اور ہم ایک مجمع میں احادیث کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے یہاں تک کہ معاویہ ابن ابی سفیان کا ذکر بھی نکل آیا، وہ بزرگوار معاویہ کے بارے میں بڑے ہی فخر و غرور کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ وہ بہت زیرک اور ذکاوت و حسن تدبیر میں مشہور تھے۔ وہ پورے طور سے معاویہ کی سیاست اور جنگ میں علی کرم اللہ وجہہ پر اس کے غالب ہونے کو بیان کر رہے تھے۔ میں نے کسی طرح اس پر تو مبرک کر لیا لیکن جب وہ معاویہ کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی میں زیادہ آگے نکل گئے تو میرے صبر کا پیمانہ ٹوٹ گیا لہذا میں نے ان سے کہا: رسول کو معاویہ سے قطعی محبت نہ تھی بلکہ آپ نے معاویہ پر لعنت اور اس کے لئے بد دعا کی ہے، یہ بات سن کر حاضرین تعجب میں پڑ گئے اور کچھ میری بات سے غضبناک بھی ہوئے۔ لیکن ان بزرگوار نے پورے اعتماد کے ساتھ میری تائید کی اس سے حاضرین اور حیرت میں پڑ گئے اور موصوف سے کہنے لگے: ہم کچھ نہیں سمجھ پا رہے ہیں! ایک طرف آپ معاویہ کی مدح سرائی کرتے ہیں اور دوسری طرف اس بات سے بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ نبیؐ نے ان (معاویہ) پر لعنت کی ہے۔ یہ دونوں کیسے ممکن ہیں؟ اُن لوگوں کے ساتھ ساتھ میں نے بھی یہی سوال کیا، انھوں نے ہمیں عجیب و

غریب جواب دیا کہ جس کا قبول کرنا مشکل ہو گیا۔ انھوں نے کہا: رسولؐ نے جو ان پر سب و شتم اور لعنت کی بیشک وہ خدا کے نزدیک رحمت و رافت ہے۔ مجمع نے حیرت سے پوچھا وہ کیسے؟ کہا: اس لئے کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی سارے ان انوں کی طرح ایک ان ان ہوں اور میں نے خدا سے یہ دعا کی ہے کہ میری لعنت کو رحمت و رافت بنا دے۔ پھر انھوں نے اپنی بات کہتے ہوئے اضافہ کیا: یہاں تک کہ جس کو رسولؐ نے قتل بھی کیا ہے وہ دنیا ہی سے جنت میں چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد میں نے ان سے تنہائی میں اس حدیث کا حوالہ معلوم کیا تو انھوں نے مجھے صحیح بخاری اور مسلم کا حوالہ دیا اور مجھے ان احادیث کا علم ہوا۔ لیکن اس سے میرے اس یقین میں اور استحکام پیدا ہو گیا جو امویوں کی اس سازش کے سلسلہ میں قائم ہوا تھا کہ جو انھوں نے حقائق اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لئے اور عصمتِ رسولؐ کو داغدار بنانے کے لئے تھی۔

اور اس کے بعد مجھے ایسی بہت سی روایتیں ملیں جو ایسی باتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سازش کرنے والے بھی مطمئن ہو گئے انھوں نے اکثر باتوں کو خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب ”قول اللہ تعالیٰ یرید و ان یرید لولا کلام اللہ“ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ: جس شخص نے کوئی نیک کام انجام نہ دیا ہو، اسے مرنے کے بعد جلا دیا اس کے بدن کا نصف حصہ خشکی میں اور نصف حصہ دریا میں قرار دو، قسم خدا کی اگر خدا اس بات پر قادر ہوگا تو اسے ایسا عذاب دے گا کہ عالمین میں

کوئی نہیں دے سکتا۔ پس خدا دریا کو حکم دے گا اور جو کچھ
اس میں ہوگا جمع ہو جائے گا۔ پھر خشکی کو حکم دے گا تو اس کی
تمام چیزیں جمع ہو جائیں گی پھر کہے گا تو نے ایسا کیوں کیا
وہ کہے گا: تیری خشیت کی بنا پر، اور تو جانتا ہے پس
خدا اسے بخش دے گا۔

اور اسی صفحہ پر ابو ہریرہ کی بیان کردہ یہ روایت موجود
ہے کہ میں نے رسول کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

جب کسی بندہ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ
بسا اوقات کہتا ہے مجھ سے گناہ ہو گیا اور کہتا ہے پروردگار
میں نے گناہ کیا یا بسا اوقات کہتا ہے کہ مجھ سے گناہ ہو گیا
پس تو مجھ بخش دے۔

اس کا پروردگار کہتا ہے کہ: کیا میرا بندہ یہ
جانتا تھا کہ اس کا پروردگار ہے جو اس کے گناہ کو بخش
دے گا تو میں نے اپنے بندہ کے گناہ بخش دئے۔ پھر بندہ
ایک مدت تک گناہ نہ کرے اور پھر گناہ کا مرتکب ہو جائے
اور کہے پروردگار! مجھ سے دوسرا گناہ سرزد ہو گیا ہے پس
تو بخش دے تو خدا کہے گا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس
کا کوئی (رب) ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے پس میں نے
اپنے بندہ کو معاف کیا۔ پھر جب تک خدا چاہے وہ گناہوں
سے باز رہے اور گناہ کر بیٹھے اور کہے پالنے والے میں نے

دوسرے گناہ کا ارتکاب کیا پس تو اسے بھی معاف کر دے
 پھر خدا کہتا ہے کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے
 جو گناہوں کو بخشتا ہے میں نے اپنے بندہ کو تین مرتبہ
 معاف کیا پس اب جو چاہے انجام دے۔

خدا کے بندو! یہ کون سا رب ہے؟ باوجودیکہ بندہ
 کو پہلی دفعہ میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے۔
 لیکن اس کے رب کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی ہر دفعہ یہ کہتا رہا کیا میرا بندہ یہ
 جانتا ہے کہ اس کا رب گناہوں کو بخش دیتا ہے؟

یہ کون سا پروردگار ہے جو بے شمار مکرر گناہوں کو معاف
 فرماتا ہے۔ اور اپنے بندہ سے کہتا ہے جو چاہو کرو۔

ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات بہت بڑی ہو گئی اگرچہ
 وہ جھوٹ ہی ہے پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے تو کیا آپ ان کے
 پیچھے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیں گے۔

جی ہاں! ان کا یہی گمان ہے کہ رسول نے عثمان کے لئے
 فرمایا: تم جو چاہو کرو آج کے بعد تمہارے افعال تمہیں ضرر نہیں پہنچائیں گے
 بقول اہلسنت کے یہ اس وقت کی بات ہے جب عثمان حبش عسکر تیار کر
 رہے تھے۔ بیشک یہ وہ پروانہ بخشش ہے کہ جو جنت میں داخل ہونے کے
 لئے کنیہ والے دیا کرتے ہیں۔

لہذا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ اگر عثمان ایسے افعال۔
 بجالاتے ہیں جو ان کے خلاف بغاوت اور قتل اور بغیر غسل و کفن کے سپردیوں
 کے مقبرہ میں دفن کا باعث بنے۔

۔۔ ” یہ تو ان کی امیدیں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔۔“

نبی کے اقوال میں تناقض!

بخاری نے اپنی صحیح میں عبداللہ ابن عبد الوہاب سے روایت کی ہے ہم سے حماد نے ایک ایسے شخص کے بارے میں بتایا کہ جس کو نیکیوں کے ساتھ نہیں یاد کیا جاتا۔ اس نے کہا: میں فتوں کی شبوں میں ایک شب اپنا اسلمہ لے کر نکلا تو ابو بکر میرے سامنے آگئے اور کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: رسول کے ابن عم (علیؑ) کی مدد کا ارادہ ہے۔ ابو بکر نے کہا کہ رسول نے فرمایا ہے کہ:

جب دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے سے لڑیں گے تو وہ دونوں جہنم میں جائیں گے، کہا گیا کہ قاتل تو جرم کی وجہ سے جہنم میں جائے گا لیکن مقتول کی کیا خطا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنے مد مقابل کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

حماد ابن زید کہتے ہیں کہ میں نے ایوب دیونس ابن عبید کے سامنے یہ روایت اس لئے نقل کی تاکہ وہ بھی میری تائید کریں تو انھوں نے کہا کہ اس حدیث کو حسن نے احنف ابن قیس سے اور انھوں نے ابو بکر سے نقل کیا ہے۔ لے

مسلم نے بھی اپنی صحیح کی کتاب الفتن کے اسی باب میں حدیث ابو بکرہ کو اخف ابن تیس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں اس شخص کی مدد کی غرض سے نکلا پس ابو بکرہ سے میری ملاقات ہو گئی اس نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: اس شخص کی مدد کو جا رہا ہوں، اس نے کہا کہ لوٹ جاؤ کیونکہ میں نے رسول سے سنا ہے کہ:

جب دو مسلمان ایک دوسرے کے مقابلہ میں
تلوار لے کر نکل آئیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں داخل
ہوں گے پس میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے مقتول
کا قصور کیا ہے؟ فرمایا: وہ بھی اپنے بھائی کو قتل کرنے
کا ارادہ رکھتا تھا۔ لے

ان گڑھی ہوئی احادیث، قاری ان اسباب کو بخوبی سمجھ
لے گا کہ ان احادیث کو کیوں گڑھا گیا ہے۔ اور رسول کے ابن عم
سے ابو بکرہ کی عداوت بھی آشکار ہو جاتی ہے اور یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ
امیر المؤمنین علیہ السلام کو رسوا کرنے کے لئے اس نے کیا کیا اور اسی پر اکتفا نہ کی
بلکہ باطل کے مقابلہ میں حق کی نصت کرنے والے صحابہ کے حوصلوں کو اس
طرح پست کیا، ان کے لئے اس حدیث کی سی حدیثیں گڑھ دیں کہ جنہیں نہ عقلیں
قبول کرتی ہیں نہ قرآن صحیح قرار دیتا ہے اور نہ ہی سنت کی رو سے درست
ہیں خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿فَقَاتِلُوا النَّبِيَّ نَبِيَّ حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾

لے اس حدیث کو بخاری نے کتاب "یمان کے باب "المعاصی" میں نقل کیا ہے۔

اس گروہ سے مل کر جنگ کریں جو زیادہ کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بھی حکم خدا کی طرف واپس آجائے

المحذرات، آیت ۹

ظالموں اور بغاوت کرنے والوں سے جنگ کرنے کا حکم واضح ہے اسی لئے آپ بخاری کے شارح کو اس حدیث کی اس طرح حاشیہ آرائی کرتے ہوئے دیکھیں گے۔

ملاحظہ فرمائیے کیا یہ حدیث بغاوت سے مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں حجت ہے؟ جب کہ خدا کا یہ قول موجود ہے کہ باغی گروہ سے جنگ کرتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف واپس آجائے۔

اور جو حدیث کتاب خدا کے خلاف ہوتی ہے وہ جھوٹی ہوتی ہے اسے دیوار پر مار دینا چاہیے۔ نبیؐ کی صحیح حدیث حضرت علیؑ علیہ السلام کے بارے میں یہ ہے۔

جس کام میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔
بارا لہذا اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن کہہ
اس کی مدد کرنے والے کی مدد فرما، اسے رسوا کرنے والے کو
ذلیل کر اور حق کو اس کے ساتھ ساتھ موڑ دے۔

پس علیؑ سے محبت رسولؐ سے محبت کے مترادف ہے۔
اور تمام مسلمانوں پر حضرت علیؑ کی مدد کرنا واجب ہے اور انھیں رسوا کرنا
باطل کی مدد اور حق کو ذلیل کرنا ہے۔

اگر آپ بخاری کی حدیث میں غور فرمائیں گے تو دیکھیں گے

کہ مجھ کو راولیوں کا ایک سلسلہ ہے جن کے اسماء درج نہیں گئے ہیں۔ حماد نے ہم سے ایک نامعلوم شخص کے وسیلہ سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس کی واضح دلالت اس بات پر ہے کہ مجھ کو اشخاص ان منافقین میں سے ہیں جو علی علیہ السلام سے بغض رکھتے ہیں اور ان کے فضائل کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ میں مشغول رہتے ہیں۔ اور سعد ابن ابی وقاص کہ جس نے حق کی نفرت کرنے سے منع کیا کہتا ہے: مجھے تلوار دو اور اس کے بعد کہا) یہ علی حق ہے اور یہ علی باطل ہے میں اس سے فز و جنگ کروں گا ایسے ہی اور بہت سے تال میل ہیں جنہوں نے حق کو باطل سے ملا دیا اور روشن راہوں کو تاریکی میں تبدیل کر دیا ہے

واضح رہے ہیں احادیث کی متعدد کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ رسول نے بہت سے صحابہ کو جنت کی بشارت دی ہے خصوصاً ان دس افراد کو جو مسلمانوں کے درمیان عشوۂ مشرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ احمد اور ترمذی والیوں نے روایت کی ہے بیشک نبیؐ نے فرمایا:

ابوبکر، عمر، عثمان، علیؓ، طلحہ، زبیرؓ،

عبدالرحمن ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص، سعید ابن زید

اور ابو عبیدہ ابن جراح جنتی ہیں۔ لہ

اور نبیؐ کا یہ قول بھی صحیح ہے کہ:

خاندانِ یاسر کو بشارت دے دو کہ تمہاری

وعدہ گاہ جنت ہے ۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ،

جنت چار افراد، علیؑ، عمارؓ، سلمان و مقداد

کی مشتاق ہے ۔

اور مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ رسولؐ نے عبداللہ

ابن سلام کو جنت کی بشارت دی ہے اور آپؐ کا یہ فرمان بھی درست ہے کہ

حسنؓ و حسینؓ جو انان جنت کے سردار ہیں نیز جعفر ابن ابیطالب جنت میں

ملائکہ کے ساتھ پرواز کرنے والا قول صحیح ہے ۔ اور فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی

سردار ہیں، یہ بھی صحیح ہے کہ ان کی مادر گرامی خدیجہ کو جبریلؑ نے جنت میں قصر

کی بشارت دی، اسی طرح صہیب رومی کو جنت کی بشارت دی، بلال حبشی

اور سلمان فارسی کو جنت کی بشارت دی ۔

جب اتنے افراد کو جنت کی بشارت دی ہے تو پھر جنت

کی بشارت کے سلسلہ میں احادیث کو انھیں دس افراد (عشرہ مبشرہ)

سے کیوں مختص کیا جاتا ہے ۔ آپؐ اس مجمع اور مجلس میں کہ جس میں جنت کی

بات بیان ہو رہی ہو عشرہ مبشرہ کا ذکر لازمی سماعت فرمائیں گے ۔

ہمیں ان کی اس بات پر حسد نہیں ہے اور نہ ہی ہم خدا کی

اس وسیع رحمت کو محدود کر سکتے ہیں جو ہر شئی پر محیط ہے لیکن اتنی بات

ضرور کہتے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں اس حدیث کے معارض ہیں جس میں رسولؐ نے

دو مسلمانوں کو آپس میں تلوار سے لڑنے پر قاتل و مقتول دونوں کو جہنمی

کہا ہے ۔ اس لئے اگر ہم اس حدیث کو تسلیم کر لیتے ہیں تو حدیث بشارت

دھواں بن کر اڑ جائے گی کیونکہ ان میں سے معظم افراد نے ایک دوسرے سے

جنگ وجدال کیا اور بعض نے بعض کو قتل کیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت میں عائشہ کی قیادت میں ہونے والی جنگ جمل میں طلحہ و زبیر قتل ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں کے قتل کا سبب بنے۔

اسی طرح عمار یا سر، معاویہ ابن ابوسفیان کی بھڑکائی ہوئی جنگ صفین میں شہید ہوئے اور جب عمار اپنی تلوار سے علی ابن ابیطالب کی نفرت کر رہے تھے اس انھیں باغی گروہ نے قتل کیا جیسا کہ اس سلسلہ میں رسول کی حدیث بھی موجود ہے۔ اسی طرح سید الشہداء جوانانِ جنت کے سردار اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی تلوار سے یزید ابن معاویہ کے لشکر کا مقابلہ کیا اور یزید نے سب کو قتل کر دیا علی ابن الحسین کے علاوہ کوئی نہ بچا۔ پس ان کذابوں کی رائے کے لحاظ سے یہ قاتل و مقتول، دونوں جہنمی ہیں۔ کیونکہ انھوں نے تلوار سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث کی نسبت اس کی طرف نہیں دی جاسکتی جو اپنی خواہش نفس سے کچھ کہتا ہی نہیں تھا بلکہ وہ وہی کہتا تھا جو اس پر وحی کی جاتی تھی۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ یہ حدیث عقل و منطق کے خلاف ہے، اور کتاب خدا و سنت رسول کے منافی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے جھوٹ کے پلندوں سے بخاری و مسلم کیسے غافل رہے اور اور ان سے کیونکر خبردار نہیں ہوئے، یا ایسی احادیث ہی ان کا مذہب و عقیدہ ہے۔

فضائل میں تناقض

دیگر انبیاء و مرسلین پر فضیلت کے سلسلہ میں صحاح میں کچھ متناقض حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں اور کچھ ایسی حدیثیں بھی صحاح میں موجود ہیں جو رسول سے موسیٰ کے درجہ کو بڑھاتی ہیں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ احادیث عمر اور عثمان کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہونے والے یہودیوں جیسے، کعب الا جبار، تمیم الداری اور دہب ابن نمہ وغیرہ نے بعض صحابہ جیسے ابو ہریرہ، انس ابن مالک کے نام سے گڑھ کر رائج کر دی ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب قولہ تعالیٰ،

﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ انس ابن مالک سے شب مہراج کے سفر، پھر ساتویں آسمان پر پہنچنے وہاں سے سدرۃ المنتہی پہنچنے اور محمد اور امت محمد پر سچا س نمازوں کے واجب ہونے کے سلسلہ میں ایک طویل حکایت، نقل کی ہے یہ سچا س نمازیں تو موسیٰ کے طفیل میں معاف ہو گئیں اور صرف پانچ، نمازیں فرض کی گئیں اس حکایت میں صریح کذب اور کفر موجود ہے جیسے خداوند عالم قریب ہوا، اور آگے بڑھا یہاں تک کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رکھا گیا۔ ایسے خرافات موجود ہیں لیکن اس روایت میں ہمارے لحاظ سے جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ جب محمدؐ نے ساتویں آسمان کے دروازہ کو کھولا تو دیکھا کہ جناب موسیٰ تشریف فرما ہیں کہ جنہیں خدا نے خود سے ہمکلامی کی سرفرازی میں ساتویں آسمان کی رفعت پر ساکن کیا۔ جب موسیٰ نے یہ دیکھا تو عرض کیا، پروردگار میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ پر کسی

کو فوقیت دی جائے گی۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب بدالوحی الی رسول اللہ میں اور بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدالخلق کے باب ”ذکر الملائکہ صلوات اللہ علیہم“ میں پہلے قصہ سے مشابہ ایک اور حکایت نقل کی ہے جو رات کے سفر اور معراج کو بیان کرتی ہے لیکن اس میں جناب موسیٰ کو چھٹے آسمان پر اور جناب ابراہیم کو ساتویں آسمان پر دکھایا گیا ہے اس میں یہ ٹکڑا مہم ہے، رسول فرماتے ہیں :

پس ہم چھٹے آسمان پر آئے اور آئی یہ کون ہے؟
جواب دیا گیا جبریل، اور کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟
کہا: محمد، اور آئی کیا ان تک پیغام پہنچا دیا گیا؟ کہا:
جی ہاں! پھر مرجا کہا گیا۔ اس کے بعد موسیٰ کی خدمت میں
پہنچے اور سلام کیا، انھوں نے مجھے میرے بھائی اور نبی
کہکے خوش آمدید کہا جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا
تو جناب موسیٰ رونے لگے، ندا آئی تمہارے رونے کا
سبب کیا ہے؟ کہا: اس لڑکے کو میرے بعد مبعوث کیا
گیا اور یہ میری امت سے زیادہ اپنی امت کے ساتھ
جنت میں داخل ہوگا۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب ”ادنی اہل الجنة منزلة فیہا“ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا:
روز قیامت میں لوگوں کا سردار بنوں گا کیا تم
جانتے ہو یہ کیسے ہوگا؟ تمام اولین و آخرین کو ایک ایسی جگہ

جمع کیا جائے گا کہ جہاں سے پکارنے والے کو سب دیکھیں
 گئے اور اس کی آواز بھی سنیں گے۔۔۔۔۔

سورج ان سے قریب تر ہو جائے گا لوگوں کے
 اضطرابی ناقابل برداشت ہو جائے گی، لوگ کہیں گے کیا
 تھیں اپنی حالت کی خبر نہیں ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ
 تمہارے رب کی بارگاہ میں کون تمہاری شفاعت کر
 سکتا ہے؟ پس بعض، بعض سے کہیں گے تم آدم کے پاس
 جاؤ، لوگ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ
 ابو البشر میں آپ کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور
 آپ کے اندر اپنی روح پھونکی ہے، اور ملائکہ کو حکم دیا تو
 انھوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے رب سے ہماری
 شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے ہیں
 کیا آپ کو ہماری بگڑتی ہوئی کیفیت کا اندازہ نہیں ہے
 پس آدم فرمائیں گے، آج میرا رب شدید غضبناک ہے۔
 نہ اس سے قبل اتنا غضبناک ہوا تھا اور نہ اس کے بعد اتنا
 غضبناک ہو گا۔ اور یہ وہی خدا ہے کہ اس نے مجھے درخت
 کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس پر عمل نہ
 کیا۔ نفسی، نفسی، میرے علاوہ کسی دوسرے کو ڈھونڈ
 لو، نوح کے پاس چلے جاؤ، یہ روایت بہت طویل ہے
 (اور ہم نے ہمیشہ اختصار کو مدنظر رکھا ہے) یہاں تک کہ
 لوگ نوح کے پاس پہنچیں گے، پھر ابراہیم کے پاس

اس کے بعد موسیٰ و عیسیٰ کے پاس جائیں گے اور سب
 نفسی، نفسی کہیں گے اور عیسیٰ کے علاوہ سب اپنی خطاؤں
 کا تذکرہ کریں گے لیکن عیسیٰ بھی نفسی، نفسی پکاریں گے
 اور کہیں گے میرے علاوہ کسی اور کو تلاش کرو، محمد کے پاس
 جاؤ، رسول فرماتے ہیں کہ: لوگ میرے پاس آئیں گے۔
 پس میں عرش کے نیچے جا کر اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ
 میں سر رکھ دوں گا، اس کے بعد خداوند عالم میرے لئے محمد
 و حسن الثنا کے دروازے کھول دے گا کہ اس سے قبل کسی
 کے لئے نہ کھولے ہوئے تھے پھر ندا آئے گی، اے محمد! سر اٹھاؤ۔
 تم سوال کرو۔ عطا کیا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری
 شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں سر اٹھاؤں گا۔ اور
 کہوں گا: امتی یارب، امتی، ندا آئے گی اے محمد اپنی امت
 کے ہمراہ باب امین سے جنت میں داخل ہو جاؤ، اب ان پر
 کوئی حساب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ وہ دوسرے
 دروازوں سے بھی داخل ہوں گے پھر رسول فرماتے ہیں
 قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت
 کے دروازوں کے پٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا
 مکہ اور حمیر کے درمیان کا فاصلہ یا مکہ اور بصرہ کے درمیان
 کا فاصلہ ہے۔

ان احادیث میں رسول فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز وہ
 لوگوں کے سردار ہوں گے! اور موسیٰ فرماتے ہیں پروردگار مجھے گمان بھی نہیں

تھا کہ میری منزلت کو کوئی پہونچے گا۔ اور کہتے ہیں: موسیٰ گریہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں خدا یا یہ لڑکا میرے بعد مبعوث کیا گیا اور اپنی امت کے ساتھ جنت میں میری امت سے زیادہ افراد کے ساتھ داخل ہوگا۔

ان احادیث سے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ آدم سے رے کر عیسیٰ تک نوح و ابراہیم و موسیٰ کی شمولیت کے ساتھ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام قیامت کے روز خدا سے شفاعت نہیں کریں گے۔ اس کے لئے خدا نے محمدؐ کو مخصوص کیا ہے، ہم سب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح محمدؐ کو سارے انسانوں پر فضیلت دیتے ہیں لیکن اسرائیلیوں اور ان کے اعوان و انصار بنی امیہ نے محمدؐ کی اس فضیلت کو برداشت نہیں کیا یہاں تک کہ انھوں نے موسیٰ کی برتری کے لئے روایات گڑھیں جیسا کہ ہم سابقہ بحثوں میں شب معراج محمدؐ سے موسیٰ کا قول ملاحظہ کر چکے ہیں اور جب خدا نے رسولؐ پر پچاس نمازیں واجب کی تھیں تو موسیٰ نے آپؐ سے کہا تھا۔ میں لوگوں کو آپؐ سے زیادہ جانتا ہوں۔ اسی پر اکتفانہ کی بلکہ رسولؐ پر موسیٰ کی فضیلت کے لئے خود نبیؐ کی زبان سے احادیث گڑھ لیں ان میں سے بعض آپؐ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب ”فی الشیئۃ والادادۃ وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ“ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:

ایک مسلمان اور ایک یہودی میں تو، تو، میں، میں، میں ہو گئی مسلمان نے کہا قسم کی جس نے محمدؐ کو عالین پر منتخب کیا اور یہودی نے کہا: قسم اس کی جس نے موسیٰ کو عالین پر منتخب کیا۔ یہ سننے ہی مسلمان نے یہودی کو

ایک طمانچہ رسید کیا۔ یہودی رسول کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا اور سلمان کا قصہ بیان کیا۔ تونبی نے فرمایا: تم مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ روز قیامت تمام لوگ عرش میں پڑے ہوں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا جبکہ موسیٰ عرش پر بیٹھے ہوں گے۔ پس میں نہیں جانتا کہ وہ بھی عرش کھانے والوں میں شامل تھے اور مجھ سے قبل افاقہ ہو گیا۔ یا خدا نے انھیں اس سے مستثنیٰ کیا ہے۔

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک یہودی طمانچہ کھا کے نبی کی خدمت میں آیا اور کہا: یا محمد انصار میں سے آپ کے ایک صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا: تم نے اس کے منہ پر طمانچہ کیوں مارا؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ میں یہودی کے پاس سے گذرا تو میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا کہ قسم اس کی جس نے موسیٰ کو تمام لوگوں پر منتخب کیا ہے۔ میں نے کہا محمدؐ پر بھی پس مجھے غصہ آگیا اور میں نے طمانچہ مار دیا۔

آپ نے فرمایا تم مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ قیامت کے دن تمام لوگوں پر عیشی طاری ہوگی۔ اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا تو میں موسیٰ کو عرش کا پایا پکڑے ہوئے دیکھوں گا میں نہیں جانتا کہ انھیں مجھ سے پہلے افاقہ ہو گیا ہو گا یا انھیں صاعقہ طور کی جزلوی جائے گی۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن میں سورہ یوسف کی آیہ فاما جاد الرسول کے سلسلہ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول نے فرمایا:

خدا لو ط پر رحم کرے کہ انھوں نے رکن شہید کے

پاس پناہ لے لی تھی۔ اگر مجھے یوسف کی طرح قید میں ڈال دیا جاتا تو بھی میں قبول کرتا جیکہ میرا رتبہ ابراہیم سے زیادہ بلند ہے کیونکہ خدا نے ان سے ”اولم تو من“ کہا۔ ”کیا تم ایمان نہیں لائے“

ان حدیث گزشتہ صحنے والوں کہتے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ رسول کو اپنے پروردگار کے بارے میں شکوک بنا کر پیش کیا۔ پس نہ انھیں شفاعت کا حق ہے نہ ان کے لئے مقام محمود ہے، اور نہ ہی دیگر انبیاء پر کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی وہ اپنے اصحاب کو جنت کی بشارت دے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود اپنے متعلق بھی نہیں جانتے کہ روز قیامت ان کا کیا ہوگا۔ آئیے میرے ساتھ بخاری کی روایت پڑھئے اور تعجب کیجئے یا نہ کیجئے اختیار ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الکسوف کے باب ”الجنائز“

میں خارجہ ابن زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ انصار کی ایک عورت ام الحلاکہ جس نے رسول کی بیعت کی تھی وہ کہتی ہے کہ نبیؐ نے ہماجرین کو تقسیم کیا تو ہمارے حصہ میں عثمان ابن مظعون آئے ہم نے انھیں اپنے گھر میں جگہ دی، انھیں ایسا درد لاحق ہوا کہ وہ اسی میں چل بسے، انتقال کے بعد غسل دیا گیا اور انھیں کے کپڑوں میں کفن دیا گیا (جب) رسول داخل ہوئے تو میں نے کہا: اے ابوسائب خدا تم پر رحم کرے میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا نے آپ کو معظم کیا۔ نبیؐ نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم کہ خدا نے اسے معظم کیا؟ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان پس خدا کس کو معظم کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا:

قسم خدا کی میں رسول ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں

جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔
 وہ عورت کہتی ہے قسم خدا کی اس کے بعد کوئی کبھی پاک نہ کیا جائے گا۔
 قسم خدا کی یہ تو تعجب خیز بات ہے! پس جب رسول بھی
 خدا کی قسم کھا کے یہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا ہوگا تو اس کے
 بعد کیا باتي بچتا ہے۔
 حالانکہ قول خدا ہے کہ:

﴿بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ﴾

بلکہ انسان خود بھی اپنی حالت کو بخوبی جانتا ہے۔
 اور خدا اپنے نبی کے لئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ

مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيَتِمَّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا

مُسْتَقِيمًا وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا﴾

بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی ہے تاکہ خدا آپ
 کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کر دے اور اپنی نعمت کو تمام
 کر دے اور اور آپ کو سیدھے راستہ کی ہدایت دیدے
 اور بہترین طریقہ سے آپ کی مدد کرے۔

اور جب مسلمان کا جنت میں داخل ہونا رسول کی

اطاعت و اتباع اور ان کی تصدیق پر موقوف ہے تو پھر ہم اس حدیث کی
 کیسے تصدیق کر دیں کہ جو نعوذ باللہ بنی امیہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے
 کہ جو ایک دن بھی اس بات پر ایمان نہیں لائے کہ محمد اللہ کے برحق رسول
 ہیں۔ وہ رسول کو ایسا بادشاہ سمجھتے تھے جو اپنی ذہانت کی بنا پر لوگوں پر کامیاب

ہو گیا۔ اس بات کی صراحت معاویہ و یزید اور ان کے خلفاء و حکام نے کی ہے

نبی علم اور طب میں تناقض کرتے ہیں!

بیشک علم اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ بعض امراض متعدی ہیں اسے بیشتر لوگ جانتے ہیں یہاں تک کہ غیر مہذب افراد بھی اس سے قنف ہیں لیکن جب یونیورسٹی میں تعلیم پانے والے طلباء کے سامنے یہ بات کہی جائے گی کہ رسول اس کا انکار کرتے تھے تو وہ آپ کا مذاق اڑائیں گے۔ اور انھیں رسول اسلام پر طعن کرنے کا موقع مل جائے گا خصوصاً ان میں سے ایسے اساتذہ کہ جو ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لیکن بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جو احادیث بخاری اور مسلم نے نقل کی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھوت اور متعدی امراض کا وجود ہی نہیں ہے۔ اور ایسی احادیث بھی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ متعدی امراض کا وجود ہے۔ اس لئے ہم نے یہ سرخی قائم کی ہے کہ نبی تناقض (کوئی) کرتے ہیں۔ ہمارا اس بات پر ایمان نہیں ہے کہ رسول نے اپنے افعال یا اقوال میں ایک مرتبہ بھی تناقض کیا ہے۔ لیکن قاری کی توجہ مبذول کرنے اور عادت کے مطابق یہ عنوان قائم کیا ہے۔ تاکہ قاری معصوم رسالتاً کی طرف منسوب جھوٹی اور گڑبھبی ہوئی احادیث سے خبردار ہو جائے۔ اور اس قسم کی احادیث نقل کرنے کے ہمارے مقصد کو بھی سمجھ جائے کہ نبی کی تنزیہ اور آپ کی اس علمی منزلت کی نشاندہی کرنا ہے جہاں جدید علوم پر سبقت رکھتی ہے۔ کوئی ایسا صحیح نظریہ نہیں ہے جو نبی کی صحیح حدیث کے معارض ہو۔ اور اگر معارض ہو تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حدیث

رسول پر بہتان ہے۔ ایک طرف، اور دوسری طرف یہی حدیث کبھی اس دوسری حدیث کے معارض ہوتی ہے کہ جو علمی نظریہ کے مطابق ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں دوسری کو قبول کرنا اور پہلی کو چھوڑنا واجب ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں ہے۔

اس کی مثال میں حدیث عدوی کو پیش کرتا ہوں کہ جو بحث کا ہم غصہ ہے اور یہی ہمارے لئے صحابہ، روات، اور حدیث گڑھنے والوں کے صحیح عکاسی کرتی ہے نہ کہ رسالتِ نبی کی تناقض گوئی۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے پس میں بخاری کی نقل کردہ دو حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اہلسنت کے نزدیک یہی صحیح ترین کتاب ہے تاکہ تاویل کرنے والے متعدد گمراہوں میں تقسیم نہ ہو سکیں اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ حدیث بخاری کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور اس کے برخلاف دوسرے محدثین کے نزدیک ثابت ہے۔ تاری کو معلوم ہے کہ اس باب میں میں نے بخاری سے احادیث میں تناقض کی مثال پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الطب کے باب الہامہ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ:

”کوئی متعدی مرض ہے نہ صفراء نہ کوئی شئی ہے۔ ایک دیہاتی نے کہا: یا رسول اللہ! ان اونٹوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو ریت میں ہرنوں کی طرح پھرتے ہیں اور ان میں جب کوئی خارش والا اونٹ شامل ہو جاتا ہے تو سب کو یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے؟ رسول نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو یہ مرض کہاں سے لگا تھا؟“

ملاحظہ فرمائیے کہ اس دیہاتی نے اپنی فطرت کے ذریعہ کس طرح متعدی مرض کا پتہ لگایا ہے کہ جب ایک کھجلی والا اونٹ دوسرے اونٹوں میں مل جاتا ہے تو انھیں بھی وہ مرض لگ جاتا ہے۔ اب رسول کے پاس کوئی ایسا جواب نہیں ہے جس سے اس دیہاتی کو مطمئن کر سکیں لہذا الٹا اس سے سوال کرتے ہیں کہ پہلے اونٹ کو یہ مرض کہاں سے لگا تھا؟

یہاں مجھے اس طبیب کا واقعہ یاد آگیا کہ جس کے پاس ایک عورت اپنے چھپک کے مریض بچہ کو لے کر آئی تھی (بچہ کو دیکھ کر) طبیب نے پوچھا: تمہارے گھر پر دوس میں کوئی ایسا شخص ہے جو خمرہ کا مریض ہو؟ عورت نے کہا: ہرگز نہیں، طبیب نے کہا شاید اسے مدرسہ سے یہ مرض لگ گیا ہے عورت نے فوراً جواب دیا ہرگز نہیں کیونکہ یہ مدرسہ میں داخل نہیں ہوا ہے اس لئے کہ یہ ابھی پانچ سال کا ہے، طبیب نے کہا: شاید تم اسے اپنے عزیز واقارب میں لے کر گئی تھیں، یا تمہارے رشتہ دار تمہارے یہاں آئے تھے ان میں یہ جراثیم تھے۔ عورت نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس وقت طبیب نے کہا: یہ جراثیم ہوا سے اس تک پہنچے ہیں۔

جی ہاں! ہوا جراثیم اور متعدی امراض کو منتقل کرتی ہے کبھی ہوا کے سبب پورا گاؤں یا شہر مرض کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ اس کے لئے آپریشن و انجکشن وغیرہ بنائے گئے ہیں بس یہ تمام چیزیں اس (رسول) سے کیسے پوشیدہ رہیں جو وحی کے علاوہ کچھ کہتا ہی نہیں ہے؟ یہ تو رب العالمین کے رسول ہیں کہ جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی خدا سے مخفی نہیں ہے۔ وہ تو سننے اور جاننے والا ہے۔ اسی لئے ہم اس حدیث کی تردید کرتے ہیں۔ اسے کبھی قبول نہیں کر سکتے، ہاں! بخاری کی اس

حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو انھوں نے اسی باب اور اسی صفحہ پر ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ابو ہریرہ سے سنا کہ رسولؐ نے فرمایا کہ:

کوئی بیمار داری کرنے والا مریض کے پاس سے اٹھ کر صحت مند کے پاس نہ جائے۔

ابو ہریرہ نے اس حدیث سے پہلی حدیث کا انکار کیا تو ہم نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں کہا ہے کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا تو وہ جشی زبان میں بڑبڑانے لگے ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اس طرح ابو ہریرہ کو حدیث بھولتے نہیں دیکھا تھا۔

ان دونوں حدیثوں کے کوئی مرض متعدی نہیں اور بیمار داری کرنے والے کو صحت مند کے پاس نہیں جانا چاہیے — کے ساتھ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب ”لاعدوی، طیرہ ولاہامہ ولا ضرر ولا نوہ، ولا غول ولا یوردون، ممرض علی مصحح،“ میں بھی نقل کیا ہے۔

ان احادیث میں سے ہم اس حدیث ”کہ بیمار داری کرنے والے کو صحت مند کے پاس اٹھ کر نہیں جانا چاہئے“ کو صحیح سمجھتے ہیں۔ یہ قول رسولؐ ہے کیونکہ رسولؐ تناقض نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ حدیث کہ ”کوئی مرض متعدی نہیں ہے“ رسولؐ پر بہتان ہے کیونکہ اس حدیث سے ان کا طبیعی حقائق سے جاہل ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ اسی لئے بعض صحابہ نے دونوں حدیثوں میں تناقض سمجھ کر ابو ہریرہ سے بحث کی اور پہلی حدیث کے بارے میں سوال کیا تو ابو ہریرہ کو اس بھنور سے نکلنے کا کوئی راستہ ہاتھ نہ آیا۔ تو وہ جشی زبان میں بڑبڑانے لگے۔ شارح بخاری کہتے ہیں کہ انھوں نے غصہ کی حالت میں ایسی گفتگو کی جو لا یفہم تھی!

اور جو چیز ہمیں تاکید کے ساتھ اس بات کو باور کراتی ہے
 کہ رسول جدید علوم کو پہلے سے جانتے تھے خصوصاً متعدی امراض کو۔ وہ یہ کہ
 آپؐ نے مسلمانوں کو طاعون، جذام اور وبا وغیرہ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔
 بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الانبیاء کے باب "حدثنا
 ابو الیمان" میں اور اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب
 "الطاعون والطیوة والکھانة وغیرہا" میں اسامہ ابن زید سے روایت
 کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ:

طاعون ایک جس سے جو نبی اسرائیل کے
 ایک گمروہ پر یا تم سے پہلے والے لوگوں پر بھیجا گیا تھا
 پس جب تم کسی جگہ کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں طاعون
 ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس جگہ طاعون پھیل جائے
 جہاں تم موجود ہو تو اس سے فرار کی غرض سے وہاں سے
 نہ نکلو۔

دوسری حدیث میں ہے وہاں سے جلدی سے

نکل جاؤ۔

اسی معنی میں رسولؐ کا یہ قول صحیح ہے کہ:

مجدوم سے ایسے بھاگو، جیسے شیر سے!

یزآپؐ کا یہ قول:

پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لو۔

ایسے ہی آپؐ کا یہ فرمان:

جب کسی برتن کو کٹا چاٹ لے تو اس برتن کو

چھ مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ خاک سے پاک کر دو۔
 یہ سب کچھ امت کو نظافت و طہارت اور حفظانِ صحت
 کے اسباب کی تعلیم کی بنا پر ہے۔ رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ
 جب کسی چیز میں مکھی مگر جائے تو اسے غوطہ
 دے دو۔

اس میں تو ہم کھلم کھلا تناقض پاتے ہیں یہاں تک کہ ہامہ
 کے سلسلہ میں بھی کہ جس سے عرب بڈگونی لیتے تھے ”ہامہ ایک پرندہ ہے
 جو رات میں اڑتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ التوس ہے۔ مالک ابن انس نے ہی محض
 بیان کئے ہیں۔ پس جب نئی یہ کہتے ہیں کہ ہامہ سے کچھ نہیں ہوتا تو پھر تعویذ
 کس لئے بناتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدو الخلق کے باب ”یذفون
 النسلان فی المشی“ میں سعید ابن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی
 اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: رسولؐ حسن و حسینؑ کے
 لئے تعویذ بناتے تھے ہمارے جد ابراہیمؑ بھی اسماعیل و اسحاق کے لئے
 اس طرح بناتے تھے:

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ہامة

ومن کل عین لاثمة

جی ہاں ہم نے اس فصل میں بعض ان متناقض احادیث کے
 مثال پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ جو رسولؐ کی طرف منسوب ہیں جبکہ رسولؐ ان سب میں

ایسی اور سیکڑوں منافض احادیث ہیں جنہیں بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ فی الحال۔ ہم ان سے قطع نظر کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے ہمیشہ قارئین کو اختصار و اشارہ کا عادی بنایا ہے، محققین کو اس سلسلہ میں تحقیق کرنا چاہیئے، عنقریب خدا ان کے ذریعہ احادیث رسول کو پاک کر دے گا اور انہیں اجر عظیم عطا کرے گا اور وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کرنے کا سبب قرار پائیں گے اور نئی نسل کے سامنے قیمتی بخشش پیش کریں گے کہ جو پیغام اسلام کا آئینہ دار ہوں گی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ
فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلَحْ لَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَيَغْفِرْ
لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا
عَظِيمًا﴾ سورہ، احزاب، آیت ۷۱

ایمان لانے والوں خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تو خدا انہیں ان کے قول سے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک وجیہ انسان تھے، ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور نپئی بات کہو تاکہ وہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور جو خدا و رسول کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی پر فائز ہوگا۔

آٹھویں فصل

بخاری و مسلم سے متعلق

المنہج والجماعت کے نزدیک ان دونوں کتابوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دینی مباحث میں عامہ کے یہی اساسی اور اولین مصادر ہیں حالانکہ بعض محققین کے لئے یہ شکل پیدا ہو گئی کہ وہ اس تناقض اور رکیک چیز کی کیسے مراجعت کر دیں جو انھیں ان مصادر میں ملتی ہیں، وہ انھیں تلخ گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں اور خوف کے مارے قوم کو اس سے آگاہ نہیں کرتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ان دونوں کتابوں کا بہت احترام ہے جیقت یہ ہے کہ بخاری و مسلم کو بھی کبھی یہ بات گوارا نہ تھی کہ علماء میں سے کوئی ان کے مرتبہ تک پہنچے

ہم نے ان کے اوپر تنقید کرنے اور ان کے مطاعن سے پردہ اٹھانے کا ارادہ صرف اس لئے کیا ہے تاکہ اپنے نبی کی طہارت و عصمت کو ثابت کیا جاسکے۔ اور جب اس مقصد کی خاطر اس طرح کی تنقید سے صحابہ بھی نہ

بچ سکے تو مسلم اور بخاری رسول کے پاس بیٹھے والوں سے توفیق نہیں ملی۔

ہمارا مقصد رسول عربی کی تنزیہ ہے اور ہم آپ کی عصمت کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے جبکہ آپ علی الاطلاق تمام لوگوں سے اعلم و اتقی ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ خداوند عالم نے آپ کو منتخب کیا تاکہ آپ عالمین کے لئے رحمت بن جائیں اور تمام جن وانس پر آپ کو مبعوث کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خداوند عالم نے ہم سے ان کی تقدیس و تنزیہ کا مطالبہ کیا ہے۔ اور ان کے سلسلہ میں مطاعن سے منع کیا ہے اور اسی لئے ہم اور تمام مسلمانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ان چیزوں کو چھوڑ دیں جو ان کے خلق عظیم کے متنافی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو ان کی عصمت کے خلاف اور ان کی با عظمت شخصیت کے ، شایان شان نہ ہو۔ پس صحابہ ، تابعین ، تمام محدثین اور سارے مسلمان یہاں تک کہ سب لوگ ان کے فضل و بزرگی کے مریہوں منت ہیں۔ پس تنقید کرنے والے ، اور تعصب رکھنے والے کا عنقریب جیسا کہ ان کی عادت ہے ہر نئی چیز سے خون کھولے گا ، لیکن ہمارا مقصد تو خدا اور رسول کی رضا حاصل کرنا ہے اور وہ ذخیرہ ، خزانہ اور اس دن کا توشہ ہے۔ جس دن مال و اولاد کچھ کام نہ لے سکے گا مگر یہ کہ کوئی قلب سلیم کے ساتھ آئے۔

ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ ان سچے مومنوں کی عزت افزائی کرنا بھی ہے جو خدا اور رسول کے اقدار سے واقف ہوئے ہیں اور حکام و خلفاء و سلاطین کو نظروں میں نہیں لائے۔

مجھ یاد ہے کہ میں اکل وقت شدید مخالفتوں میں گھر گیا تھا جب میں بخاری کی اس حدیث کہ ”جناب موسیٰ نے ملک الموت کو طمانچہ مارا

اور اس کی آنکھیں پھوڑ دیں، ”پر تنقید کی تھی یہاں تک کہ مجھے دین سنجارج اور کافر کہا گیا۔ اور کہا گیا تم کون ہوتے ہو جو بخاری پر تنقید کر رہے ہو؟ اور شور و غل مچاتے ہوئے میرے چاروں طرف جمع ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں نے کتابِ خدا کی کسی آیت پر تنقید کر دی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے جب تحقیق کرنے والا اندھی تقلید کی قید سے

آزاد اور بے ہودہ تعصب سے بے پرواہ ہو کر بخاری و سلم کا مطالعہ کرے گا تو یقیناً اسے ان میں عجیب و غریب چیزیں نظر آئیں گی جو عرب کے بدوں کے عقل کی عکاسی کرتی ہیں ان کے افکار جو بد کا شکار ہیں وہ خلافات اور قصہ کہانیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی فکر پر عجیب و غریب شی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور یہ کوئی عجیب نہیں اور نہ ہی ہم اس کو ذہنی کجی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا زمانہ جدید لیکن لوجی کا زمانہ نہیں تھا اور نہ ہی ٹیلیویژن اور ٹیلیفون کا دور تھا اور نہ ہی میزائل وغیرہ کا عہد تھا۔

اور ہمارا ارادہ یہ بھی نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں کو رسالتِ مآب سے ملا دیں کیونکہ اس میں بہت بڑا فرق ہے (رسول) وہ ہیں جنہیں خدا نے غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں بھیجا یہ ان پر خدا کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور چونکہ یہ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اس لئے خدا نے ان کو اولین و آخرین کے علم سے نوازا ہے۔

جیسا کہ ہم محترم قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرا چکے ہیں کہ بخاری کی وہ تمام روایات جو رسول کی طرف منسوب ہیں وہ نبی کی حدیث نہیں ہیں، بخاری نے نبی کی کوئی حدیث نقل کی اور پھر اس کے بعد بعض صحابہ کی رائی قلمبند کر دی جس سے قارئین کو یہ توہم ہوتا ہے کہ رائے بھی رسول کی حدیث ہے جبکہ

وہ رسول کی حدیث نہیں ہے۔

مثال کے طور پر میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المحمل کے باب النکاح جلد ۸

۶۳ میں ابو ہریرہ سے اور انھوں نے رسول سے روایت کی ہے کہ آپ نے

فرمایا کہ ۱

کنواری لڑکی کو بغیر اذن کے نکاح نہیں کرنا چاہیے

اور شادی شدہ کو مشورہ سے پہلے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔

کہا گیا: یا رسول اللہ اس اذن کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا: اس کی

خاموشی، بعض افراد نے کہا ہے کہ اگر کنواری اجازت نہ دے جبکہ

اس نے شادی نہ کی ہو اور کوئی شخص حیلہ بازی سے دو جھوٹے

گواہوں سے گواہی دلوائے کہ میں نے اس عورت سے شادی

کی ہے تو قاضی اس نکاح کو صحیح قرار دے گا جبکہ اس کا شوہر یہ

جانتا ہے کہ یہ گواہی باطل ہے پس اس سے ہم بستری کرنے میں

اشکال نہیں ہے اور یہ نکاح صحیح ہے۔

ذرا بخاری کی یہ حرکت ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث رسول کے بعد

لکھتے ہیں کہ بعض افراد نے کہا ہے۔ پس بعض مجہول افراد کی گواہی سے نکاح صحیح

ہو گیا، قارئین کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ رسول کا نظریہ ہے جبکہ یہ غلط ہے،

دُفِ مِثْلُ مِثَالٍ: بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدالخلق

کے باب "مناقب المهاجرين وفضلهم" میں عبد اللہ ابن عمر سے روایت

کی ہے کہ انھوں نے کہا: ہم رسول کے زمانہ میں ابو بکر کے برابر کسی کو نہیں

سمجھتے تھے اور ان کے بعد عمر کو ان کے بعد عثمان کو ان کے بعد تمام اصحابؓ

برابر تھے کسی کو کسی کے اوپر فضیلت نہیں تھی۔

یہ عبداللہ ابن عمر کی رائے ہے وہی اس کے ذمہ دار ہیں

ورنہ یہ کیسے ممکن ہے جبکہ رسول کے بعد سب سے افضل علی ابن ابیطاہ علیہ السلام ہیں۔

اور ان کا کہیں ذکر نہیں ہے اور عبداللہ ابن عمر ان کو عام لوگوں میں شمار کرتے ہیں؟

اسی لئے آپ عبداللہ ابن عمر کو امیر المومنینؓ کی بیعت سے

انکار کرتے پائیں گے جب کہ علیؓ ان کے مولا ہیں کیونکہ علیؓ جس کے مولا نہیں ہیں

وہ مومن نہیں ہے۔ لہ

اور نبیؐ نے آپؐ کے بارے میں فرمایا ہے: علیؓ حق کے

ساتھ ہیں اور حق علیؓ کے ساتھ۔ لہ جبکہ عبداللہ ابن عمر دشمن خدا و رسول

اور عدو مومنین حجاج ابن یوسف جیسے فاسق و فاجر کی بیعت کرتے ہیں، ہم اس

قسم کی بحث نہیں چھیڑنا چاہتے لیکن قارئین کے سامنے بخاری اور ان جیسوں

کے خیالات و نفسیات کو پیش کرنے کیلئے مجبور ہیں اسی بخاری نے باب مناقب المہاجرین

میں یہ واقعہ نقل کیا ہے یوں کہ وہ سادے انداز میں قارئین کو یہ یاد کرانا چاہتے ہیں

یہ رسولؐ کی رائے ہے جبکہ وہ عبداللہ ابن عمر کی رائے ہے کہ جو علیؓ علیہ السلام

کے دشمن ہیں۔

عنقریب ہم ذہین قارئین کے سامنے حضرت علیؓ سے متعلق

تمام چیزوں میں بخاری کا موقف پیش کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ وہ علیؓ کے

فضائل چھپانے میں کتنے کوشاں تھے اور عیب لگانے کے درپے تھے۔

لہ صواعق محرقة ص ۱۰

۱۰۔ صحیح ترمذی جلد ۵، ص ۲۹۷، مستدرک الحاکم جلد ۳، ص ۱۲۴

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدر الخلق کے باب
 ”حدثنا الحمیدی“ میں محمد بن حنفیہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا
 میں نے اپنے والد سے کہا رسول کے بعد سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ انھوں نے
 فرمایا: ابوبکر۔ میں نے عرض کی: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر (محمد حنفیہ کہتے ہیں)
 میں ڈرا کہ کہیں عمر کے بعد عثمان کا نام پیش کریں اس لئے میں نے پہلے ہی
 کہہ دیا کہ ان کے بعد آپ نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے عام شخص ہوں۔
 جی ہاں! انھوں نے یہ حدیث گڑھ کر فرزند علی ابن ابیطالب

محمد بن حنفیہ کی طرف منسوب کر دی ہے یہ بالکل وہی حدیث ہے جو پہلے ابن عمر
 کی زبانی نقل ہو چکی ہے تنجید و نون کا ایک ہی ہے اگرچہ محمد بن حنفیہ کو ڈر تھا کہ کہیں
 ان کے پدر گوار تیسرے نمبر پر عثمان کا نام نہ پیش کر دیں۔ لیکن ان کے والد نے
 ان کی بات کی یہ کہہ کر تردید کی کہ میں تو عام انسان ہوں۔ اس سے یہ بات ثابت
 ہوتی ہے کہ عثمان حضرت علیؑ سے افضل ہیں کیونکہ اہلسنت میں کوئی شخص بھی
 یہ نہیں کہتا ہے کہ عثمان مسلمانوں میں سے ایک شخص تھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ سب سے
 افضل ابوبکر پھر عمر اور ان کے بعد عثمان تھے پھر ہم اصحاب بنی کو مساوی سمجھتے
 ہیں۔ کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے۔ کیونکہ دوسرے لوگ
 مساوی ہیں۔

کیا آپ کو بخاری کی روایت کردہ ان احادیث پر تعجب نہیں
 ہوتا، ان کی تمام احادیث کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے حضرت علیؑ کو فضیلت
 سے عاری ثابت کرنا کیا اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بخاری ہر اس چیز کو
 لکھتے ہیں جس سے بنی امیہ، بنی عباس اور ان حکام کے منشاء کے موافق ہوتی
 ہے جن کی پوری کوشش اہل بیتؑ کی ہتک میں صرف ہوئی ہے جو شخص حقیقت

سے آشنا ہونا چاہتا ہے اس کے لئے یہ ٹھوس دلیلیں ہیں۔

بخاری و مسلم ابو بکر و عمر کی فضیلت بیان کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدر الحلق کے باب ”حدثنا
الیمان“ میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب ”فضائل ابی بکر
الصدیق“ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: رسول نے نماز
صبح ادا کی پھر لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا:

جب کوئی گائے پر سوار کرا سے نکلتا ہے تو وہ
گائے کہتی ہے کہ ہم اس لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ہم تو
کھیتی کے لئے خلق کئے گئے ہیں، لوگوں نے کہا: سبحان اللہ!
گائے بھی بولتی ہے؟ آپ نے فرمایا: بیشک میں اور ابو بکر و عمر
اس پر امین بنائے گئے ہیں جبکہ ابو بکر و عمر وہاں موجود تھے
اور جب کوئی شخص اپنی بھیڑ بکریوں کو چھوڑ دیتا
ہے اور بھیڑ یا کسی کی بکری اٹھالے جاتا ہے اور پھر وہ شخص تلاش
کمر کے اسے بھیڑے سے چھڑا لیتا ہے تو بھیڑ یا اس سے کہتا ہے
آج تو تم نے اسے مجھ سے بچا لیا۔ لیکن قیامت کے روز اسے
کون بچائے گا اس دن میرے علاوہ کوئی اس کا نگہبان نہ ہوگا
لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! کہیں بھیڑ یا بھی بات کرتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بیشک مجھے اور ابوبکر و عمر کو اس پر
امین بنایا گیا ہے۔ اور ابوبکر و عمر وہاں نہیں تھے۔

یہ حدیث بھی دونوں خلفاء کے فضائل کے لئے گڑھی گئی
ہے ورنہ رسولؐ کے صحابی آپؐ کے قول کی کیوں تکذیب کر رہے تھے۔ یہاں
تک کہ آپؐ کو یہ کہنا پڑا کہ مجھے اور ابوبکر و عمر کو اس پر امین بنایا گیا ہے پھر راوی
کے اس بتائید کلام کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہاں ابوبکر و عمر موجود نہ تھے۔ یہ ایسے
منفکہ خیر فضائل ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن لوگ ڈوبنے والے کی
طرح تنکے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں، اور جب حدیث گڑھنے والوں کو ان (خلفاء)
کے لئے کوئی خاص بات نہیں ملتی تو وہ اپنی طرف سے اس قسم کے فضائل گڑھ
دیتے ہیں کہ جو خیالی اور ذہنی ایجاد ہوتے ہیں۔ ان کی بنیاد کسی علمی، منطقی اور تاریخی
دلیل پر قائم نہیں ہوتی ہے جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبیؐ
کے باب ”قول النبیؐ: لو کنت متخذ اخلیلا“ میں اور مسلم نے اپنی صحیح کے
کتاب فضائل الصحابہ کے باب ”من فضائل ابی بکر الصدیق“ میں عمر ابن عاص
سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے اسے ذات سلاسل کے لشکر میں بھیجا، پس میں
آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ سب سے زیادہ محبوب آپؐ کو کون ہے؟
فرمایا: عائشہؓ، میں نے کہا مردوں میں؟ فرمایا: ان کے باپ، میں نے
کہا ان کے بعد، فرمایا: عمر ابن خطاب اس کے بعد تمام لوگ، مساوی ہیں۔

گڑھنے والوں نے یہ حدیث اس وقت گڑھی جب انھیں
یہ معلوم ہوا کہ سنہ ۶۱ھ میں (یعنی وفات نبیؐ سے دو سال قبل) نبیؐ نے غزوہ
ذات سلاسل کے لئے عمر و ابن عاص کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا کہ
جس میں ابوبکر و عمر بھی شامل تھے۔ اس حدیث سے اس شخص کا منہ بند

کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو یہ کہہ سکتا تھا کہ عمر و ابن عاص اس سے افضل تھا لہذا حدیث ڈھالنے والوں نے خود عمر و ابن عاص ہی کی زبان سے روایت کر ڈھی اور عائشہ کو اس طرح خاموش کیا کہ ایک طرف سے شک کو دور کیا اور دوسری طرف عائشہ کو مطلق افضلیت ملی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ امام نووی کو سلم کی شرح میں یہ تحریر کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ ابو بکر و عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کے عظیم فضائل کی تصریح ہے اور اس میں المسند کے لئے واضح دلیل موجود ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں ان کے بعد عمر ہیں۔

اس روایت پر بھی دوسری ضعیف روایات کی طرح دجالوں نے کتفانہ کی بلکہ علی ابن ابیطالب کی زبان سے بھی ایک روایت گڑھ دی اور اپنے زعم (ناقص) میں انھوں نے اس کو ایک طرف شیعوں پر حجت قرار دیا ہے کہ جو علیؑ کو تمام صحابہ میں افضل سمجھتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو یہ فریب دیا کہ علیؑ کو ابو بکر و عمر سے کوئی شکایت نہیں تھی بنجاری نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبیؐ کے باب ”مناقب عمرو ابن خطاب“ میں اور سلم نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل الصحابہ کے باب ”فضائل عمرؓ“ میں علیؑ اور ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ: عمر کو تخت پر ٹٹایا گیا اور لوگ ان کے تخت کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان کے لئے دعا کی میں بھی ان میں موجود تھا لیکن میری طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ ایک شخص میرا کندھا پکڑے ہوئے تھا، وہ علیؑ تھے انھوں نے کہا خدا عمر پر رحم کرے پھر فرمایا: تمہارے بعد مجھے کوئی شخص عزیز نہیں ہے کہ جو تمہاری طرح اپنے عمل کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے، اور تم خدا کی مجھے یقین ہے کہ خدا آپ کو آپ کے دوست (محمدؐ)

کے جوار میں جگہ عطا کرے گا، مجھے یاد ہے کہ میں نے نبیؐ کو بار بار ارشاد فرماتے سنا کہ: میں اور ابوبکر و عمر (فلاں جگہ) گئے ہیں اور ابوبکر و عمر (فلاں جگہ) داخل ہوئے ہیں اور ابوبکر و عمر فلاں جگہ کے لئے نکلے

جی ہاں! اس کا جعلی ہونا تو واضح ہے، اس سے اس سیت کی بھی بوار ہی ہے جس نے فاطمہؓ زہراؓ کو (ہر معاملہ سے) الگ کیا، انھیں باپ کے پہلو میں دفن نہ ہونے دیا اگرچہ وہی سب سے پہلے آپؐ سے طلق ہونے والی تھیں۔ شاید راوی، میں (محمدؐ) اور ابوبکر و عمر گئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر نکلے کے بعد اس جملہ کا اضافہ کرنا بھول گیا کہ میں اور ابوبکر و عمر ایک ساتھ دفن ہوں گے۔

اس قسم کی گڑھی ہوئی روایات سے کہ جن کو تاریخ اور واقعات جھٹلا رہے ہیں احتجاج کرنے والے نے پرہیز کیا جبکہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ علیؓ و فاطمہؓ کی طول حیات میں ابوبکر و عمر نے ان پر ظلم کیا ہے۔

پھر اگر آپؐ روایت میں غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ راوی علیؓ کو ایک اجنبی شخص کی صورت میں پیش کرتا ہے جو کہ ایک اجنبی کی میت پر غم دور کرنے کے لئے آیا ہے تو دیکھتا ہے کہ لوگ اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں پس وہ ابن عباسؓ کا کندھا پکڑے ہوئے ہیں گویا آہستہ سے کچھ ان کے کان میں کہنے کے لئے پیچھے کھینچتے ہیں جبکہ مفروض یہ ہے کہ علیؓ سب سے آگے تھے اور انھوں نے سب کے ساتھ نماز پڑھی تھی اور دفن تک ساتھ ساتھ تھے۔

ہر تاریخ داں جانتا ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں معاویہ کے حکم سے لوگوں

کے درمیان حدیث گڑھنے کے سلسلہ میں مقابلہ ہوتا تھا، واضح رہے کہ معاویہ علی ابن ابیطالب کے فضائل کے مقابلہ میں ابوبکر و عمر کے فضائل کو بڑھانا چاہتا تھا، سو راوی کے ذہن کے لحاظ سے ضعیف، مضحکہ خیز، متناقض حدیثیں وجود میں آگئیں، کیونکہ حدیث گڑھنے والوں میں تمیمی بھی تھے جو ابوبکر پر کسی کو فوقیت نہیں دیتے تھے، ان میں عدوی بھی تھے جو عمر پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے اور بنی امیہ تو عمر کی شخصیت کو رسول کی شخصیت سے زیادہ عظمت دیتے تھے اس سلسلہ میں وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اکثر انھوں نے عمر کی مدح میں ایسی احادیث گڑھیں جن میں انھیں ابوبکر پر فضیلت دی ہے۔

قارئین آپ کے سامنے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں :-

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب

”فضائل عمر“ میں اور بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب ،
 ”تفاضل اهل الایمان فی الاعمال“ میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ رسول نے فرمایا :

میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور ایسے قمیص پہنے ہوئے ہیں کہ جو سینوں تک یا اس سے بھی کم ہیں، عمر ابن خطاب کو میرے سامنے لایا گیا تو دیکھا کہ وہ ایسی قمیص پہنے ہوئے ہیں جسے وہ کھینچ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تاویل کی ؟ آپ نے مندرمایا : اس سے مراد دین ہے۔

پس نبیؐ نے جو خواب کی تاویل کی ہے ”دین“ تو اس لحاظ سے عمر ابن خطاب تمام لوگوں سے افضل ہیں، کیونکہ ان بیچاروں کے پستانوں تک بھی دین نہیں پہنچا ہے، یعنی ان کے قلوب سے دین آگے نہیں بڑھا ہے۔ جبکہ عمر سر سے لے کر پیر کے انگوٹھے تک دین سے ملو ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہ دین کو کھینچتے ہوئے چلتے ہیں۔ البوکر صدیقؓ کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے جن کے ایمان کا پلہ پوری امت کے ایمان سے بھاری ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب العلم کے باب فضل العلم میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں ابن عمر سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے دو
کا کا لایا گیا ہے، پس میں نے اتنا پایا کہ میرے ناخن
سے ایک چشمہ بھوٹ نکلا، باقی میں نے عمر ابن خطاب
کو دے دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا: آپؐ نے اس کی
کیا تاویل کی؟ فرمایا: علم،

میں کہتا ہوں کیا صاحبان علم اور جاہل برابر ہیں؟ اور
جب ابن خطاب دین کے معاملہ میں ابو بکر اور پوری امت پر فوقیت لے
گئے ہیں تو اس روایت کی رو سے وہ علمی اعتبار سے سب سے آگے نکل گئے
اور رسولؐ کے بعد وہ اعلم الناس ہیں۔

اب ایک فضیلت اور باقی رہ گئی جس کی طرف لوگ رغبت

کرتے ہیں اور اس سے آراستہ ہونا چاہتے ہیں اور یہ ان صفات حمیدہ میں سے ہے جس کو خدا و رسول اور تمام لوگ دوست رکھتے ہیں اور سب ہی اس تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہے شجاعت، روایت گڑھنے والوں کے لئے اس سلسلہ میں بھی کوئی حدیث گڑھنازداری تھی۔ لہذا انھوں نے ابو حفص کے بارے میں حدیث تراشی۔

بخاری اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبی کے باب "قول النبی لو کنت متخذ اخیلا" میں اور سلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب کے باب فضائل عمر میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے نبی سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے:

میں نے خواب میں ایک کنواں دیکھا کہ جس پر ڈول پڑا تھا میں نے جتنا مجھ سے ہو سکا پانی کھینچا پھر ڈول ابن ابی قحاذ (ابوبکر) نے لیا، اس نے ایک یادو ڈول کھینچا اس کے کھینچنے میں ضعف تھا خدا اس کی کمزوری کو معاف کرے پھر ڈول ابن خطاب لے لیا، میں نے اس سلسلہ میں کسی کو ان سے بہتر نہ پایا یہاں تک کہ لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔

جب دین مرکز ایمان و اسلام اور تقویٰ و تقرب خدا کو ابن خطاب نے سمیٹ لیا اور اسے اپنے پیچھے کھینچتے ہوئے چلتے ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کے سینے تک ہی محدود رہا، ان کے اجسام کے دوسرے حصے ایمان سے خالی ہیں اور علم بھی عسمر ابن خطاب ہی سے مخصوص ہے جو بیچ گیا اس میں سے انھوں نے دوسرے لوگوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا اور رسول کا عطا کیا

ہو اسارا ہی پی گئے یہاں تک کہ اپنے دوست ابو بکر کی بھی پرٹا نہ کی (اس میں کوئی شک نہیں ہے جو علم عمر کو عطا کیا ہوا تھا اسی کے ذریعہ وفات نبی کے بعد انھوں نے احکام خدا میں رد و بدل کی، لاریب ان کا اجتہاد اسی علم کا مہر ہونے منت ہے) اور جبکہ قوت و شجاعت کو بھی عمر ابن خطاب سے منحصر کیا گیا ہے اور ابو بکر نے بھی ان سے یہ کہا تھا کہ تم مجھ سے زیادہ قوی ہو لیکن تم نے مجھ پر زبردستی کی، خدا بخشنے ابو بکر کو کہ انھوں نے ضعف کے باوجود خلافت پر عمر سے پہلے ہاتھ مارا، بنی امیہ اور بنی عدی میں سے عمر کے یار و مددگاروں نے خوش حالی مال غنیمت، فتوحات ایسے ابو بکر کے زمانہ میں نہ دیکھے جیسے ان کے زمانہ میں دیکھے جی ہاں! دنیا کی زندگی میں یہ سب عمر کا رہن منت ہے لیکن آخرت میں لوگوں کو ان کے لئے جنت کی ضمانت یعنی چاہئے تھی وہ بھی ابو بکر سے بلند و بالا درجہ والی جنت کی ہذا لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدر الخلق کے باب ”ملجاء فی صفة الجنة انھا مخلوقة“ میں اور سلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر بن ابوسریہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ایک مرتبہ ہم رسول کی خدمت میں تھے کہ آپ نے فرمایا:

مجھے نیند کے عالم میں جنت دکھائی گئی وہاں ایک

قصر میں ایک عورت وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا یہ قصر کس کا ہے؟ جواب ملا، عمر ابن خطاب کا، میں نے اس کی غیرت کو دیکھا تو منہ پھیر کر چل دیا (یہ بات سن کر) عمر رونے لگے، اور کہا: یا رسول اللہ! آپ پر رشک

کیا ہے۔

محترم قارئین ان ترتیب وار جھوٹی روایات کو آپ سمجھ گئے ہونگے ویسے میں نے عمر ابن خطاب کے فضائل کے سلسلہ کی ہر ایک روایت میں سے ایک مشترک عبارت نقل کر دی ہے اور وہ ہے رسول کا یہ قول کہ جب میں عالم خواب میں تھا ہر ایک روایت میں یہ خواب لفظ موجود ہے۔ ایک مرتبہ فرماتے ہیں جب میں سو رہا تھا تو دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا ہے جب میں سو رہا تھا تو میرے پاس دودھ لایا گیا۔ جب میں سو خواب تھا تو ایک کنواں دیکھا جب میں نیند کے عالم میں تھا تو جنت دکھائی گئی، شاید حدیث کے راوی کو بہت زیادہ خواب دکھائی دیتے تھے لہذا اس نے نبی کی زبانی (اپنی طرف سے) حدیثیں گڑھ لیں، اور کتنی جھوٹی حدیثیں جب آپ کی زندگی میں ہی آپ کی طرف منسوب کی جاتی تھیں تو آپ کی وفات کے بعد کیا عالم ہوا ہوگا۔ یقیناً امت بدل گئی تھی، لوگ ایک دوسرے سے قتال کرتے تھے ٹکڑوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے ہر ایک گروہ جو اس کے پاس تھا اس سے خوش تھا۔ لیکن ایک چیز جو باقی رہی اور جسے مورخین اور عمر کے یار و انصار نے نقل کیا ہے وہ ہے ان کے اخلاق میں سختی و شدت اور تند مزاجی کہ جس کی وجہ سے عمر تمام لوگوں پر سختی کرتے تھے اور جس کا ایسا مزاج ہوتا ہے لوگ اس سے محبت نہیں کرتے چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہے:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِظَ الْقَلْبُ لَانْفَضُّوا﴾

من حولك ﴿سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹﴾

اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو لوگ آپ کے

پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

لیکن عمر کے چاہنے والوں نے معیاروں کو بدل ڈالا، وہ نقص کو منقبت اور

ذیلت کو فضیلت قرار دینے لگے انھوں نے کم عقلی بے وقوفی میں نبی کی عظمت گھٹانے والی روایات گڑھ دیں، اس نبی کے سلسلہ میں جس کے بارے میں خدا گواہی دے رہا ہے کہ رسول بدخلق اور سخت مزاج نہیں ہیں بلکہ وہ نرم مزاج ہیں اور ان کی نرمی لوگوں کے لئے رحمت خدا ہے، بیشک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں، مومنوں پر مہربان و رحیم و رحمۃ للعالمین ہیں اس سلسلہ میں ہمیں انہی اصقول سے سنا چاہیئے وہ کیا کہتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بد الخلق کے باب "صفة ابلیس وجنودہ" میں اور سلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں سعد ابن وقاص سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ عمر نے رسول کی خدمت میں باریابی کے لئے اجازت چاہی آپ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بلند آوازیں باتیں کر رہی تھیں لیکن جب انھوں نے عمر کی آواز سنی تو جلدی سے اپنا حجاب صحیح کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں، رسول نے عمر کو اجازت مرحمت کی، عورتوں کی اس گھبراہٹ سے رسول مسکرانے لگے، عمر نے کہا: یا رسول اللہ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر غصہ آ رہی ہے جو ابھی کچھ دیر قبل میرے پاس تھیں انھوں نے جیسے تمھاری آواز سنی ویسے ہی اپنا حجاب صحیح کیا، عمر نے کہا یا رسول اللہ انھیں مجھ سے زیادہ آپ سے ڈرنا چاہیے اس کے بعد کہا: اے عورتو تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول سے نہیں ڈرتیں؟ انھوں نے کہا تم رسول سے زیادہ بدخلق اور سخت مزاج ہو، رسول نے فرمایا: قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمھارے پاس ہرگز شیطان نہیں آئے گا۔

ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات بہت بڑی ہو گئی ہے اگرچہ

وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ جھوٹ ہوتا ہے، روایت کی قباحت ملاحظہ فرمائیے عورتیں عمر سے خوف کھاتی ہیں لیکن رسول سے نہیں ڈرتیں اور آپ کی آواز پر آواز بلند کرتی ہیں، آپ کا احترام نہیں کرتی ہیں، آپ کے سامنے پردہ نہیں کرتیں۔ لیکن عمر کی آواز سننے ہی خاموش ہو جاتی ہیں پردہ صحیح کرتی ہیں، قسم خدا کی ان احمقوں کی باتوں پر مجھے تعجب ہے، انھوں نے مراحت کے ساتھ رسول کو بدخلق اور سخت مزاج بنا دیا ہے کیونکہ عمر رسول سے افط (زیادہ بدخلق) اغلط (زیادہ سخت مزاج) ہیں یہ دونوں (افط و اغلط) اسم تفضیل کے صیغہ ہیں پس اگرچہ دونوں رسول کے لئے فضیلت ہیں تو عمر رسول سے افضل ہیں اور یہ رذیلیت ہیں تو مسلمان اور ان کے راس و رئیس بخاری و مسلم نے ایسی حدیثوں کو کیونکر قبول کیا ہے ؟

پھر انھوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ رسول کے سامنے شیطان کھلتا ہے اور ان سے ذرا خوف نہیں کھاتا ہے بیشک شیطان ہی عورتوں کو ابھارتا ہے، یہاں تک کہ وہ نبی کی آواز پر آواز بلند کرتی ہیں یا پنا حجاب اتار پھینکتی ہیں لیکن رسول کے گھر میں عمر کے داخل ہوتے ہی شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

اے غیور مسلمان! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کے نزدیک رسول کی کیا قدر و قیمت ہے، اور شعوری یا لاشعوری طور پر رسول سے عمر کو افضل قرار دیتے ہیں، اس بات کو آج بھی اس وقت ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ رسول کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپ کے خطاؤں کو شمار کر رہے ہوں اور بشر کہہ کے انھیں بری کر رہے ہوں کہ جن خطاؤں کی اکثر عمر اصلاح کیا کرتے تھے اور متعدد بار عمر کی رائے

کے مطابق ورنہ بھی نازل ہوا ہے۔ اہلسنت اس پر بدر کے قیدیوں اور تابیر نخل وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں۔

لیکن جب آپ ان کے سامنے یہ کہیں گے کہ مولفۃ القلوب کا حق معطل کر کے یا متونہاء و متوجع کو حرام کر کے اور عطایا میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دے کر عمر نے خطا کی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی ناک چڑھ گئی اور آنکھیں سرخ ہو گئی ہیں اور پھر آپ کے دین سے خارج ہونے کا فوراً حکم لگائیں گے اور کہیں گے کہ تم کون ہو کہ جو سیدنا عمر فاروقؓ جو حق و باطل میں فرق کرتے ہیں، پر تنقید کر رہے ہو، آپ کے لئے ان کی بات کو تسلیم کرنے کے علاوہ چارہ نہیں رہے گا اور آپ دوبارہ ان سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کریں گے ورنہ اذیت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

عمر کی عزت بچانے کے لئے بخاری حدیث میں تدلیس

کرتے ہیں

جی ہاں! جب محقق بخاری کی حدیثوں کی تحقیق کرے گا تو ان میں سے اکثر کو معممہ پائے گا، وہ تصور کرے گا کہ شاید یہ حدیث ناقص ہے کبھی بخاری متعدد ابواب ہیں انہیں اسانید کے ساتھ ایک حدیث کو مختلف الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ اور یہ تمام باتیں عمر کی شدید محبت کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں اور شاید بخاری کی طرف اہلسنت کی رغبت کا باعث بھی یہی ہے۔ اسی لئے وہ بخاری کو تمام کتابوں پر فوقیت دیتے ہیں کتاب خدا کے بعد

ان کے نزدیک بخاری۔ صحیح ترین کتاب ہے اور دوسری وجہ بخاری کی محبوبیت کی یہ ہے کہ بخاری نے حضرت علیؓ کے فضائل کو بہت کم بیان کیا ہے ایک طرف بخاری کا دل چسپ مشغلہ حدیث کی کاٹ چھانٹ ہے مگر جیب اس حدیث سے عمر کی شخصیت پر حرف آتا ہو جیسا کہ فضائل علیؓ سے متعلق احادیث میں کیا ہے ہم عنقریب آپ کے سامنے ان کی کچھ مثالیں پیش کریں گے۔

عمر کی حقیقت کا انکشاف کرنے والی حدیثوں میں

تیس

۱۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحیض کے باب تیمم میں تحریر کیا ہے کہ: ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا: میں مجنب ہو گیا تھا۔ اور پانی نہ مل سکا، عمر نے کہا: نماز نہ پڑھو، عمار نے کہا: اے امیر المؤمنین کیا آپ کو وہ وقت یاد نہیں ہے جب میں اور آپ ایک سر پہ میں مجنب ہو گئے تھے اور پانی نہیں مل سکا تھا آپ نے نماز چھوڑ دی تھی، لیکن میں نے خاک میں لپیٹ کر نماز ادا کی تھی اور نبیؐ نے (میرے بارے میں) فرمایا تھا کہ تمہارے لئے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا اور پھر پھونک کر ان سے چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا کافی ہے، عمر نے کہا، اے عمار خدا سے ڈرو! عمار نے کہا اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں اسے بیان نہیں کروں گا۔ اس روایت کو ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور احمد ابن حنبل نے مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں اور بیہقی وابن ماجہ وغیرہ نے کلی طور پر نقل کیا ہے۔

واضح رہے کہ بخاری نے نقل حدیث کی امانت میں خیانت کی ہے جیسا کہ عمر کی عزت بچانے کے سلسلہ میں حدیث میں تدلیس کرنا ان کے عادت ہے کیونکہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگوں کو فقہ اسلامی سے خلیفہ کی جہالت کا علم ہو، آپ کے سامنے وہ روایت پیش کی جاتی ہے جس میں بخاری نے تصرف کیا ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التیمم کے باب ”التیمم هل ینفخ فیہما“ میں روایت کی ہے کہ: ایک شخص عمر ابن خطاب کے پاس آیا اور کہا: میں مجنب ہو گیا ہوں اور مجھے پانی نہیں ملا ہے ہمارے سر نے عمر ابن خطاب سے کہا: کیا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے، ہمارے اور آپ کے ساتھ بھی ایک سفر میں ایسا ہی ہوا تھا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ بخاری نے عمر کے قول ”تم نماز نہ پڑھو“ کو اڑا دیا کیونکہ اس میں ان کی گرفت تھی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بخاری نے اس کی تخلص اس لئے کی ہے تاکہ لوگ عمر کے مسلک سے آگاہ نہ ہونے پائیں جو کہ نبی کی حیات میں بھی شک میں مبتلا رہتے تھے اور قرآن و سنت کی نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا کرتے تھے، سو وہ اپنے اسی مسلک پر باقی رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کے امیر بن گئے (پھر کیا تھا) اپنے مسلک کو مسلمانوں کے درمیان پھیلا نا شروع کر دیا، ابن حجر کہتے ہیں ”یہ عمر کا مشہور مذہب ہے“ اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ اس مسلک پر مہر تھے اسی بنا پر عمار نے ان سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کروں۔

۲ - حاکم نے مستدرک جلد ۲ کے صفحہ ۱۵ پر انس سے ایک

روایت نقل کی ہے جسے ذہبی نے اپنی تلخیص میں صحیح قرار دیا ہے۔ انس ابن مالک کہتے ہیں کہ عمر نے منبر سے یہ آیت پڑھی:

فَانْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا

وَحَدائقُ غُلَبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا،

ہم ان سب کو سمجھ گئے لیکن معلوم نہیں اب کیا ہے پھر کہا:

تم اس کا اتباع کرو جس کی ہدایت کتاب (خدا) نے کی ہے اور جس کو تم نہیں جانتے اسے اس کے پروردگار پر چھوڑ دو!

اس روایت کو سورہ عبس کی تفسیر کے سلسلہ میں اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے۔ مثلاً سیوطی نے درمنثور میں اور زمخشری نے کشف میں، ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور رازی نے اپنی تفسیر خازن میں نقل کیا ہے۔

لیکن بخاری نے اپنی عادت کے مطابق لوگوں کو اس بات سے جاہل رکھنے کے لئے کہ خلیفہ اب کے معنی نہیں جانتے تھے حدیث کو اس طرح کتر بیونت کے ساتھ نقل کیا ہے:

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ ہم عمر کے پاس (موجود)

تھے، انھوں نے کہا: ہمیں تکلف سے ڈرایا گیا ہے لہ جی ہاں بخاری ہر اس حدیث میں کاٹ چھانٹ کرتے ہیں جس سے عمر کی تفتیص کی بواقی ہے، ظاہر ہے کہ قاری بریدہ حدیث سے اشیاء کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے بخاری تو

لہ صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب "ما یکمہ من کثرة السؤال والتکلف ما لا یغنیہ" وقول اللہ تعالیٰ "لا تسالوا عن اشیا ان تبدلکم تسوکم"۔

اس بات کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ عمر اب کے معنی نہیں جانتے تھے لہذا کہتے ہیں کہ ہمیں تکلف سے ڈرایا گیا ہے۔

۳۔ ابن ماجہ نے سنن کی جلد ۲ ص ۲۲۷ اور حاکم نے مستدرک کی جلد ۲ ص ۵۹ اور ابو داؤد نے اپنی سنن کی جلد ۲ ص ۲۱۲ اور بیہقی نے اپنی سنن کی جلد ۶ ص ۲۶۲ اور ابن حجر نے فتح الباری میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ایک پاگل عورت جو زنا کی ترکیب ہوئی تو عمر کے پاس لائی گئی عمر نے اس سلسلہ میں لوگوں سے مشورہ کیا اور اس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، جب حضرت علی علیہ السلام نے اس عورت کو (اس حالت میں) دیکھا تو پوچھا اس کا کیا قصور ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ فلاں خاندان کی پاگل عورت زنا کی ترکیب ہوئی ہے اور عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا: اسے واپس لے جاؤ جب لوگ واپس لے گئے تو حضرت علیؑ نے عمر سے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ مجنون سے عقل آنے تک اور سونے والے سے بیدار ہونے تک اور بچے سے بالغ ہونے تک قلم تکلیف اٹھایا گیا ہے۔

یہ بات سن کر عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اور کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ لے

لیکن بخاری نے اس روایت میں بھی عمر کی گرفت محسوس کی اور تراش خوش سے کام لیا، تو لوگوں کو یہ بات کیسے معلوم ہو کہ عمر ان حدود سے ناواقف تھے جو کتاب خدا میں مرقوم ہیں اور جنہیں رسولؐ نے بیان فرمایا ہے جس شخص کی یہ حالت ہو وہ منصب خلافت پر کیونکر متمکن ہو سکتا ہے، اور بخاری بھی اس روایت کو کیسے ذکر کر سکتے ہیں جبکہ اس میں علیؑ ابن ابیطالب کی فضیلت ہے، علیؑ انھیں ہر اس چیز کی تعلیم دینے کے لئے کوشش کرتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے اور عمرؓ نے خود اس بات کا اس طرح اعتراف کیا ہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، اب ہمیں بخاری کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے اس روایت میں کس طرح تحریف و تدلیس کی ہے۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب ”المحاذیہ من اہل الکفر والبدعہ“ کے باب ”لایرحم المجنونة“ میں بخاری کی سند کا تذکرہ کرتے بغیر، کہتے ہیں کہ:

علیؑ نے عمرؓ سے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ
مجنونہ سے افاقہ ہونے تک اور بچہ سے باتیں ہونے تک
اور سونے والے سے بیدار ہونے تک کے لئے قلم نکلین
اٹھالیا گیا ہے۔

جی ہاں! احادیث و روایات میں بخاری کی کاٹ چھانٹ
کایہ زندہ مثال ہے۔ وہ ہر اس حدیث میں کتر بیونت سے کام لیتے ہیں
جس سے عمرؓ کی رسوائی ہوتی ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں قطع و برید سے کام لیتے ہیں
جس میں حضرت علیؑ کی فضیلت یا سقبت ہوتی ہے ان کے اندر ایسی

حدیث کامل طور پر نقل کرنے کی طاقت ہی نہیں ہے۔

۴۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحدود کے باب ”حد شارب الخمر“ میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ: نبیؐ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی، پس آپؐ نے دو مرتبہ چالیس کوڑے لگوائے، انس کہتے ہیں کہ: ابو بکرؓ نے بھی ایسے ہی کیا، لیکن جب عمرؓ کا زمانہ (خلافت) آیا تو انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا تو عبد الرحمن ابن عوفؓ نے کہا کہ: اشی کوڑوں والی حدود میں کچھ کمی کی جائے اس کو عمرؓ نے منظور کر لیا۔

بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتے ہیں کہ عمرؓ کو خدا سے ناواقف تھے اور انھیں اس حد کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے جس پر رسولؐ عمل کر چکے ہوں اور ان کے بعد ابو بکرؓ نے عمل کیا ہو۔

بخاریؒ نے اپنی صحیح کی کتاب الحدود کے باب ”ما جاء في ضرب شارب الخمر“ میں انس ابن مالک سے نقل کیا ہے کہ نبیؐ شراب پینے والے کو بجال چڑھی ہوئی چھڑی سے پواتے اور ابو بکرؓ نے چالیس کوڑے لگواتے تھے۔

۵۔ جن محدثین و مورخین نے مرض و وفاتِ نبیؐ کو قلم بند کیا ہے اور جنھوں نے یہ تحریر کیا ہے کہ نبیؐ نے ان سے کس طرح قلم و دوات طلب کیا تاکہ وہ ان کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوں، اور اس دن نام ”رزیت الخمیس“ پڑ گیا اور عمرؓ ابن خطابؓ نے اس میں کس طرح روڑا اٹکایا اور کہا کہ رسولؐ (معاذ اللہ) ہذا یان بک رہے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الجہاد کے باب ۱۱ میں یستشفع
 الی اهل الذمة ومعاملتهم میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الوصیت
 کے باب ۱۱ ترک الوصیة لمن لیس له شی یوصی بہ، میں ابن عباس سے
 نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا : ہائے روز جعدات، وہ روز جمعرات کیا ہے
 پھر اتاروئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی، اس کے بعد فرمایا جمعرات کے
 دن رسول کے درد میں شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا : مجھے کاغذ دوتا کہ
 میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم بھی گمراہ نہ ہو گے،
 پس لوگ (اس سلسلہ میں) جھگڑنے لگے، جبکہ نبی کے سامنے جھگڑنا سب
 نہیں تھا۔ اور کہا ہذا یان بک رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا : مجھے چھوڑ دو میں اپنی
 جگہ صحیح ہوں، وہ چیز صحیح نہیں ہے جس کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو
 آپ نے وفات کے وقت تین وصیتیں فرمائیں : جزیرۃ العرب بمشکوں
 کو نکالنا، جس طرح میں وفود کے ساتھ بتاؤ کرتا ہوں اسی طرح نیک بتاؤ کرتا میری
 وصیت کو میں بھول گیا ہوں۔

جی ہاں یہ جمعرات کے دن کی وہ مصیبت ہے جس میں
 عمر نے سیاسی کھیل کھیلے اور رسول کے اڑے آکر نوشتہ نہ لکھنے
 دیا، نبی کی شان میں ایسا نفش جملہ استعمال کیا جو سراسر قرآن کے لعن
 ہے، وہ جملہ یہ تھا کہ نبی ہذا یان بک رہے ہیں، یہاں بخاری و مسلم نے وہ صحیح
 عبارت نقل کی ہے جو عمر کے اقوال ہیں اور ان کے کلمات ہیں اس لئے کوئی
 رد و بدل نہیں کی ہے کیونکہ اس میں عمر کا نام نہیں تھا اور اس قول شنیع کی
 نسبت نامعلوم شخص کی طرف دی ہے۔

لیکن جہاں بھی روایت میں اس حیثیت سے عمر کا نام آتا ہے

کہ انھوں نے یہ جملہ استعمال کئے ہیں تو بخاری و مسلم کے لئے اس روایت کو ایسے ہی چھوڑ دینا بہت شاق گذرتا ہے کیونکہ اس میں خلیفہ کی فضیلت ہے جو ان کی حقیقت کو آشکار کرتی ہے۔ اور یہ چیز اس بات سے پردہ ہٹاتی ہے کہ انھوں نے رسول کے سامنے کتنی جسارتیں کی ہیں جو شخص آپ کی طول حیات میں بیشتر مواقع پر آپ کے سامنے آیا ہے اس کے بارے میں بخاری و مسلم وغیرہ اس بات کو جاننے تھے کہ مسلمانوں کے جذبات کو براہِ انگیختہ کرنے کے لئے یہی ایک جملہ کافی ہے، اس سے خلیفہ کے معتقد اہلسنت ان کے مخالف ہو جائیں گے، اس لئے بخاری و مسلم وغیرہ نے تدلیس پر تکیہ کیا، اس قسم کے واقعات میں ان کی یککوشش معروف ہے، انھوں نے کلمہ ہدیان کو درد کی شدت سے بدل دیا ہے۔ اور اس نازیبا عبارت کو چاٹ گئے ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے خود اس مصیبت کے بارے میں بخاری و مسلم کی روایات پیش کرتے ہیں:

ابن عباس کہتے ہیں کہ: جس وقت رسول پر احتضار کی کیفیت طاری ہوئی تھی اس وقت گھر میں بہت سے لوگ جمع تھے ان میں عمر ابن خطاب بھی تھے، نبیؐ نے فرمایا: لاؤ تمہارے واسطے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے، عمر نے کہا: نبیؐ پر درد کی شدت ہے اور تمہارے پاس کتاب خدا ہے، ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے، اس سے لوگوں میں اختلاف پھیل گیا۔ بعض کہتے تھے، نبیؐ کو قلم دوات دے دو تاکہ تمہارے لئے نوشتہ لکھ دیں کہ جس سے تم گمراہ نہ ہو اور بعض عمر کے

قول کو دہراتے تھے۔ جب نبیؐ کے پاس شور و ہنگام زیادہ ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ (عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ) ابن عباس کہہ رہے تھے کہ بیشک رسولؐ کو نوشتہ لکھنے سے روک دینا اور شور و غل مچانا، سب سے بڑی مصیبت ہے۔ لہ

چونکہ مسلم نے اپنے استاد بخاری سے روایت لی ہیں اس لئے ہم بخاری کو اپنا مخاطب قرار دیتے ہیں، اگرچہ آپؐ (بخاری) نے عبارت میں کاٹ چھانٹ کر ڈالی ہے اور حقائق کی پردہ پوشی کی حتی المقدور کوشش کی ہے لیکن آپؐ کے سید و سردار عمرؓ کے سلسلہ میں آپؐ پر جھٹ قائم کرنے کے لئے وہی کافی ہے جو آپؐ نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ لفظ ہجر کے معنی ہذیان کے ہیں اور ”قد غلب علیہ الوجع“ بھی کبھی یہی معنی دیتا ہے۔ کیونکہ صاحب نظر اس بات کو جانتا ہے، یہاں تک کہ آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ وہ معذور ہے کیونکہ اس پر حمیت طاری ہو گئی ہے اور اول فول بکھنے لگا ہے۔

خصوصاً ہم اس پر عمرؓ کے کلام ”تمہارے پاس کتاب خدا ہے وہی کافی ہے“ کا اضافہ کرتے ہیں، عمرؓ کے اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ رسولؐ کا کام تمام ہو گیا اور ان کا وجود کالعدم ہے۔

میں ہر باضمیر عالم سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ اگر وہ فقط اس واقعہ پر غور کرے اور اس کے عواقب و تہہ میں نہ جائے تو بھی وہ

لہ صحیح بخاری کتاب المرض قول ”المریض قوموا عنی جلد ۷ ص ۱۰۱
کتاب الوصیۃ باب تردد الوصیۃ جلد ۵ ص ۷۶

خلیفہ سے بدظن ہو جائے گی کیونکہ اسی خلیفہ نے امت کو ہدایت سے محروم کیا اور ضلالت میں ڈھکیل دیا۔

ہم حق بات کہنے سے اس وقت تک نہیں ڈریں گے جب تک اس سے رسول اور ان کے بعد قرآن و اسلامی مفاہیم کا دفاع ہوتا رہے گا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَخْشَوُا اللَّهَ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۴۴

لوگوں سے نہ ڈرو! مجھ (خدا) سے ڈرو! معمولی پونجی کے عوض میری نشانیوں کو نہ بیچو اور خدا کے نازل کردہ دستور کے مطابق حکم نہیں کرتے ہیں وہی لوگ کافر ہیں۔

نہیں معلوم بعض علماء اس علم و ارتقاء کے زمانہ میں بھی حقائق پر پردہ ڈالنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں اور اس کیلئے خواہ مخواہ کی تاویلیں کیوں تراشتے ہیں، نہ ان (تاویلیوں) میں کوئی دم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ مطمئن کرتی ہیں۔

آپ کے سامنے ایک عالم محمد فواد عبدالباقی کی اختراع پیش کرتا ہوں انھوں نے ”اللولو والمرجان فيما اتفق عليه الشيخان“ کی شرح میں جہاں رزیۃ یوم الخمیس کا تذکرہ کیا ہے وہاں رسول کے دوات و قلم طلب کرنے والے واقعہ کی شرح کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ :

رسول نے قلم و دوات طلب کیا تھا رسول نے جو کتاب طلب کی تھی اس سے آپ کی مراد وہ چیز تھی جس پر لکھا جاتا ہے مثلاً کاغذ اور چھال تھی اور کتاب سے آپ کی مراد ظاہراً ابوبکر کی خلافت پر فیس کرنا تھا۔ لیکن جب لوگ جھگڑا لگے اور آپ کے مرض میں بھی شدت ہو گئی تو آپ نے اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ ابوبکر کو تو میں نماز میں قائم مقام بنا چکا ہوں اب اس کی تجدید کی کوئی ضرورت نہیں ہے (بہر لفظ ابجر یعنی ہذیان کی شرح کرتے ہیں) کہتے ہیں: ہجر (ہذیان) کے بارے میں ابن بطال کا خیال ہے کہ ہجر (ہذیان) کے معنی اختلاط کے ہیں اور ابن التین کا نظریہ ہے کہ اس کے معنی ہڈی کے ہیں لیکن یہ آپ کی شان کے خلاف ہے، ایک احتمال یہ بھی ہے کہ رسول تمھیں چھوڑے جا رہے ہیں یہاں ہجر و صل کی ضد ہے کیونکہ ان پر الہی واردات وارد ہو چکی تھیں۔ اسی لئے آپ نے رفیق اعلیٰ سے فرمایا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ جملہ استفہامیہ تھا ہمزہ حذف ہو گیا، یعنی کیا مرض کی وجہ سے ان کا کلام بدل گیا اور مخلوط ہو گیا ہے، اس سلسلہ میں یہ بہترین قول ہے، اس کو خبر نہیں قرار دیا جاسکتا ہے ورنہ اس کے معنی فحش یا ہذیان ہوں گے جبکہ اس جملہ کے قائل عسمری اور ان کے بارے میں یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جناب عالم جلیل ہم آپ کی اس بات کو رد کرتے ہیں ظن و گمان

حق کے سلسلہ میں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہونچاتا ہے۔ ہمارے لئے آپ کا یہی اعتراف کافی ہے کہ اس فحش کے قائل عمر ہیں، اور آپ کی قیاس آرائی کہ رسول ابو بکر کی خلافت کے بارے میں لکھنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں عمر کو اعتراض تھا؛ جبکہ عمر ہی نے ابو بکر کی خلافت مستحکم کی ہے۔ انھوں نے ہی لوگوں سے قہر و غضب کے ساتھ بیعت کرائی، یہاں تک کہ فاطمہ کے گھر کو جلانے کی دھمکی دی، اے عالم جلیل کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی اس کا دعویدار ہے؟

قدیم و جدید علماء کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علیؓ رسول کی خلافت کے لائق تھے اگرچہ انھوں نے اس بارے میں نص کا اعتراف نہیں ہے۔ آپ کے لئے بخاری کا یہی قول کافی ہے کہ: لوگوں نے عائشہ کے سامنے کہا کہ علیؓ (رسول کے) وصی ہیں، عائشہ نے کہا ان سے کب وصیت کی تھی جبکہ رسول میرے سینہ پر سر رکھے ہوئے تھے، انھوں نے ہاتھ دھونے کا برتن مانگا لیکن میری گود میں ان کا سر تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے محسوس ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے تو کس وقت علیؓ سے وصیت کی؟

بخاری نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کیونکہ اس میں عائشہ نے وصیت کا انکار کیا ہے اور یہ چیز ہی بخاری کے لئے باعث سکون ہے لیکن ہمارا نظریہ تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے عائشہ کے سامنے یہ کہا تھا کہ رسول نے علیؓ کو وصیت کی ہے، وہ سچے تھے کیونکہ عائشہ نے بھی ان کی تکذیب و تردید نہیں کی اور نہ ہی وصیت کی نفی کی ہاں انھوں نے انکار کی صورت میں یہ پوچھا کہ انھوں نے علیؓ کو کب وصیت کی؟ اس سلسلہ میں عائشہ کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ رسول نے انھیں بزرگ صحابہ کے سامنے اور تمھاری عدم موجودگی میں وصیت کی تھی۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان صحابہ نے عائشہ کو

یہ بتایا تھا کہ آپؐ نے علیؑ کو کب وصیت کی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے انہیں ایسے واقعات نقل کرنے سے منع کر رکھا تھا جیسا کہ تیسری وصیت کے لئے ممانعت تھی جس کو انھوں نے بھلا دیا، سیاست حقیقت کو چھپانے میں تھی خود عمرؓ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ انھوں نے رسولؐ کو نوشتہ لکھنے سے منع کیا کیونکہ عمرؓ جانتے تھے کہ نوشتہ علیؑ کی خلافت سے مختص ہے۔

ابن ابی الحدید نے عمرؓ بن خطاب اور عبداللہ بن عباس کے درمیان میں ہونے والی اس گفتگو کو درج کیا ہے۔ عمرؓ بن عباس سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اب بھی علیؑ کے دل میں خلافت کی تمنا ہے؟ ابن عباس نے کہا ہاں! عمرؓ نے کہا: رسولؐ نے مرض الموت میں ان (علیؑ) کے نام کی تصریح کرنا چاہی تھی لیکن میں نے اسلام پر ترس کر انہیں اس سے منع کر دیا۔ لے

مولانا صاحب اب حقیقت سے کیوں فرار کر رہے ہیں۔

افہار حق سے پہلو تہی کیسی، تاریکی کا زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس کے ساتھ گیا۔ آپؐ اس تاریکی کو پردہ ڈال کر اور بڑھا رہے ہیں، آپؐ دوسروں کو حقیقت کے ادراک اور اس تک رسائی سے منع کر رہے ہیں، جو کچھ آپؐ نے فرمایا ہے اگر اس کی بنیاد حسن نیت پر ہے تو آپؐ کے لئے خدا سے میری دعا ہے کہ وہ تمھاری ہدایت کرے اور آپؐ کی بعیرت کو کھول دے۔

۶۔ بخاری نے اکثر نبیؐ کی ان احادیث میں تبدیلی و تدلیس کی ہے

جن میں ابو بکر و عمرؓ کی توہین و تنقیص محسوس کی ہے، لیکن بخاری کو تاریخ کا ایک

۱۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۲۱ پر ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے

کہ اس واقعہ کو صاحب تاریخ بغداد نے لکھا ہے۔

مشہور واقعہ جس میں رسولؐ نے ایک حدیث بیان کی تھی پسند نہیں آیا اور اسے پوری طرح نقل نہیں کیا کیونکہ اس سے علیؑ کی ابو بکرؓ پر فضیلت ثابت ہو رہی تھی۔

اہلسنت کے علمائے اپنی صحاح و مسانید میں، مثلاً ترمذی نے اپنی صحیح میں حاکم نے مستدرک میں، احمد ابن حنبل نے مسند میں، امام نسائی نے خصائص میں، طبری نے تفسیر میں، جلال الدین سیوطی نے اپنی درثور میں، ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں اور زرخشری نے کشف میں روایت کی ہے کہ:

رسولؐ نے ابو بکرؓ کو (مکہ) بھیجا اور وہاں ان کلمات

(خدا و رسولؐ مشرکوں سے بری ہیں) کو پڑھنے کا حکم دیا، ان کے پیچھے پھر علیؑ کو روانہ کیا، اور انھیں ان کلمات کو پڑھنے کا حکم دیا، پس علیؑ نے ایام تشریق میں کھڑے ہو کر ان کلمات کو پڑھا کہ: مسلمانو! جن مشرکین سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے اب ان سے خدا و رسولؐ کی طرف سے مکمل یزاری کا اعلان ہے، پس چار مہینے تک کہیں کبھی سیر کرو، یاد رکھو! کہ خدا سے بچ کر نہیں جاسکتے ہو اور خدا کا فرزوں کو ذلیل کرنے والا ہے، اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں کسی کو طواف کی اجازت دی جائے گی۔

ابو بکرؓ لوٹ آئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ کیا میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں لیکن میرے پاس جبریلؑ آئے تھے اور انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ اس پیٹا کو تم یا وہی شخص پہنچا سکتا ہے جو تم سے ہے۔

بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس واقعہ کو بھی اسی انداز سے نقل کیا ہے چنانچہ اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب ”قولہ فسیحونی الارض اربعۃ اشہد“ میں فرماتے ہیں کہ: مجھے حمید ابن عبد الرحمن نے خبر دی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اسی حج میں دیکھا اعلان کرنے والوں کے ساتھ ابو بکرؓ نے مجھے بھی بھیجا اور ہمیں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ عریانی کی حالت میں کسی کو طواف کرنے دیا جائیگا۔ حمید ابن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ پھر رسولؐ نے علیؓ ابن ابی طالبؓ کو وہ کلمات دے کر روانہ کیا۔ اور برأت کا اعلان کرنے کا حکم دیا، ابو ہریرہؓ کا کہنا ہے کہ روزِ نحر علیؓ نے منیٰ میں برأت کا اعلان کیا اور یہ کہا کہ: اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کرنے دیا جائے گا۔ لہ

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ اغراض اور مذہبی دشمنی کے تحت بخاری نے احادیث و واقعات میں کس طرح قطع و برید کی ہے، کیا اس میں جس طرح بخاری نے بیان کیا ہے اور جس انداز میں اہلسنت کے دوسرے علماء و محدثین نے قلمبند کیا ہے دونوں میں کوئی مشابہت و مماثلت ہے؟ اور یہ ہی نہیں بلکہ بخاری ابو بکرؓ کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ انھوں (ابو بکرؓ) نے ابو ہریرہؓ کو اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج نہیں کرنے دیا جائیگا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں طواف کی اجازت دی جائے گی اس کے بعد

حمید ابن عبد الرحمن کے اس قول کی نوبت آتی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ کو سورہ برۃ دے کر روانہ کیا اور اعلان برۃ کا حکم دیا۔

پھر ابو ہریرہؓ کا قول آتا ہے کہ روزِ نحس یہ اعلان کرنے والوں میں کہ ”اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو عریاں حالت میں طواف کی اجازت دی جائے گی“ علیؑ بھی شامل ہو گئے۔

اس اسلوب سے بخاری علیؑ ابن ابی طالب کی فضیلت کو گھٹاتے ہیں کہ انھیں رسولؐ نے بعد میں سورہ برات کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ جبکہ رسولؐ نے علیؑ کو اس وقت روانہ کیا تھا جب جبریلؑ خدا کا یہ حکم لیکر نازل ہوئے کہ اس مہم امر سے ابو بکرؓ کو معزول کرو۔ اس پیغام کو تو تم یاد ہی شخص پہنچا سکتا ہے جو تم سے ہے۔ لیکن بخاری کے لئے یہ بات بہت ہی ناگوار تھی۔ ابو بکرؓ وحیِ خدا کے ذریعہ معزول اور علیؑ ابن ابی طالب کو ان پر مقدم کیا جائے ظاہر ہے اس بات پر بخاری کبھی خوش نہیں ہو سکے تھے لہذا روایت میں تدیس سے کام لیا۔

اور محقق اس تال میلِ علیؑ امانت میں خیانت سے کیسے خبردار نہ ہو گا خصوصاً جب وہ یہ پڑھے گا کہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں اسی حج میں ابو بکرؓ نے مجھے ان اعلان کرنے والوں کے پاس بھیجا جنہیں روزِ قربانی بھیجا تھا۔ کیا ابو بکرؓ رسولؐ ہی میں انورِ تقسیم کرنے لگے تھے؟ اور یہ خود محکوم بن کر نہیں گئے تھے؟ حاکم کیسے بن گئے کہ جو صحابہ کے درمیان سے لوگوں کو اس کام کے لئے منتخب کرتے ہیں؟

ذرا بخاری کی حرکت کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیسے ہر چیز کی اصل کو بدلتے ہیں کہ حضرت علیؑ جن کے سوا کوئی اسے انجام نہیں دے

سکتا تھا وہ تو نبیؐ کی طرف سے اس مہم امر کی انجام دہی کے لئے سبعوث مگھوا
ہیں وہ تو ابو ہریرہؓ ایسے دوسرے اعلان کرنے والوں میں شامل ہو گئے لیکن
ابو بکرؓ کی معزولیت اور روتے ہوئے ان کی واپسی کو بیان ہی نہیں کیا اور
نہ رسولؐ کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ ”میرے پاس جبریلؑ آئے تھے انھوں
کہا ہے کہ اس پیغام کو آپؐ یادہ شخص پہنچا سکتا ہے جو آپؐ سے ہے۔

کیوں کہ رسولؐ نے اس حدیث میں اپنے ابن عم اور وصی علیؑ
ابن ابیطالبؑ کو امت کا قائد بنایا ہے۔ اور پھر یہ بات تو واضح ہے کہ بنی کسے
حدیث جبریلؑ کے پیغام کے مطابق ہوتی ہے کہ جس کے بعد تاویل کرنے
والوں (بخاری جیسوں) کے لئے اس تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے
کہ محمدؐ کی رائے بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی بشر میں ان سے
بھی خطا سرزد ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں بخاری کے لئے بہتر یہ تھا
کہ اس حدیث کو نظر انداز کریں اور اسے دوسری حدیثوں کی طرح چاٹ جائیں
پس آپؐ بخاری کو اپنی صحیح کی کتاب الصلح کے باب ”کیف
یكتب هذا ما صالح فلان بن فلان“ میں علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں
رسولؐ کے قول ”علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں“ کو علیؑ وجعفرؑ اور زیدؑ
کے قضا میں درج کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے۔۔۔۔

جبکہ ابن ماجہ، ترمذی، نسائی اور امام احمد صابک کنز العمال
(وغیرہ) سب نے رسولؐ کے اس قول ”علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں“
کو حجة الوداع کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن بخاری نے مذکورہ باب میں
درج کیا ہے۔

۷۔ اس پر ایک بات کا میں اور اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب الدلیل میں تحریر کیا ہے کہ علیؑ اور انفار کی محبت ایمان اور علامت دین ہے اور ان کا بعض نفاق کی نشانی ہے۔

علیؑ سے نقل کیا ہے کہ: آپؐ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ہوا کو چلایا۔
مجھ سے نبیؐ امی نے بتایا کہ مجھ سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہوگا اور وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔

ترمذی نے اپنی صحیح میں اور نائی نے اپنی سنن میں احمد ابن حنبل نے مسند میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور طبری نے، فخر العقبیٰ میں، ابن حجر نے لسان المیزان میں اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن بخاری نے اس حدیث کو نقل نہیں کیا اگرچہ ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت ہے جبکہ مسلم نے اسے نقل کیا ہے اور ان کے رواۃ سب ثقہ ہیں۔ بخاری نے اس حدیث کے بارے میں پہلے یہ سوچا کہ اس حدیث سے تو اکثر صحابہ منافق ثابت ہوں گے اگرچہ وہ رسولؐ کے پاس بیٹھے تھے لہذا اس کو نظر انداز کر دیا۔

یہ اس کا قول ہے جو اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وحی کے مطابق کلام کرتا ہے۔ خود یہ حدیث حضرت علیؑ کے لئے بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ انھیں کے ذریعہ حق کو باطل سے اور ایمان سے جد کیا جاتا ہے حضرت علیؑ اس امت کے آیت اللہ العظمیٰ اور حجت الکبریٰ ہیں اور اس امت کے لئے وہ امتحان و آزمائش ہیں جس کے ذریعہ خدا امت محمدؐ کو آزماتا اور پرکھتا ہے، باوجودیکہ نفاق کا تعلق باطنی اسرار سے ہے اسے وہی جانتا ہے

جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہوتا ہے
 ظاہر ہے اسے علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا ہے۔ پس خدا نے
 اس امت پر رحم و فضل کیا اور (آپ کو) اس امت کے لئے (مومن و
 منافق کی) علامت قرار دیا تاکہ جو ہلاک ہو وہ حجت کے بعد اور جو نجات
 پائے وہ بھی حجت کے بعد۔

میں اس سلسلہ میں بخاری کی ذہانت کی ایک مثال پیش
 کرتا ہوں، میراثی اعتقاد یہ ہے کہ شاید اسلاف ہی سے اہلسنت اسی
 خاصیت کے تحت بخاری کو دوسرے محدثین پر فضیلت دیتے ہیں بخاری
 کی ساری کوشش اس بات میں صرف ہوئی ہے کہ کوئی ایسی حدیث نقل نہ ہونے
 پائے جو ان کے مذہب کے مخالف ہو۔

چنانچہ وہ اپنی صحیح کی کتاب الہبہ وفضلہا و التخریص علیہا
 کے باب ”ہبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:
 عبد اللہ ابن عبد اللہ نے مجھے خبر دی کہ عائشہ نے کہا:

جب نبیؐ کی طبیعت ناساز ہوتی اور دردمیں
 شدت ہوئی تو آپؐ نے ازدواج سے اجازت طلب کی
 اور کہا کہ میری تیمارداری میرے (عائشہ کے) گھر پر ہو
 انھوں نے اجازت دے دی تو آپؐ دو اشخاص کے
 سہارے وہاں سے نکلے، آپؐ کے قدم زمین پر خط دیتے
 جاتے تھے۔ ان دو اشخاص میں سے ایک عباس تھے ایک
 کوئی اور شخص تھا، پس عبد اللہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس
 سے عائشہ کی اس بات کا تذکرہ کیا انھوں نے بتایا: کیا

تم جانتے ہو یہ دوسرا شخص کون تھا جس کا نام عائشہ نے
نہیں لیا؟ میں نے کہا: آپ ہی بتائیے انھوں نے کہا وہ علیؑ
ابن ابیطالب تھے۔

اس واقعہ کو ابن سعد نے صحیح سند سے اپنی طبقات
میں تفصیل سے لکھا ہے لہ اسی طرح سیرۃ حلبیہ اور اصحاب سنن نے بھی
اس کو تحریر کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ ایک منٹ
بھی علیؑ کی خیریت نہیں چاہتی تھیں۔

لیکن بخاری نے اس واقعہ سے اس جملہ کو اڑا دیا جس
سے عائشہ کا علیؑ سے بغض ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ وہ (عائشہ) علیؑ کا نام
لینا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں پھر بھی جو کچھ انھوں نے لکھا ہے وہ بھی صاحبانِ
عقل و خرد کے لئے کافی ہے کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے
محقق پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ ام المومنین عائشہ اپنے مولا علیؑ
ابن ابیطالب سے بغض رکھتی تھیں۔ لہ بغض کی انتہا یہ تھی کہ جب ان کو
حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو اس وقت سجدہ شکر کیا۔
بہر حال خدام المومنین پر رحم کرے اور ان کے شوہر کی عظمت کے تحت

لہ طبقات، جلد ۲ ص ۲۹

۲۰ ابن حجر نے مواقع محرقہ کے مثلاً پر تحریر کیا ہے کہ دود بیاتی عمر کے پاس اپنا جھگڑا
لے کر آئے عمر نے حضرت علیؑ سے فیصلہ کرنے کی گزارش کی، ان میں سے ایک نے کہا: یہ ہمارا
درمیان فیصلہ کریں گے؟ پس عمر نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑا اور کہا خدا تجھے غارت کرے
تجھے معلوم ہے یہ کون ہیں؟ یہ تمہارے اور تمام مومنوں کے مولا ہیں اور جس کے یہ مولا ہے

انھیں بخش دے، ہم خدا کی اس رحمت کو محدود نہیں کرتے ہیں جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں اگر وہ جنگ و فتنے نہ ہوتے جو ہماری پر آگندگی اور ہماری جمعیت کی تفریق اور ہماری ہوا اکھڑ جانے کا سبب بنی یہاں تک کہ آج ہم مستکبرین کا لقمہ اور ظالم استعمار کا نشانہ بن گئے ہیں۔
 لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

جن روایات سے اہلبیت کی تنقیص ہوتی ہے وہ بخاری

کو بہت محبوب ہیں

بہت ہی فسوس کی بات ہے کہ بخاری نے وہ راستہ اختیار کیا کہ جس کا تعلق خلفاء کے مسلک سے تھا اور جسے حکومتوں نے مضبوط و مستحکم کیا تھا۔ یا اس مکتب نے بخاری اور ان جیسے افراد کو چنا اور انھیں اپنے بادشاہ کی خدمت بادشاہت کی پائنداری اور ان کے مذاہب کی ترویج کے لئے خزانہ دستوں بنایا اور ان کے اجتہادات کو جیسے چاہا گھمایا۔ کیونکہ یہ مشغلہ اموی و عباسی حکومت میں بہترین تجارت اور نفع بخش مال تھا۔ ان علماء کے لئے جو خلیفہ کی تائید کے حصول میں مقابلہ بازی کیا کرتے تھے جس طریقہ سے بھی ہو سکے خواہ حدیث گڑھ کے یا تدلیس کر کے۔ یہی زمانہ کی سیاست تھی، ہر ایک ان کی نظروں میں معظّم اور اس سے دولت حاصل کرنے کی کوشش میں رہتا تھا۔ انھوں نے اپنی آخرت

سے نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے

کو دنیا کے عوض میں فروخت تو کر دیا لیکن ان کی (اس) تجارت نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا اور وہ قیامت کے دن پشیمان اور نقصان اٹھانے والوں میں ہونگے۔ عوام، عوام ہے، زمانہ، زمانہ ہے آج بھی آپ اسی انداز اور اسی سیاست کو ملاحظہ کرتے ہیں سکتے بڑے بڑے عالم اپنے گھروں میں مقید ہیں جنھیں لوگ جانتے نہیں ہیں، اور سکتے جاہل خطیب، امام جماعت اور مسلمانوں کے شہروں کے حاکم بنے ہوئے ہیں، اس کا سبب حکومت کی قربت اور تائید ہے درنہ آپ مجھے اپنے رب کی قسم کھا کے بتائیے کہ اہلبیت نبی کریم سے خدا نے جس کو دور رکھا اور ایسا پاک رکھا جو حق ہے، سے بخاری کی عداوت و علیحدگی کی کیا تفسیر کی جاسکتی ہے؟ ائمہ ہدیٰ سے بخاری کی دشمنی کی کیوں کر تاویل ہو سکتی ہے جبکہ بعض ائمہ خود بخاری کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ان سے بخاری نے حدیث نہیں لی ہاں اگر کوئی حدیث لی تو وہ جو ان کی عظمت کو گھٹانے کے لئے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے اور ان کی عصمت کے ثبوت آن و سنت سے ثابت ہے۔ اس کی بعض مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

پھر بخاری نے ان نواصب و خوارج سے حدیثیں لی ہیں جنھوں نے اہلبیت سے جنگ کی، انھیں قتل کیا، (جیسا کہ) آپ دیکھتے ہیں کہ وہ معاویہ، عمرو بن عاص، ابوہریرہ، مروان ابن حکم اور مقاتل ابن سلیمان کہ جسے دجال کہا جاتا ہے اور عمران ابن خطان ایسے دشمن علی و عہد اہلبیت سے روایت کیا ہے۔ جو کہ خوارج کا شاعر و خطیب ہے۔ جس نے علی کو قتل کرنے پر ابن طلحہ کی مدد سرائی کی تھی۔

جیسا کہ بخاری نے خوارج و مرتد و مجسمہ اور بعض ایسے نامعلوم

لوگوں سے روایت کی ہے کہ جن کا زمانہ میں وجود ہی نہیں ہے۔

اس طرح انھوں نے اپنی صحیح میں بعض مشہور راویوں کی طرف بعض ناہنجار قسم کے راویوں کے ذریعہ جھوٹ اور تدلیس کی نسبت دی ہے اس کی مثال وہ روایت ہے جسکو بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب ”ما یحل من النساء وما یحرم وقولہ تعالیٰ ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّہَاتُکُمْ...﴾ الخ میں تحریر کیا ہے۔

دوسرے باب میں خداوند عالم کے اس قول ﴿وَاحِلْ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ﴾ کے بارے میں (تحریر) فرماتے ہیں کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کی بہن سے زنا کرے
تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

اور یحییٰ کندی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے شعبی والہ جعفر سے نقل کیا ہے کہ:

اگر کوئی شخص کسی لڑکے سے بد فعلی کرتے تو
اس کی ماں سے نکاح حرام ہے۔

بخاری کے شارح نے اس عبارت پر اس طرح حاشیہ لگایا ہے۔ ”بہتر یہ ہے کہ علماء ایسی باتوں کو کتابوں سے مٹا کر کے اپنی عظمت بڑھائیں۔ اسی طرح بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب ”نسائکم حوث لکم“ میں نافع سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ابن عمر قرآن کی تلاوت کرتے وقت کسی سے کلام نہیں کرتے تھے، ایک روز تلاوت کے وقت میں ان کے پاس پہنچ گیا وہ سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے جب

تلاوت کر چکے تو کہا: جانتے ہو یہ (آیت) کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے
میں نے کہا: نہیں، انھوں نے کہا: یہ فلاں فلاں چیز کے بارے میں نازل ہوئی
ہے، پھر وہ چلے گئے۔

اور نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے "قالوا حرثکم الہی
مشتئم۔ انھوں نے کہا: یا ایتھانی۔۔۔۔ (یعنی فلاں جانب سے۔۔۔۔) شارح نے
اس پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہا کہ: قولہ فی۔۔۔۔ بحذوت المجدور وروہوا لفظ
ای فی الدبر۔ (ان کا یہ قول کہ فلاں جانب سے۔۔۔۔ تو یہاں مجرور کو حذوت
کیا ہے اور وہ ہے دبر) ایک قول یہ ہے کہ مولف نے کراہت کی بنا پر اسے
حذف کیا ہے اور اسی طرح شارح نے بھی۔ لہ

ایک روز میں پیرس کی یونیورسٹی سربون میں اخلاق
نبی کے سلسلہ میں گفتگو کر رہا تھا کہ جن کے اخلاق کی شہادت قرآن نے دی
ہے اور رسالت پر مبعوث ہونے سے قبل بھی رسول کا اخلاق مشہور تھا
اسی لئے آپ کو صادق و امین کہا جاتا تھا جبکہ کو تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا تھا
جس میں میں نے یہ وضاحت کی تھی کہ نبی جنگجو نہیں تھے اور نہ ہی اپنے مذہب
کے استوار کرنے میں حقوق انسانی کو پامال کرنے تھے اور طاقت کے
زور پر اپنا مذہب بھی نہیں منواتے تھے جیسا کہ بعض مستشرقین کا دعویٰ ہے
اس مناقشہ کے درمیان کہ جس میں چنے ہوئے اساتذہ

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے اسپیشلسٹ خصوصاً مستشرقین شریک
تھے گویا میں ایک طرح سے ان لوگوں پر چوٹ کر رہا تھا جو شہادتیں دیتے ہیں لیکن ان کو دنیا
ایک سن رسیدہ عربی عیسائی بھی تھا امیرِ خیالیں وہ بنائی تھا۔ اس نے زیر کی اور خیانت

دونوں کی آمیزش سے اوپر اعتراض کیا قریب تھا کہ میری ساری محنت اکارت ہو جائے۔

اس ڈاکٹر نے فصیح عربی میں کہا تم نے جو بھی جلسہ میں کہا اس میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیا ہے خصوصاً عصمتِ نبی کے بارے میں کیونکہ اس سلسلہ میں خود مسلمان تمہارے موافق نہیں ہیں، خود محمدؐ تمہاری موافقت نہیں کرتے ہیں، انھوں نے متعدد بار کہا ہے کہ میں بشر ہوں جس سے خطا سرزد ہو سکتی ہے، نیز مسلمانوں نے ان کی متعدد خطاؤں کو قلمبند کیا ہے۔ ہم ان کے نام شمار نہیں کر سکتے ہیں مسلمانوں کی صحیح اور معتبر کتابیں اس کی گواہی دے رہی ہیں، اس کے بعد عیسائی نے کہا: جہاں تک جنگوں کا تعلق ہے اس سلسلہ میں حاضرین تاریخ کا مطالعہ فرمائیں بلکہ اس سلسلہ میں مرنے والوں میں محمدؐ کی جنگوں کا مطالعہ کافی ہے پھر ان کے بعد انھیں جنگوں کا سلسلہ خلفائے راشدین نے بھی جاری رکھا۔ یہاں تک کہ وہ فرانس کے مغرب میں واقع شہر Poitiers تک پہنچ گئے۔ اور ہر جنگ میں وہ اپنے نئے مذہب کو تلوار کے زور سے بچاتے تھے حاضرین اس کی باتوں کو قبول نہ کر رہے تھے اور تالیاں بجا بجا کر اس کی تائید کر رہے تھے۔ ان کو مطمئن کرنے کی میں نے اپنے تئیں کافی کوشش کی یہ ڈاکٹر صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں غلط ہے اگرچہ مسلمانوں نے یہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے اس سے ایک استہزائیہ قہقہہ لگا جس سے ہال گونج اٹھا۔

ڈاکٹر نے پھر مداخلت کی اور کہا کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ غیر معتبر کتابوں سے بیان کیا ہے یہ باتیں صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

میں نے کہا یہ کتابیں سینوں کے نزدیک صحیح ہیں لیکن شیعوں کے نزدیک ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور میں شیعہ ہوں

اس نے کہا شیعوں کی رائے ہمارے لئے مہم نہیں ہے۔
 ان کو اکثر مسلمان کا فرقہ کہتے ہیں بسنی مسلمان ہیں اور ان کی تعداد شیعوں کے دس
 برابر ہے ان کے نزدیک شیعوں کی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مزید کہا:
 جب تم مسلمانوں میں آپس میں تفہیم ہو جائے اور اپنے نبی کی عصمت کے سلسلہ
 میں تم اپنے نفسوں کو مطمئن کر لو گے اس وقت ممکن ہے کہ تم ہمیں مطمئن کر سکو
 (یہ بات اس نے سکرا کر امانت کے انداز میں کہی)

پھر از سر نو میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: لیکن جہاں تک (ان کے)
 اخلاق حمیدہ کی بات ہے تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ حاضرین کو
 یہ سمجھا دیں کہ محمدؐ نے چوٹ سال کی عمر میں شش سالہ عائشہ سے کیسے شادی کی؟
 ایک بار پھر قہقہوں سے ہال کو نبخنے لگا اور لوگ گمردن
 اٹھا کر میرے جواب کا انتظار کرنے لگے انھیں یہ بات باور کرانے کے لئے
 میں نے اپنی سی کوشش کی کہ عرب میں شادی دو مرحلوں میں ہوتی ہے، پہلا حلقہ
 عقد و نکاح ہے اور دوسرا مرحلہ دخول سے متعلق ہے اور نبیؐ نے عائشہ سے
 چھ سال کی عمر میں نکاح کیا تھا لیکن اس وقت دخول نہیں کیا تھا بلکہ نو سال
 کی عمر میں دخول کیا تھا۔ میں نے کہا یہی بخاری نے لکھا ہے اگرچہ یہ بات میرے
 خلاف تھی۔ مجھے ذاتی طور پر اس روایت کے صحیح ہونے میں شک ہے کیونکہ
 لوگ اس زمانہ میں مہذب زندگی نہیں گزارتے تھے اور نہ ہی ولادت، وفات
 کی تاریخ لکھی جاتی تھی اور اگر روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی نو سال کی
 عمر میں عائشہ بالغ ہو چکی تھیں۔ آج ہم روس اور رومانیہ کی کتنی ہی لڑکیوں
 کو ٹیلی ویژن پر جسمانی لحاظ سے کامل دیکھتے ہیں لیکن جب ان کی عمر بتائی جاتی ہے
 تو حیرت میں پڑ جاتے ہیں کسی کی بھی عمر گیارہ سال سے زیادہ نہیں ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ نبیؐ نے عائشہؓ سے بالغ ہونے اور مہینہ دیکھنے کے بعد دخول کیا ہے کیونکہ اسلام اٹھارہ سال کو بلوغ کی حد قرار نہیں دیتا جیسا کہ تمہارے فرانس میں مشہور ہے۔ بلکہ عورت کے بلوغ کی علامت اس کا حائض ہونا اور مرد کے بلوغ کی علامت منی کا خارج ہونا ہے۔ اور یہ بات آج ہمارے سامنے کہ دس سال کی عمر میں بھی بہت سے لڑکوں کی منی خارج ہوتی ہے۔ اسی طرح لڑکیا بھی دس سال سے پہلے ہی حائض ہو جاتی ہیں اس وقت ایک عورت کھڑی ہوئی اور اس نے میرے

اوپر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ: اگر آپ کی بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے اور کبھی ایسا ہوتا بھی ہے اور علمی لحاظ سے صحیح ہے لیکن کھسن لڑکی سے اس بوڑھے کی شادی کو کیسے تسلیم کر لیں جس کی عمر اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہو؟ میں نے کہا: محمد اللہ کے نبیؐ ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی کے مطابق کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے اگرچہ میں ذاتی طور پر اس حکمت سے ناواقف ہوں۔

عیالی ڈاکٹر نے کہا: لیکن مسلمانوں نے اسے سنت نبیؐ

بنالیا ہے۔ کتنی ہی کھسن لڑکیوں کی شادی ان کے باپ نے اپنے ہم عمر سے کر دی ہے۔ اور فسکوس کی بات ہے کہ آج تک یہ ریت چلی آرہی ہے میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کہا: اسی لئے تو میں نے سنی مذہب کو چھوڑ دیا اور مذہب شیعہ کو اختیار کر لیا ہے کیونکہ مسلک شیعہ عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی پسند سے شادی کرے، ولی و سرپرست اس پر تعمیل نہیں کر سکتا ہے۔

اس نے کہا سنی، شیعہ کی بحث چھوڑئے ہمیں عائشہؓ

سے محمدؐ کی شادی کو دیکھنا ہے۔ وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوا اور طنزیہ انداز میں کہا محمدؐ نبی ہیں جن کی عمر چوٹن سال ہو چکی ہے وہ اس کمسن لڑکی سے شادی کرتے ہیں جو ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہے۔ ہمیں بخاری بتاتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں گڑیا سے کھیلتی تھیں اس سے عائشہ کی طفولیت سمجھ میں آتی ہے یہی وہ اخلاق عالیہ ہے جس سے نبیؐ ممتاز ہوتا ہے؟

میں نے از سر نو حاضرین کو پھر اس طرح مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ بخاری کی بات کو نبیؐ پر حجت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ لیکن اب کچھ کہنا بے سود تھا یہ لبنانی عیسائی ڈاکٹر جیسے چاہتا تھا ان (المنست) کے افکار سے کھیلنا تھا۔ اور میرے لئے اس کے علاوہ چارہ کار نہ تھا کہ گفتگو کو ختم کر دیتا۔ کیونکہ وہ

مجھ پر بخاری سے حجت قائم کر رہا تھا جبکہ میں بخاری کی کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا ہوں۔ میں وہاں سے ان مسلمانوں کی حالت پر افسوس کرتا ہوں نکلا کہ جنہوں نے دشمن اسلام و پیغمبرؐ کو وہ تہیاء فراہم کئے جنہیں وہ اب ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہیں ان تہیاء دینے والوں میں سرفہرست بخاری ہے اس روز میں بہت ہی رنجیدہ گھر واپس آیا اور صبح بخاری کے صفحات پلٹا شروع کئے تو مجھے عائشہ کے فضائل میں سب کچھ مل گیا۔ اس وقت میں نے شکر خدا ادا کیا ورنہ میں رسولؐ کی شخصیت کے بارے میں شک میں پڑا ہوتا اگرچہ ان چیزوں نے پہلے مجھے شک میں مبتلا کیا تھا۔ العباد باللہ۔

یہاں ان بعض روایات کا ذکر کر دینا ضروری ہے جو مباحثہ و مناقشہ کے درمیان ہوئی تھیں تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ تنقید کرنے والے ہم پر پیمانہ نہیں باندھتے ہیں انھوں نے ہماری صحاح میں خامیاں پائیں اور انھیں ہمارے خلاف استعمال کیا ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الخلق کے باب "تزوج النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہ وقد وہمہ المدینہ وبنانہ بہا" میں عائشہ
سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

جب نبیؐ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میری عمر
چھ سال تھی، پھر ہم مدینہ آئے اور حرث ابن خزرج کے گھر
اترے پس وہاں میرے بالوں میں گرد بھر گئی ایک روز میرے
پاس میری ماں ام رومان آئیں تو اس وقت میں اپنی سہیلیوں
کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی وہ غضب ناک ہوئیں میں ان کے
پاس آئی لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ وہ مجھ سے کیوں ناراض ہیں
مجھ سے کیا چاہتی ہیں، پس انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ
پر لاکھڑا کیا، میری سانس پھول گئی تھی جب تھوڑا سکون
ملا تو انھوں نے میرا چہرہ اور سر دھویا اور پھر مجھے گھر میں داخل
کیا، میں نے دیکھا کہ وہاں انصار کی عورتیں جمع ہیں انھوں نے
مجھے دعائیں دیں میری ماں نے مجھ ان کے سپرد کر دیا۔
انھوں نے میری زلفیں سنواریں پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ اس وقت میرا سن نو برس
کا تھا۔

اس قسم کی روایات کی حاشیہ آرائی کا کام میں فارمین کے
سپرد کرتا ہوں۔

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب،
"الانساب الى الناس" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

میں نبی کے گھر گریوں سے کھیلتی تھی اور میری
سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں جب رسول اللہ
آتے تھے تو وہ سہیلیاں ہٹ جاتی تھیں تو آپ انھیں میرے
پاس بھیجتے تھے وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

اگر آپ اس قسم کی روایات کا مطالعہ کریں گے تو کیا اس کے
بعد بعض مستشرقین کی تنقید پر اعتراض کر سکیں گے؟

اپنے پروردگار کی قسم کھا کے مجھے بتائیے! جب آپ رسول
کے بارے میں عائشہ کا یہ قول پڑھیں گے کہ میں نے تو آپ کے رب کو آپ کی
خواہش کے متعلق جلد باز پایا۔ لے

دسج بتائیے! اس عورت کے متعلق آپ کے دل میں کتنا
احترام باقی رہے گا۔ جو نبی کی پاکیزگی میں شک کرتی ہے۔ کیا اس سے آپ کے
دل میں یہ بات نہیں آئے گی کہ ان کی بے وقوفی کی دلیل ہے ان کی عقل کامل نہیں تھی
کیا اس کے بعد ان دشمنان اسلام پر ملامت کی جا سکے
گی جو اکثر اس بات کو ہوا دیتے ہیں کہ محمد عورتوں کو بہت دوست رکھتے تھے
اور شہوت پرست تھے پس جب وہ بخاری میں یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا
پروردگار ان کی خواہش (نفس) کے بارے میں سرعت سے کام لیتا ہے نیز
بخاری میں یہ دیکھتے ہیں کہ محمد ایک گھنٹے میں گیارہ عورتوں سے جماع کرتے تھے اور
انھیں تیس کی طاقت دی گئی تھی۔

تو ان مسلمانوں پر ملامت کرنی چاہیے کہ جنہوں نے اس

قسم کی خرافات کو کھایا ہے اور ان کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا ہے بلکہ انھیں
 قرآن کے مثل جانا ہے کہ جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن وہ (اہلسنت)
 تمام چیزوں میں مجبور ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے عقیدہ میں بھی آزاد نہیں ہیں۔
 کسی چیز میں ان کا اختیار نہیں ہے۔ یقیناً یہ کتابیں ان پر اولین حکام نے تحمیل (تھوپ)
 کی تھیں اب ہم ان روایات کو سپرد قلم کر رہے ہیں جنہیں بخاری نے اہمیت
 کی منقصدت کے لئے نقل کیا ہے۔

چنانچہ اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "شہود الملائکہ
 بدر" ۱۷ میں علی ابن حسین سے روایت کی ہے کہ حسین ابن علیؑ نے خبر دی
 ہے کہ علیؑ نے فرمایا:

بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک اونٹنی
 ملی تھی اور نبیؐ نے بھی مجھے خمس میں سے کچھ دیا تھا جس میں روز
 فاطمہ بنت نبیؐ سے میری نسبت ہوئی تو میں نے بنی فہر
 کے ایک اونٹوں کو سنوارنے والے کو تیار کیا کہ وہ میرے
 ساتھ آئے وغیرہ میں چلے، میرا خیال تھا کہ اسے فروخت کر
 کے عروسی کا ولیمہ کر دوں گا۔ جب میں اپنی اونٹنی کا کجاوہ
 خوب چارہ رسیاں جمع کر لیں جبکہ میری اونٹنی انصار میں سے ایک
 شخص کے حجرہ کے سایہ میں بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس
 کا کوہان کٹا ہوا ہے۔ اور پہلو چاک ہیں۔ بجز نکال لئے

سہ وناوی۔ إليك من نشاء ومن ابتغيت ممن عزلت فلا جناح عليك ﴿

لے بخاری، جلد ۵ ص ۱۶

گئے ہیں یہ منظر دیکھ کر میں ہکا بکار ہو گیا، میں نے کہا یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حمزہ ابن عبد المطلب نے اور وہ اس گھر میں ہیں انصار میں سے کچھ ان کے ساتھی بھی موجود ہیں ان کے پاس شراب کی بوتل ہے۔ پس حمزہ نے تلوار اٹھا کر ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور پہلو چاک کر کے ان کے جگر نکال لئے، حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کے پاس زید ابن حارث بھی بیٹھے تھے۔ میری حالت سے نبیؐ نے اس کا اندازہ لگالیا۔ اور فرمایا: تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ حمزہ نے میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے ہیں۔ ان کے پہلو چاک کر کے جگر نکال لئے ہیں اور وہ فلاں گھر میں شرابیوں کے درمیان بیٹھے ہیں، نبیؐ نے اپنی ردالمطلب کی، دوش پر ڈالی اور روانہ ہوئے۔ میں نے اور زید نے بھی آپؐ کا اتباع کیا اس گھر پر پہونچے جس میں حمزہ تھے، داخل ہونے کی اجازت طلب کی، اجازت ملی تو نبیؐ نے حمزہ کی حرکت پر انھیں لعنت ملامت کی، شراب کے نشہ سے حمزہ کی آنکھیں سرخ تھیں۔ حمزہ نے نبیؐ کو دیکھا پھر نظر اٹھا کر آپؐ کے چہرہ کی طرف دیکھا اور کہا تم میرے والد کے غلام ہو۔ پس نبیؐ سمجھ گئے کہ یہ چڑھائے ہوئے ہے لہذا خاموش ہو گئے اور واپس پلٹ گئے ہم بھی ان کے ساتھ نکل آئے۔

قارئین اس جھوٹ سے لبریز روایت میں غور کریں جس میں سید الشہداء پر سب دشتم ہے کیونکہ وہ (سید الشہداء) اہلبیت کے لئے باعث افتخار ہیں۔ کتنی ہی مرتبہ اپنے اشعار میں حضرت علیؑ نے جناب حمزہ پر فخر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: حمزہ شہیدوں کے سردار میرے چچا ہیں۔ اور بارہا رسولؐ نے ان پر فخر کیا ہے اور جب وہ قتل ہوئے تو رسولؐ نے ان پر گریہ کیا۔ اور سید الشہداء کے لقب سے نوازا۔

نبیؐ کے عم حمزہ وہ ہیں جن کے ذریعہ خدا نے اسلام کو اس وقت عزت بخشی تھی جب کمزور مسلمان مخفی طور پر خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا اپنے بھتیجے کی نفرت میں قریش کے مقابلہ میں ڈٹ جانے اور قریش سوراؤں کے سامنے اسلام کا اعلان کرنے والا واقعہ مشہور ہے۔ حمزہ وہ ہیں جنہوں نے ہجرت میں سبقت کی اور اپنے بھتیجے کے لئے ہجرت کے اسباب فراہم کئے۔

حمزہ اپنے بھتیجے علیؑ کے ساتھ بدر واحد کے سوراؤں میں تھے۔ خود بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب قولہ: «هَذَا خِصْمَانِ اخْتَصِمُوا فِي دَبْهَمٍ» میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن حمزہؑ کے سامنے خصومت کے لئے میں بحث کروں گا قیس کا قول ہے یہ آیت انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بدر میں مبارزہ کرنے والے علیؑ، حمزہؑ، عبیدہ اور شیبہ ابن ربیعہ، عتبہ ابن ربیعہ اور ولید ابن عتبہ تھے۔

بخاری کو ایسی ہی روایات نقل کرنے میں سکون ملتا ہے جو اہلیت کی باعث افتخار چیزوں میں رخنہ پیدا کرتی ہیں اور اس قسم کی حدیث گٹھنے والوں کا سلسلہ طویل ہے۔

بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے عبدان نے بیان کیا، ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، ہمیں یونس نے خبر دی اور ہم سے احمد ابن صالح نے بیان کیا، ہم سے عُبْنَةُ نے بیان کیا، ہم سے یونس نے زہری کے حوالہ سے بتایا کہ ہمیں علی ابن حُسَین نے خبر دی ہے لہٰذا ان سات اشخاص سے بخاری نے روایت نقل کی ہے قبل اس کے کہ سَنَد کا سلسلہ سیدالساجدین تک پہنچے۔ کیا زین العابدین کے شایان شان یہ بات تھی کہ وہ اس قسم کی جھوٹی باتوں کو بیان کریں کہ سیدالشہداء شراب پیتے تھے۔ جب وہ اسلام لایچکے تھے اور ہجرت کر چکے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مسلمان شکنجہ میں مبتلا تھے۔ جیسا کہ روایت سے واضح ہے کہ وہ ادنیٰ علی کی شادی کے ولیمہ کے لئے تھیں جو کہ دو ہجری میں انجام پذیر ہوئی تھی۔ اور نبیؐ نے علیؑ کو بدر کے مال غنیمت میں سے ان کا حصہ عطا کیا تھا۔ اور کیا سیدالشہداء خمر کے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ زنا کار عورت سے گانا سنیں اور اس کے کہنے سے بے دھراک ادنیوں کو کاٹ ڈالیں۔

کیا یہ بات سیدالشہداء (حمرہ) کے شایان شان ہے کہ بلاذیجہ کا گوشت کھائیں اور اس کے پہلو کو شکافتہ کر کے کلیجہ نکال لیں۔

کیا یہ بات رسولؐ کو زیب دیتی ہے کہ وہ بیہودہ اور شراب

پینے والوں کے مجمع میں پہنچیں اور حمزہ پر ناراض ہوں؟
 کیا سید الشہداء کے لئے یہ مناسب تھا کہ وہ شراب
 سے اتنے مست ہو جائیں کہ آنکھوں کا رنگ سرخ ہو جائے۔ اور وہ رسول
 پر اس طرح سب قشتم کریں کہ تم میرے والد کے غلام ہو؟
 کیا رسول کے لئے یہ سزاوار تھا کہ وہ پچھلے پاؤں میں
 لوٹ جائیں اور بغیر سرزنش کے چلے جائیں جبکہ مشہور یہ ہے کہ آپ کا
 غضب خدا کے لئے ہوتا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ روایت حمزہ کے بچائے ابو بکر
 یا عمر یا عثمان یا معاویہ کے بارے میں نقل ہوئی ہوتی تو بخاری اسے قباحت
 کے پیش نظر نقل نہ کرتے اور اگر نقل کرتے تو کاٹ چھانٹ کر نقل کرتے
 اس کا کیا کیا جائے کہ بخاری ان افراد سے خوش نہیں ہیں جنہوں نے خلفاء
 کے مسلک کا انکار کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ کہہ بلا میں سب شہید کر دئے
 گئے رسولؐ علیؑ ابن الحسینؑ کے کوئی نہ بچا لیکن دشمنوں نے ان کی زبان
 سے جھوٹی بات گڑھ کے نقل کر دیا۔

بخاری فقہ اہلبیت سے متعلق اور نہ ہی ان کے
 علوم سے مربوط نہ ہی ان کے زہد و خصلت کے بارے میں کوئی حدیث
 نقل کرتے کہ جن سے اہلسنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

اُسے بخاری سے دوسری روایت سنیں جس میں وہ
 اہلبیت پر طعن کرتے ہیں جب بخاری سمیت روایات نے علیؑ ابن ابیطالبؑ میں
 کوئی خامی نہیں دیکھی اور نہ ان کی طول حیات میں کبھی جھوٹ کا شائبہ پایا ہے
 اور نہ کسی گناہ و خطا کا سراغ ملا ہے اور ایسی کوئی بات انہیں مل جاتی تو اس کے

پروٹیکنڈے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے اس لئے ان پر اتہام لگانے کے لئے یہ روایت گڑھی کہ وہ نماز کو حقیر سمجھتے تھے (معاذ اللہ)
بخاری اپنی صحیح کی کتاب الکسوف کے باب ”تحریض النبئی
على صلاة الليل وطرق النبى فاطمه وعليهما السلام ليلة الصلاة“، لے

حدثنا أبو اليمان قال: أخبرنا شعيب عن الزهري قال:
أخبرني علي بن حسين أن حسين بن علي أخبره أن علي
بن أبي طالب أخبره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم
على ابن أبي طالب نے فرمایا کہ رسول نے مجھ اور
فاطمہ بنت نبیؑ کو رات میں جگایا اور فرمایا: تم نماز نہیں
پڑھو گے؟

میں نے کہا: یا رسول اللہ ہمارے نفس اللہ کے
ہاتھ میں ہیں جب وہ چاہے گا کہ ہمیں برا کیخندہ کرے تو ہم
اٹھ کھڑے ہوں گے جب ہم نے یہ بات کہی تو نبیؑ واپس
چلے گئے اور مجھ کچھ نہیں کہا: پھر میں نے انھیں فرماتے ہوئے
سنا ”حالانکہ آپؐ زانو پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے، کہ
انسان بہت سی چیزوں میں جہال کرتا ہے۔“

بُخاریؒ نے خدا سے ڈر وایہ علیؑ وہ ہیں جن کے بارے میں
مورخین ہمیں بتاتے ہیں کہ آپؐ نے جنگ صفین میں لیلۃ المحریر میں نماز شب
ادا کی اور اس وقت فوجوں کے دونوں کسٹوں کے درمیان نیزے چک رہے تھے

اور چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے مصلا بچھایا اور کوئی پروانگی اور نہ ہی نماز توڑی۔

علی ابن ابیطالب وہ ہیں جنہوں نے لوگوں کے لئے قضا و قدر کا مفہوم واضح کیا اور انسان کو اس کے افعال کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ لیکن بخاری تم اس روایت میں ان کو جبری (جبر کا قائل) قرار دے رہے ہو کہ جس کے ذریعہ وہ رسول سے خواہ مخواہ بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں اگر وہ چاہے گا تو ہم اٹھ جائیں گے۔ یعنی اگر خدا چاہے گا کہ ہم نماز پڑھیں تو ضرور پڑھیں گے۔

علی ابن ابیطالب وہ ہیں کہ جن کی محبت ایمان اور جن کا بغض نفاق ہے تم ان کو جھگڑا اور قرار دے رہے ہو یہ تو سفید جھوٹ ہے اس سلسلہ میں کوئی بھی تمہاری موافقت نہیں کرے گا یہاں تک کہ امام کا قاتل ابن ملجم اور آپ کا سخت ترین دشمن جس نے منبروں سے آپ پر لعنت کا سلسلہ جاری کیا وہ معاویہ بھی اس بات کی تائید نہیں کرے گا یہ تو بہت ہی گری ہوئی بات ہے لیکن تم نے اس کے ذریعہ بہت کچھ کمایا ہے۔ تم نے اپنے زمانہ کے حکام کو جو اہلیت کے دشمن تھے، راضی کیا اور انہوں نے اس پست دنیا میں تمہاری عظمت کو بڑھا دیا لیکن امیر المومنین کے سلسلہ میں جو تمہارا موقف ہے اس سے تم نے اپنے خدا کو ناراض کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام وہ ہیں جو سفید پیشانی والوں کے سردار اور تسم جنت دار ہیں۔ یہی قیامت کے روز اعراف پر کھڑے ہوں گے اور ہر ایک کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے بلکہ

لے حکمانی جعفری نے شواہد التنزیل کی جلد ۱۹۸ پر خداوند عالم کے اس قول —

اور جہنم سے کہیں گے یہ تمہارا ہے اور یہ ہمارا ۔ لے
اے بخاری مجھے نہیں معلوم کہ قیامت کے دن تمہاری
کتاب اسی شکل میں ہوگی کہ جس شکل میں اب ہے کہ جس کی جلد خوبصورت
انداز میں بندھی ہوئی ہے ۔۔۔۔۔

ہاں بخاری کے لئے یہ بہت بڑی بات تھی کہ وہ اپنے نیک
وسو راۓ عمر ابن خطاب کو پانی نہ ملنے کے سبب تاک الصلاة لکھ دیں اور
عمر اپنے ہی مسلک پر اپنی خلافت تک برقرار رہے۔ چنانچہ قرآن و سنت کے
مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ میں تو نماز نہیں پڑھوں گا۔

پس اس نے حدیث گڑھنے والوں کو تلاش کیا اور
انہوں نے اس کی فرمائش پر یہ حدیث گڑھ دی کہ علیؑ پر نماز شب پڑھنا
دشوار تھا۔ اگر ہم اس حدیث کی صحت کو قبول بھی کریں تو بھی کوئی حرج نہیں
ہے اور نہ ہی علیؑ کے لئے کوئی گناہ ہے کیونکہ یہ نماز نافذ ہے جس کے پڑھنے
میں ثواب ہے اور نہ پڑھنے میں عذاب نہیں ہے۔ اس کو عمر کی واجب نماز

«وعلى الأعراف رجال يعرفون كلاً بسيماهم» کی تفسیر میں، اور حاکم نے علی علیہ السلام
سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن ہم جنت و جہنم کے درمیان کھڑے ہوں گے پس جس نے
ہماری مدد کی ہوگی ہم اسے پیشانی سے پہچان لیں گے

لے ابن حجر شافعی نے صواعق محرقہ کے ص ۱۰۱ پر نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے
علی تم قسم جنت و نار ہو اور تم قیامت کے دن جہنم سے کہو گے کہ یہ میرا ہے اور وہ تمہارا ہے
ابن حجر اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابو بکر نے علیؑ سے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ
وہ فرما رہے تھے کہ صراط سے گزرنے والی کسی کے لئے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک علیؑ نہ لکھ دیں۔

چھوڑ دینے پر تیا س نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ بخاری ہی نے نقل کیوں نہ کی ہو۔

بخاری اہلسنت کے نزدیک صحیح ہے اور اہلسنت مسلک خلفاء کے تائید کرنے والے ہیں اور اس مسلک پر بنی امیہ اور بنی عباس کھے سیاست کی بنیاد استوار ہے محقق اس حقیقت کو جانتا ہے۔ آج تو یہ کسی پر مخفی نہیں ہے اور اہلسنت ان حکام کی سیاست کا اتباع کرتے ہوئے کہ جنہوں نے انہیں اہلبیت اور ان کے شیعوں کی دشمنی پر ابھارا اور لاشعوری طور پر اہلبیت اور ان کے شیعوں کے دشمن بن گئے ہیں کیونکہ وہ ان کے دشمنوں سے دوستی اور ان کے دوستوں کو دشمن رکھتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے بخاری کی عظمت کو بڑھایا۔ ان کے پاس اہلبیت کے آثار میں سے کچھ نہیں ملے گا اور نہ ہی بارہ اماموں کے اقوال ملیں گے۔ یہاں تک کہ باب مدینۃ العلم کہ جنکو نبی سے وہی نسبت تھی جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ اور نبی ان کے مربی تھے۔ جیسی کوئی چیز نہیں ملے گی۔

یہاں اہلسنت سے ایک سوال ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ کون سی چیز ہے جس کو بخاری نے تمام محدثین کے علاوہ ثابت کیا ہے تاکہ تمہارے نزدیک فضیلت پائیں؟؟

میرے خیال میں اس کا واحد جواب یہ ہے کہ بخاری وہ ہے کہ:

۱۔ جس نے صحابہ ابو بکر، عمر، عثمان معاویہ کی مخالفت میں منقول احادیث میں تدلیس کی اور یہ وہ راستہ ہے جس کی معاویہ اور دیگر حکام نے دعوت دی تھی۔

۲۔ اور ان احادیث کو صحیح ثابت کیا ہے جن سے رسول کے

عصمت مخدوش ہوتی ہے اور جو رسول کو ایک عام انسان بنا کر پیش کرتی ہیں کہ جس سے خطا سرزد ہوتی ہے، اور یہ چیز وہ ہے جو طول تاریخ میں حکام کی پسندیدہ رہی ہے۔

۳۔ خلفائے ثلاثہ کی فضیلت میں گڑھی ہوئی جھوٹی حدیثوں کو نقل کیا اور علی ابن ابیطالب پر انھیں فضیلت دی یہ معاویہ کی دلی خواہش تھی وہ چاہتا تھا کہ علیؑ کا ذکر مٹ جائے۔

۴۔ ایسی احادیث کی روایت کی جن سے اہلبیت کی عظمت و شرافت پر حرج آتا ہے۔

۵۔ ایسی احادیث کو قلمبند کیا جو خلافت کے سلسلہ میں مذہب جبر و تجسیم اور قضا و قدر کی تائید کرتی ہیں اور اس کو اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لئے بنی امیہ و بنی عباس نے رواج دیا۔

۶۔ ایسی جھوٹی احادیث کو دکھا جو خرافات اور قصص کہانیوں سے مشابہت رکھتی ہیں تاکہ امت کو ان میں مبتلا رکھا جائے یہ ایک جماعت کا پر پکینڈہ ہے جو بخاری کے معاصر حکام کی خواہش تھی۔

قارئین محترم مثال کے طور پر آپ کے سامنے یہ روایت ہے:

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بد الخلق کے باب "ایام الجاہلیہ" جلد ۳ ص ۲۳ پر روایت کی ہے کہ ہم سے نعیم ابن حماد نے اور ہشیم نے حصین سے اس نے عمرو ابن سمیون سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:

میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندریہ کو دیکھا کہ جس کے چاروں طرف بندر جمع تھے اس بندریہ نے زنا کر لیا تھا۔

پس بندروں نے اسے سنگسار کیا تو میں نے بھی ان
کے ساتھ اس پر پتھر برسائے ۔

میں بخاری سے کہتا ہوں شاید خدا نے بندروں پر رحم
کیا اور ان کے لئے اس سنگساری کے حکم کو منسوخ کر دیا جو ان پر جنت
سے نکالنے کے بعد عائد کیا تھا۔ اور زمانہ اسلام میں ان کے لئے زنا کو
مباح قرار دیا جبکہ زمانہ جاہلیت میں حرام تھا۔ اسی لئے محمدؐ کی بعثت سے
یکسر کسی مسلمان نے اب تک یہ دعویٰ نہ کیا کہ میں بندروں کے سنگسار
کرتے وقت وہاں حاضر تھا۔ یا ان کا شریک تھا ۔

خاتمہ بحث

کیا محقق اور آزاد علماء ان خرافات پر کہ جن کی مثال بخاری میں بکثرت موجود ہے خاموش رہیں گے۔ اور کچھ نہیں بولیں گے۔

ممکن ہے کچھ لوگ یہ کہیں کہ بخاری کو کیوں نشانہ بنایا جاتا ہے؟ جبکہ دوسری کتابوں میں بھی تو ضعیف حدیثیں موجود ہیں، یہ بات واضح ہے لیکن ان میں سے بخاری کو منتخب کیا ہے کیونکہ اس کتاب نے وہ شہرت پائی ہے کہ جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا، حدیث گوئی علمائے اہلسنت کے درمیان اسے قرآن کے برابر سمجھا جانے لگا جس میں کسی بھی طرف سے باطل کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ اس (قرآن) میں مرقوم آؤدہ صحیح ہے اس میں شک نہیں کیا جاسکتا، بخاری کی تقدیس کا چشمہ سلاطین و ملوک سے پھوٹتا ہے خصوصاً عباسی عہد سے کہ جس میں بیشتر کرسیوں پر فارس (ایران) والے قبضہ جما چکے تھے۔ اور حکومت کے انتظامی امور میں ذخیل تھے ان میں سے بعض وزیر اور شیر تھے اور بعض طبیب و علم ہیئت کے ماہر تھے ابو فراس کہتا ہے:

أبلغ لديك بني العباس مالكة لا يدعوا ملكها ملاكها العجم
أي المفاخر أمت في منازلکم وغیرکم أمر فیها ومحکم

بنی عباس تمہیں حکومت و خلافت مل گئی ہے
لیکن تم یہ دعویٰ نہ کرو کہ وہ تمہارے قبضہ و اختیار میں ہے
اس کے مالک تو عجم والے ہیں یہ کون سے فخر کی بات ہے
کہ خلافت و حکومت تمہارے گھر میں ہے جبکہ اس کے
حاکم تمہارے غیر ہیں۔

فارس والے اپنی پوری طاقت کو کام میں لا کر انھوں نے اپنے
اشر و رسوخ کو استعمال کیا۔ یہاں تک کہ قرآن کے بعد بخاری کو مرتبہ اول
مل گیا اور ابو حنیفہ تینوں اماموں کے اوپر امام اعظم بن گئے۔
اور اگر فارس والوں کو حکومت بنی عباس کے زمانہ میں
قوم عرب کے بھرپور اٹھنے کا خوف نہ ہوتا تو وہ بخاری کو قرآن پر بھی ترجیح دیتے
اور ابو حنیفہ کو نبی پر مقدم کرتے اور کون جانتا؟

میں نے ان کے اس قسم کے بعض خیالات پڑھے ہیں۔
ان میں سے بعض تو صاف کہتے تھے کہ حدیث قرآن پر حکم لگانے والی ہے۔
حدیث سے ان کی مراد بخاری ہی ہوتی تھی۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر حدیث
نبی اور ابو حنیفہ کے اجتہاد و رائے میں تعارض و ٹکراؤ ہو جائے تو ابو حنیفہ
کی رائے کو مقدم کرنا واجب ہے۔ اور اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ
چونکہ حدیث میں متعدد احتمال ہوتے ہیں اگر یہ صحیح ہو تو فہما اور اگر اس کی
صحت میں شک ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

امت اسلامیہ رفتہ رفتہ تکبر کا شکار ہوتی چلی گئی۔ وہ

ہمیشہ محکوم رہی اس کی راہوں کا انتخاب فارس و مغل، ترک و فرانس،
 و انگلینڈ اور اٹلی کے بادشاہ و سلاطین کرتے رہے۔ بیان کرنے میں کیا حرج؟
 اکثر علماء و حکام کے پس پشت رہنے کے عادی تھے۔
 فتویٰ دیتے تھے مال لیتے تھے۔ مال کی طمع میں چا پلو سی کرتے تھے وہ ہمیشہ
 (اس زمانہ کی) سیاست کے مطابق عمل کرتے تھے (تفرقہ ڈالو محفوظ رہو)
 انھوں نے کسی ایک کو اجتہاد کی اجازت نہ دی اور نہ اجتہاد کے اس دروازہ
 کو کھولنے کی اجازت دی جس کو حکام نے دوسری صدی کے آغاز ہی میں اہلسنت
 کے درمیان فتنہ و جنگ کے خوف سے بند کر دیا تھا۔ اہلسنت کی اکثریت تھی
 وہ ہی حکومت پر قابض تھے اور شیعہ اقلیت میں تھے اور یہی ان کی نظر میں
 سب سے بڑا خطرہ تھا اس کے لئے بھی کچھ سوچنا تھا۔ لہذا علمائے اہلسنت اس
 سیاسی کھیل میں مشغول رہے۔ اور انھیں (شیعوں کو) کافر ثابت کرنے اور
 اور ان پر تنقید کرنے میں لگے رہے۔ اور ہر طرح سے ان کی دیلوں کی تردید
 کرتے رہے یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور ہزاروں
 نیکو کار افراد کا خون بہایا گیا۔ جبکہ ان کا صرف یہ تصور تھا کہ وہ عزت نبی سے
 محبت رکھتے تھے اور ان حکام سے بیزار تھے جو بزدستی امت پر تسلط
 ہو گئے تھے۔

اور آج جبکہ ہم آزادی کے زمانہ میں، روشنی کے دور میں،
 زندگی گزار رہے ہیں جیسا کہ اسے علم کا عہد کہا جاتا ہے اور دنیا کے ممالک
 فضائی جنگ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں لگے
 ہوئے ہیں۔ اور پوری دنیا پر قابض ہو جانا چاہتے ہیں اس زمانہ میں بھی اگر کوئی
 عالم تعصب و تقلید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کوئی ایسی چیز لکھتا ہے جس سے

المبیت سے محبت کی بو آتی ہے۔ تو ان کا خون کھول جاتا ہے اور اپنی پوری طاقت کو اس پر لعنت کرنے اور اسے کافر ثابت کرنے میں صرف کر دیتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ اس نے ان کے مزاج کے خلاف اقدام کیا ہے۔ اگر وہ بخاری کی مدح اور تقدیس میں کتاب لکھتا تو علامہ بن جاتا۔ اس پر سونے کی بارش ہوتی اور ہر سمت سے اس کی مدح سرائی ہوتی اسے ایسے افراد مل جاتے جنہیں چاہو سی اور بری بات سے ان کی نماز و روزہ بھی نہیں روک سکے ہیں۔

آپ ان تمام مقتضیات میں غور کرتے ہیں کہ جو اکثر لوگوں کی گمراہی کے لئے کافی ہیں ان اسباب کے بارے میں سوچا جو بیشتر لوگوں کو ضلالت کی طرف کھینچتے ہیں، قرآن کریم اس مخفی راز سے آگاہ کرتا ہے، اس گفتگو کے ذریعہ جو خدائے ذوالجلال اور ابلیس لعین کے درمیان ہوتی تھی۔

خدا : میرے حکم کے بعد تجھے کس چیز نے سجدہ سے باز رکھا؟
ابلیس : میں ان (آدم) سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انھیں مٹی سے پیدا کیا ہے۔

خدا : جنت سے نکل جاؤ یہاں رہتے ہوئے تم کو تکبر کرنے کا حق نہیں ہے نکل جا تو پست افراد میں سے ہے۔
ابلیس : مجھے قیامت تک کی مہلت دی جائے۔

خدا : تم انتظار کرنے والوں میں سے ہو۔

ابلیس : جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں بھی ضرور تیرے سیدھے راستہ میں میٹھوں گا (تیرے بندوں کو گمراہ کر دوں گا) پھر انھیں چاروں طرف سے گھیر لوں گا تو، تو ان میں سے

اکثر لوگ شکر گزار نہ پائے گا۔

خدا ! تو یہاں سے نکل جا تو ذلیل و مردود ہے ان میں سے جو بھی تیرے ساتھ چلے گا تو میں ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔
اولاد آدم خبردار شیطان تمہیں فریب نہ دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان سے ان کا لباس اتر کر گر گیا اور دونوں برہنہ ہو گئے۔ وہ اور اسکی اولاد تم کو دکھیتی ہے لیکن تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہو ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں قبول کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب بھی کوئی برا کام انجام دیتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسے ہی پایا ہے۔ اور خدا ہی نے اس کا حکم دیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ خدا بری باتوں کا حکم نہیں دیتا ہے۔ کیا تم خدا کی طرف ان باتوں کی نسبت دیتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے ہو کہہ دیجئے میرا رب عدل کا حکم دیتا ہے اور ہر نماز کے وقت تم سب اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور خدا کو خالص دین کے ساتھ پکارو! اس نے جس طرح تمہاری انتہا کی اسی طرح تم اس کی طرف پلٹ کر بھی جاؤ گے۔ اس نے ایک گروہ کو ہدایت دی ہے اور ایک پر گمراہی مسلط ہو گئی ہے۔ انھوں نے شیاطین کو اپنا ولی بنا لیا ہے۔ اور خدا سے نظریں موڑ لی ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

اسی لئے تمام مسلمان بھائیوں سے کہتا ہوں کہ شیطان پر لعنت کرو اپنے اوپر اسے قابو نہ دو، اس علمی بحث کی طرف آؤ جسے قرآن و حدیث ثابت کرتی ہے۔ اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی ہے اسی چیز سے حجت قائم کرو جو ہمارے اور تمہارے نزدیک صحیح ہے۔ اور جو اختلاف کا باعث ہے اسے ایک طرف پھینک دیں۔ کیا رسول کا فرمان نہیں ہے کہ میری امت خطا پر جمع نہیں ہوگی۔ پس حق وہ ہے جس پر ہم شیعہ کوئی متفق ہیں اور جس میں اختلاف کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ اگر ہم ڈگر پر چلیں گے تو صلح و صفا اور اتفاق عام ہوگا اور ضرور اتحاد کی چادر کے نیچے جمع ہو جائیں گے اور ضرور خدا کی طرف سے مدد آئے گی اور زمین و آسمان کی برکتیں عام ہو جائیں گی، وقت نکلا جا رہا ہے جو لوٹ کر نہیں آئے گا اس دن کے آنے سے پہلے انتظار کا وقت ہے جس میں بیع و خیال نہیں ہوگا۔ اور ہم سب شیعہ سنی اپنے امام مہدیؑ کے انتظار میں ہیں ان کی بشارت کے سلسلہ میں ہماری کتابیں بھری پڑی ہیں کیا ہمارے ایک راستہ پر گامزن ہونے کے لئے یہ دلیل کافی نہیں ہے؟ شیعہ تمہارے بھائی ہیں اہلبیت انھیں کا ذخیرہ نہیں ہیں بلکہ محمدؐ اور ان کے اہلبیت تمام مسلمانوں کے امام درہبر ہیں یقیناً ہم سنی اور شیعوں کا حدیث ثقلین پر اتفاق ہے۔ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس سے متمسک رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ ہے کتاب خدا اور میری عزت اللہ اور مہدیؑ

لے گذشتہ بحث میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں کتاب و سنت کی لفظ آئی ہے کتاب خدا اور سنت رسولؐ دونوں صامت سے

ان کی عزت میں سے ہیں کیا یہ دوسری دلیل نہیں ہے ؟

اور اب جبکہ تاریخی و ظلم کا وہ زمانہ ختم ہو گیا کہ جس میں سے اہلیت عزت رسول سے زیادہ کسی پر ظلم نہیں ہوا یہاں تک کہ لوگوں نے مبزوں سے ان پر لعنت کی انھیں قتل کیا ان کی محذرات کو مسلمانوں کے مجمع عام میں بے پردہ کیا ۔

اب وہ وقت آن پہنچا ہے جس میں اہلیت نبی سے مظالم کو دور کیا جائے اور امت ان کے سایہ رحمت و عاطفت کی طرف رجوع کرے جو علم و عمل سے بریز ہے اور ان کے شجر کے گھنے سایہ کی طرف بڑھے کہ جہاں فضل و شرف کی بہتات ہے ۔ نبی اور ملائکہ ان پر درود بھیجتے ہیں اور مسلمانوں کو ہر نماز میں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ان سے محبت و مودت کا حکم دیا ہے ۔

اہلیت کی فضیلت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا ہے اس سلسلہ میں ہر زمانہ کے شعراء نے اشعار کہے ہیں ۔ ان سے متعلق فرزدق کہتا ہے :

ان عذّ اهل التقى كانوا ائمتهم	او قيل من خير اهل الارض قبل هم
من معشر جهم دين وبغضهم	كفر وقربهم ملجى ومعنصم
مقدم بعد ذكر الله ذكرهم	في كل برّ ومختوم به الكلم

۔ کلام ہیں ان کے لئے تہ جہان ناگزیر ہے پس رسول نے اس بات کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے کہ قرآن و سنت کے بیان کرنے والے ائمہ اہلیت ہیں جن کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وہ علم و عمل میں سب پر مقدم ہیں ۔

اگر اہل تقویٰ کو دیکھا جائے تو یہ ان کے امام ہیں
 اور یہ کہا جائے کہ روئے زمین پر سب سے بہتر کون ہے تو
 کہا جائے گا وہی ہیں۔ ان کی محبت دین اور ان سے بغض
 رکھنا کفر ہے، ان کی قربت پناہ گاہ اور محفوظ ٹھکانا ہے۔
 خدا کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے۔

کلام کی ابتداء اور انتہا وہی ہیں۔

اور مشہور شاعر ابو فراس اپنے مشہور قصیدہ شافیہ
 میں ان کی مدح کرتا ہے اور عباسیوں سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ ہم نے
 اس کے یہ اشعار منتخب کئے ہیں۔

يا باعة الخمر كفوا عن مفاخركم	لمعشر يبعهم يوم الهياج دم
خلوا الفخار لعلّامين ان شئلو	يوم السؤال وعمالين ان عملوا
لا يغضبون لغير الله ان غضبوا	ولا يضيعون حكم الله ان حكموا
تنشى التلاوة في آياتهم سحرا	وفي بيوتكم الاوتار والنغم
الركن والبيت والاسطار منزلهم	وزمزم والصفى والحجر والحرم
وليس من قسم في الذكر نعرفه	إلا وهم غير شك ذلك القسم

اے شراب فروشو! ان پر فخر نہ کرو جو جنگ

کے روز خون بیچتے ہیں، انتہاء علماء و عمل کرنے والوں

کا حق ہے۔ اگر وہ غضبناک ہوتے ہیں تو غیر خدا کے لئے

نہیں اور اگر کوئی حکم لگاتے ہیں تو حکم خدا کو ضائع نہیں کرتے

صبح کے وقت ان کے گھروں سے تلاوت کی آوازیں آتی

ہیں۔ جبکہ تمہارے گھروں سے نغموں اور دھوتاروں کی

آواز آتی ہے۔ زمزم و صفا اور حجر و حرم رکن و خانہ رکعبہ

اور پردے ان کی منزل ہے قرآن میں جتنی قسمیں آئی
ہیں لاریب و یاسیت کے لئے ہیں۔

زنجشیری، بیہقی اور قسطلانی نے ابو عبد اللہ محمد ابن علی
انصاری شاطی کے یہ اشعار نقل کئے ہیں :

عُدِّي وَتَيْمٌ لَا أَحَاوِلُ ذَكَرَهَا بَسُوهُ وَلَكِنِّي مُحِبٌّ لَهَا شَيْمٍ
وَمَا تَعْتَرِينِي فِي عَلِيٍّ وَرَهْطِهِ إِذَا ذَكَرُوا فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَا تَيْمٍ
يَقُولُونَ: مَا بَالُ النَّصَارَى تَحِبُّهُمْ وَأَهْلُ النَّهْيِ مِنْ أَعْرَبِ وَأَعَاجِمٍ
فَقُلْتُ لَهُمْ: إِنِّي لَأَحْسِبُ حُبَّهُمْ سَرَى فِي قُلُوبِ الْخَلْقِ حَتَّى الْبَهَائِمِ

میں عدی اور تیم کا ذکر برائی سے نہیں کرتا
ہوں لیکن میں (بنی) ہاشم کا محب ہوں میں علیؑ اور ان کے
شیعوں کی محبت کے سلسلہ میں کسی بات کی پرواہ نہیں
کرتا، کیونکہ خدا کے بارے میں لومت لائم کی پرواہ نہیں
کرنی چاہیے۔

لوگ کہتے ہیں کہ انصار کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ علیؑ
اور ان کی جماعت سے محبت کرتے ہیں میں کیوں نہ ان
سے محبت کروں جب عرب و عجم کے صاحبان عقل سے محبت
کرتے ہیں۔

میں ان سے یہ بات کہتا ہوں کہ ان کی محبت
کو میں پوری مخلوق کے قلب میں جاگزیں محسوس کرتا
ہوں یہاں تک کہ چوپائے بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔

بعض نصاریٰ نے خصوصاً علی ابن ابیطالب کے فضائل و مناقب میں اور عموماً اہلبیت کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں متعدد کتابیں تحریر کی ہیں جیسا کہ امام شاطبی نے اس بات کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے کہ "نصاریٰ کو کیا ہو گیا ہے وہ ان (علی) سے محبت کرتے ہیں یہ ایسی تعجب خیز بات ہے جو پہلی بنی رہے گی ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نصرانی اہلبیت کی عظمت کا اعتراف کرے اور اسلام نہ لائے؟ مگر یہ کہ خدا ہمیں قدرت و طاقت عطا کرے گا اس وقت اسلام لائیں گے اور پھر شوق سے یا خوف کے سبب اس سے چشم پوشی نہیں کر سکیں گے۔"

صاحب کشف الغمہ نے ص ۲ پر امیر المومنین کی مدح میں

کسی نصرانی کا قول نقل کیا ہے :

علي أمير المؤمنين صرمة له النسب الأعلى وإسلامه الذي بأن علياً أفضل الناس كلهم فلو كنت أهوى ملة غير ملتي وما لسواه في الخلافة مطمع تقدم فيه والفضائل أجمعوا وأورعهم بعد النبي وأشجع لما كنت إلا مسلماً أتشبع

علی، امیر المومنین صاحب عزیمت اور بہادر

ہیں ان کے سوا کسی کو خلافت کی طمع نہیں کرنا چاہیے وہ

حسب و نسب میں اعلیٰ ہیں وہ سابق الاسلام ہیں اور

ان کے فضائل پر اجماع ہے اگر میں اپنا مذہب چھوڑ کر

کوئی دوسرا مذہب اختیار کروں تو میں شیعہ مسلمان

ہو جاؤں گا۔

پس مسلمانوں کو نبی کے اہلبیت سے بدرجہ اولیٰ محبت

کرنا چاہیے کیونکہ رسالت کا پورا اجر ان کی محبت پر موقوف ہے۔

عنقریب میری ندا سننے والے کالوں، کشادہ قلوب
 اور بالبصیرت آنکھوں تک پہنچنے کی جس کے ذریعہ میں دنیا و آخرت میں
 خوش بخت ہو جاؤں گا۔ خدا سے میری دعا ہے کہ میرے عمل کو اپنے
 لئے خالص قرار دے اور اسے قبول کر لے، میری خطاؤں کو بخش دے
 اور مجھے دنیا و آخرت میں محمد و آل محمد کا خدمت گزار بنادے کیونکہ ان کی
 خدمت میں عظیم کامیابی ہے۔ بیشک میرے رب کا راستہ سیدھا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین والصلاة

والسلام علی محمد وآله الطیبین الطاہرین۔

محمد تاجانی السامی

فہرست

صفحہ نمبر	نمبر شمارہ
۳	۱ حرف مترجم
۵	۲ مقدمہ
۱۳	۳ سید ابوالحسن ندوی کے نام کھلا خط
۳۰	۴ پوچھ لو
	۵ پہلی فصل
۲۵	۶ پہلا سوال - رویت خدا اور اس کے محکم ہونے کے بارے میں
۳۱	۷ دوسرا سوال - عدل الہی و جبر سے متعلق
۵۹	۸ خدا سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ
	۹ دوسری فصل
	رسول سے متعلق
۶۵	دوسرا سوال - عصمت رسول کے بارے میں
۱۰۷	۹ رسول سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

الماک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں، نیکوکاروں کو بریکار
میں بدکرداروں کو اپنے قبضہ میں رکھا

باوجودیکہ رسول نے ان پر لعنت کی ہے اور ان احادیث
میں انھیں (الہست کو) کوئی خدشہ نہیں ملا ہے، کیونکہ وہ صحابہ ان احادیث
کو بخوبی جانتا ہے لہذا انھوں نے ان احادیث کے مقابلہ میں اور حدیثیں
گڑھیں کہ جنھوں نے حق کو باطل میں تبدیل کر دیا اور رسول کو ایک عام انسان
بنادیا کہ جس پر جاہلیت کی حمیت طاری ہو جاتی ہے اور کبھی اتنے مغلوب
الغضب ہو جاتے ہیں کہ ناحق کسی شخص پر سب و شتم کرنے لگتے ہیں۔ انھوں نے
اپنے ملعون سرداروں کے دفاع میں یہ حدیث گڑھی کہ جسے بخاری نے اپنی
صحیح کی کتاب الدعوات کے باب قول النبیؐ ”من آذیتہ فاجعلہ لہ زکاة ورحمة“
میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البر والصلة والادب کے باب ”من لعنہ
النبیؐ الہ...“ میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

رسول کے پاس دو اشخاص آئے اور کسی ایسی
چیز کے بارے میں بحث کرنے لگے جسے میں نہیں جانتی پس
رسول ان پر غضبناک ہوئے اور لعنت و سب و شتم کیا۔
جب وہ چلے گئے تو میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ان دونوں
سے کیا غلطی ہوگئی تھی؟ آپ نے فرمایا: تم کیا کہہ رہی ہو؟
میں نے کہا آپ نے ان پر لعنت کی ہے، فرمایا
کیا تم نہیں جانتی ہو کہ میں نے اپنے رب سے شرط کر رکھی ہے کہ
پروردگار میں بشر ہوں پس اگر میں کسی مسلمان
پر لعنت کروں یا اسے برا بھلا کہوں تو تو اس سے معاف فرما،

اور اسے اجر عطا فرما»

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی نے فرمایا:

بارالہا! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کوتاہی

نہ کروں گا اس لئے کہ میں بشر ہوں بس اگر میں کسی مومن

کو برا بھلا کہوں یا اس پر لعنت کروں یا کوڑے ماروں

تو تو اسے اس شخص کے لئے رحمت و رافت قرار

اور روز قیامت اسے اپنے تقرب کا ذریعہ بنا دے۔

ایسی ہی گڑھی ہوئی احادیث کی رو سے نبی غیر خدا پر

غضبناک ہوتے ہیں سب دشتم کرتے ہیں بلکہ لعنت کرتے ہیں اس کو

کوڑے لگاتے ہیں جبکہ وہ ان کا مستحق نہیں ہوتا ہے (معاذ اللہ یاہ کون

سانی ہے کہ جب شیطان سوار ہوتا ہے تو معقولات کے دائرہ سے

باہر ہو جاتا ہے کیا کوئی عام آدمی ایسا فعل انجام دے سکتا ہے؟ کیا یہ فعل

بیع نہیں ہے؟

ایسی احادیث کے ذریعہ بنی امیہ کے وہ حکام جن پر

رسول اللہ نے لعنت کی، جن کے حق میں بددعا فرمائی اور جن کو بعض

فاحشات کے ارتکاب کی بنا پر کوڑے لگوائے اور لوگوں کے سامنے

ذلیل کیا، مظلوم بن گئے اور پاک و پاکیزہ، لائق رحم خدا کے مقرب بن گئے

یہ گڑھی ہوئی احادیث خود ہی اپنی مخالفت کرتی ہیں

اور گڑھے والوں کو ذلیل کرتی ہیں، رسول اللہ کسی پر لعنت نہیں کرتے

تھے اور نہ ہی فحش بکھتے تھے، حاشا... حاشا... انھوں نے چھوٹے منہ

سے بڑی بات کہی، خدا ان پر اپنا قہر نازل کرے اور ان کے لئے دردناک

عذاب تیار ہے ۔

ان باطل خیالات کی جھکنی کرنے کے لئے ہمارے لئے بخاری
و مسلم کی عائشہ سے نقل کی ہوئی ایک ہی روایت کافی ہے ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب ”لم یکن النبی
فاحشا متفحشا“ میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:
یہودی نبی کے پاس آئے اور اسام علیکم کہا
عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: تمہیں پر تباہی اور خدا کی لعنت
و قہر ہوئی ہے فرمایا: چھوڑو! عائشہ ٹھنڈے دل سے کام لو۔
فحش سے پرہیز کرو، میں نے عرض کی کیا آپ نے نہیں سنا
انھوں نے کیا کہا ہے؟ آپ نے جواب دیا کیا تم نے نہیں سنا
کہ میں نے کیا کہا ہے؟ میں نے ان کو بدعا کو انھیں پر لوٹا
دیا، ان کے بارے میں میری بددعا سنی جائے گی اور میرے
سلسلہ میں ان کی نہیں سنی جائے گی ۔

جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البر والصلوة والادب میں
تحدیر کیا ہے کہ رسول نے مسلمان کو لعنت کرنے سے منع کیا ہے یہاں
تک کہ انھیں چوپایوں اور حیوانوں پر بھی لعنت کرنے سے منع کیا ہے ۔
آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ آپ مشرکین کے حق میں بددعا کر دیجئے آپ نے
فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو مرنے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں
یہ ہے وہ چیز جس سے قلب رحیم اور خلق عظیم کا پتہ چلتا ہے
اور یہی چیز رسول سے مخصوص تھی وہ کسی پر ناحق سب و شتم اور لعنت نہیں کرتے
تھے اور کسی غیر مستحق کو ڈرے نہیں لگواتے تھے وہ جب کسی پر غضبناک ہوتے تھے

تو صرف خدا کے لئے اور اسی پر لعنت کرتے تھے جو لعنت کا مستحق ہوتا ہے اور حدود خدا کو قائم کرنے کے لئے کوڑے لگواتے تھے ان نیک افراد کو کوڑے نہیں لگواتے جن کے خلاف ثبوت یا گواہی یا خود ان کا اعتراف نہ ہو لیکن ان کا دل ان روایات کو دیکھ کر بہت جلد تھا کہ جن میں معاویہ اور بنی امیہ پر لعنت کی گئی ہے لہذا انھوں نے لوگوں کو دھوکا دینے اور معاویہ کو بڑھانے کے لئے ایسی احادیث گڑھ لی ہیں اسی لئے مسلم نے اپنی صحیح میں ان روایات کو نقل کر کے بعد کہ جن میں بنی نے معاویہ پر لعنت کی ہے اور جو خدا کی رحمت و قربت بن گئی ہیں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول آگئے تو میں دروازہ کی اوٹ میں چھپ گیا ابن عباس کہتے ہیں رسول نے مجھے پکڑ کر فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلا لاؤ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں معاویہ کے پاس سے رسول کے پاس آیا عرض کی وہ کھانا کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور بلا کے لاؤ، ابن عباس کہتے ہیں میں پھر گیا، اور واپس آکر عرض کی وہ کھانا کھا رہا ہے، پس آپ نے فرمایا: خدا اس کا پیٹ نہ بھرے۔ لے

تاریخی کتابوں میں ہمیں یہ چیز ملتی ہے کہ امام نائی نے انھماض کر امیہ المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے مختص کی تھی "لکھنے کے بعد شام گئے تو شام والوں نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا، تم نے معاویہ کے فضائل کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ امام نائی نے کہا: مجھے اس کی کسی فضیلت کا علم نہیں ہے مگر یہ کہ خدا اس کا پیٹ نہ بھرے پس یہ جملہ سن کر شام والوں نے

فہرست

صفحہ نمبر	نمبر شمارہ
۳	۱ حرف مترجم
۵	۲ مقدمہ
۱۳	۳ سید ابوالحسن ندوی کے نام کھلا خط
۲۰	۴ پوچھ لو
	۵ پہلی فصل
۳۵	۶ پہلا سوال - رویت خدا اور اس کے محکم ہونے کے بارے میں
۴۱	۷ دوسرا سوال - عدل الہی و جبر سے متعلق
۵۹	۸ خدا سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ
	۹ دوسری فصل
	۱۰ رسول سے متعلق
۶۵	۱۱ دوسرا سوال - عصمت رسول کے بارے میں
۱۰۷	۱۲ رسول سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

عنقریب میری ندا سننے والے کانوں، کشادہ قلوب
 اور بالبصیرت آنکھوں تک پہنچنے کی جس کے ذریعہ میں دنیا و آخرت میں
 خوش بخت ہو جاؤں گا۔ خدا سے میری دعا ہے کہ میرے عمل کو اپنے
 لئے خالص قرار دے اور اسے قبول کر لے، میری خطاؤں کو بخش دے
 اور مجھے دنیا و آخرت میں محمد و آل محمد کا خدمت گزار بنادے کیونکہ ان کی
 خدمت میں عظیم کامیابی ہے۔ بیشک میرے رب کا راستہ سیدھا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین والصلاة

والسلام علی محمد وآله الطیبین الطاہرین۔

محمد تاجانی السامی

صفحہ نمبر	شمارہ نمبر
	۱۰
تیسری فصل	
المبیت سے متعلق	
۱۱۱	تیسرا سوال المبیت کون ہیں؟
۱۱۸	عائشہ نبی کی حیات میں
۱۳۷	عائشہ نبی کے بعد
۱۵۳	علی علیہ السلام کے خلاف عائشہ کا موقف
۱۶۲	کمانڈر ام المومنین
۱۶۶	نبی نے عائشہ اور ان کے فتنہ سے ڈرایا
۱۷۰	خاتمہ بحث
۱۷۲	المبیت کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ
	۱۸
چوتھی فصل	
۱۸۷	عام صحابہ سے متعلق
۱۹۷	قرآن بعض صحابہ کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے
۲۰۸	حدیث نبی صحابہ کا راز فاش کرتی ہے
۲۳۲	صحابہ اور رسول کی اطاعت!
	۲۲
	رسول کی وفات کے بعد صحابہ نے سنت نبی کو برباد
۲۳۸	کر دیا

صفحہ نمبر	شمارہ نمبر
۲۵۲	۲۲
۲۵۴	۲۳
۲۷۲	۲۵
<h2>پانچویں فصل</h2>	
۲۸۹	۲۴
۲۹۵	۲۷
۳۰۳	۲۸
۳۰۸	۲۹
۳۰۹	۳۰
۳۱۰	۳۱
۳۱۱	۳۲
۳۲۰	۳۳
۳۲۱	۳۴
۳۳۳	۳۵
۳۳۵	۳۶
۳۵۷	۳۷
	۳۸
۳۷۸	

صفحہ نمبر	شمارہ نمبر
۳۸۳	۲۹
عثمان سے فرشتے شرم کھاتے ہیں	
۳۸۷	۳۰
چھٹی فصل	
۳۹۱	۳۱
خلافت سے متعلق	
سوالات و جوابات	
۳۹۲	۳۲
ساتویں فصل	
۴۱۴	۳۳
حدیث سے متعلق	
۴۱۷	۳۴
نبیؐ دھوکہ دیتے ہیں "معاذ اللہ"	
۴۱۸	۳۵
نبیؐ سخت عذاب دیتے اور مسلمانوں کے ہاتھ پر قطع کرتے ہیں	
۴۲۲	۳۶
نبیؐ جماع کے شوقین تھے "معاذ اللہ"	
۴۲۳	۳۷
امویوں کے زمانہ میں قص و غفل کے جواز پر چند مثالیں	
۴۲۴	۳۸
نبیؐ بنیذ پیتے تھے "معاذ اللہ"	
۴۲۷	۳۹
نبیؐ اور ابتذال !	
۴۲۷	۴۰
نبیؐ اور حیا	
۴۲۸	۴۱
نبیؐ اور برہنگی	
۴۳۰	۴۲
نبیؐ سے نماز میں سہو ہوتا ہے	
۴۳۲	۴۳
نبیؐ اور حلف شکنی	

صفحہ نمبر	شمارہ نمبر
۴۳۳	۵۳ قسم کے کفارہ میں عائشہ نے چالیس غلام آزاد کئے
۴۳۶	۵۴ نبی احکام خدا میں جیسے چاہتے ہیں تبدیلی کرتے ہیں
۴۴۳	۵۵ نبی قرآن کی بعض آیتوں کو ختم کرتے ہیں
۴۵۵	۵۶ نبی کے اقوال میں تناقض
۴۶۱	۵۷ فضائل میں تناقض
۴۶۹	۵۸ نبی علم اور طب میں تناقض کرتے ہیں
	۵۹
	آٹھویں فصل
۴۷۶	بخاری و مسلم سے متعلق
۴۸۲	۶۰ بخاری و مسلم ابو بکر کی فضیلت بیان کرتے ہیں
۴۹۳	۶۱ عمر کی عزت بچانے کے لئے حدیث میں تدلیس کرتے ہیں
۴۹۴	۶۲ عمر کی حقیقت کا انکشاف کرنے والی حدیثوں میں تدلیس
	۶۳ جن روایات سے اہلبیت کی تنقیص ہوتی ہے وہ
۵۱۴	بخاری کو بہت محبوب ہیں
۵۳۵	۶۴ خاتمہ بحث
۵۴۶	۶۵ فہرست